Title - KITABUL TALAAG.

Author - Sayyed Mehmood.

Publisher - Matba Muslihul Mutlabi Waqes (Delhi).

Date - 1899.

Pages - 246.

Subject -

کتاب الطلاق

از کتاب مذہب حنفی

شرح مجمع البحرین

حسب الارشاد آنریبل سید محمود
بیرسٹرایٹ لا جعل ظلہ ممدودا
الہ آباد باہتمام احقر العباد
خواجہ مصلح الدین احمد
غفرلہ الاحد فی یوم
التناد

در مطبع مصلح المطابع واقع دہلی طبع شد

جولائی سنہ ۱۸۶۹۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطلاق

(۱) وهو في اللغة رفع القيد على الاطلاق وفي الشريعة رفع القيد الثابت بالنكاح وهو اسم بمعنى التطليق كالسلام بمعنى التسليم۔

(۱) کسی قسم کی پابندی ہوا سکے دور کر دینے کا نام لغت میں طلاق ہے اور شریعت میں اس قید کے دور کر دینے کا نام طلاق ہے۔ جو نکاح سے لازم ہوتی ہے۔ اور طلاق اسم ہے بمعنے تطلیق کے جیسے سلام بمعنی تسلیم کے۔

(۲) وفي المحيط المستعمل في المرأة لفظ التطليق وفي غيرها لفظ الاطلاق حتى لو قال لامرأته اطلقتك لا تطلق مالم ينو ولو قال طلقتك تطلق نوى او لم ينو لان التطليق تفعيل وهو مستعمل في التكثير وفي اطلاق الدابة رفع القيد

(۲) محیط میں مذکور ہے۔ عورت کے چھوڑنے میں تطلیق کا اور اسکے سوا لفظ اطلاق کا بولا جاتا ہے حتیٰ کہ اگر عورت سے کہے میں نے تجھکو مطلق کر دیا تو جبتک اس نیت طلاق کی نہ کرے طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر کہا طلقتک تو بہر صورت طلاق واقع ہوگی خواہ طلاق کی نیت کرے یا نہ کرے کیونکہ تطلیق باب تفعیل سے ہے اور وہ کثرت صدور فعل کے لیے آتا ہے اور گدہے گھوڑے کو چھوڑنے میں صرف قید کا دور کر دینا ہوتا ہے اور عورت کو چھوڑنے میں رفع قید اور

کتاب الطلاق

از

کتاب مذہب حنفی

شرح مجمع البحرین

مؤلف و مترجم آنریبل سید محمود
بیرسٹر ایٹ لا اجعل ظلہ ممدودا
الی الابد باہتمام احقر العباد خواجہ
مصلح الدین احمد غفر لہ
الاحد فی یوم التناد

سنہ ۱۸۹۵ع

مطبع مصلح المطابع واقع دہلی مین طبع ہوئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطلاق

(١) وهو في اللغة رفع القيد على الاطلاق وفي الشريعة رفع القيد الثابت بالنكاح وهو اسم بمعنى التطليق كالسلام بمعنى التسليم۔

(١) کسی قسم کی پابندی ہو اوسکے دور کردینے کا نام لغت مین طلاق ہے اور شریعت مین اوس قید کے دور کرنے کا نام طلاق ہے جو نکاح سے لازم ہوتی ہے اور طلاق اسم ہے بمعنے تطلیق کے جیسے سلام بمعنی تسلیم کے۔

(٢) وفي المحيط المستعمل في المرأة لفظ التطليق وفي غيرها لفظ الاطلاق حتى لو قال لامرأته اطلقتك لا تطلق ما لم ينو ولو قال طلقتك تطلق نوى او لم ينو لان التطليق تفعيل وهو مستعمل في التكثير وفي اطلاق الدابة رفع القيد

(٢) محیط مین مذکور ہے عورت کے چھوڑنے مین تطلیق کا اور اوسکے سوا لفظ اطلاق کا بولا جاتا ہے حتے کہ اگر عورت سے کہے مین نے تجھکو مطلق کردیا تو جبتک اس سے نیت طلاق کی نہ کرے طلاق واقع نہوگی اور اگر کہا طلقتک تو بہرصورت طلاق واقع ہوگی خواہ طلاق کی نیت کرے یا نہ کرے کیونکہ تطلیق باب تفعیل سے ہے اور وہ کثرت صدور فعل کے لیے آتا ہے اور گدہی گھوڑے کو چھوڑنے مین صرف قید کا دور کردینا ہوتا ہے اور عورت کو چھوڑنے مین رفع قید

فقط وفي اطلاق المرأة الرفع وازالة الملك والحل۔

اور ازالہ ملک اور ازالہ حلیت اتنی باتین پائے جاتی ہین۔

(۳) اعلم ان الطلاق نوعان سنّي وبدعي وكل واحد منهما نوعان نوع يرجع الى العدد ونوع يرجع الى الوقت اما الطلاق السني في العدد والوقت نوعان حسن واحسن۔

(۳) جاننا چاہیے کہ طلاق کی دو قسمین ہین سنی اور بدعی اور ہر ایک کی دو قسمین ہین ایک قسم کا مدار عدد پر ہے اور ایک قسم کا وقت پر اب طلاق سنی کے باعتبار عدد اور وقت کے دو قسمین ہین حسن اور احسن۔

(۴) اذا اوقع طلقة في طهر لم يجامعها فيه او كانت حاملا قد استبان حملها وتركها حتى تنقضي عدتها فقد اتى باحسن الطلاق لما روي ان الصحابة كانوا يستحبونه لكونه ابعد من الندم واقل ضررا بالمرأة حيث لم يضق محليتها وهو نعمة في حقهن۔

(۴) اگر اوس طہر کے اندر جسمین عورت سے اوس نے صحبت نہین کی ہو ایک طلاق دے یا وہ حاملہ ہے اور حمل ظاہر ہو گیا ہو اوس حالت مین طلاق دی اور اوس سے علیحدہ ہو گیا حتے کہ اوسکے عدت گذر گئی تو یہ طلاق طلاق احسن اوس سے وقوع مین آئے کیونکہ مروی ہے کہ صحابہ اس طلاق کو پسند کیا کرتے تھے اسلیے کہ یہ بعید از ندامت ہے اور عورت کو بھی اسمین نقصان کم ہے اسلیے کہ عدت کے طویل ہونے سے اوسکو عدت پورا کرنے مین دقت نہو گی اور عورتون کے حق مین یہ ایک بڑی نعمت ہے

(۵) قيل يوقعه في اخر الطهر لئلا تتضرر بطول العدة وقيل يطلقها عقيب الطهر كيلا تبتلي بالايقاع عقيب الوقاع وهذا اظهر۔

(۵) بعض تو کہتے ہین طہر کے اخیر مین یہ طلاق دینی چاہیے تاکہ طول عدت سے اوسکو تکلیف نہو اور بعض کہتے ہین حیض سے پاک ہوتی ہے طلاق دینی چاہیے تاکہ جماع کے بعد طلاق دینے سے بدعت مین مبتلا نہو جائے اور یہ قول زیادہ تر ظاہر ہے۔

(۶) وان اوقع ثنتين او ثلثا دفعة او في طهر واحد اي اوقعها دفعات في طهر واحد

(۶) اگر ایک ہی دفعہ مین دو طلاقین یا تین طلاق دین یا کئی مرتبہ مین مگر ایک ہی طہر مین بدون اسباب کے کہ بیچ مین

من غیر ان یتخلل الرجعة بینهن وقع الطلاق فیه۔

رجوع کیا ہو دو یا تین طلاق دین تو وہ واقع ہو جائین گی۔

(۷) وفیه احتراز عن قول الشیعة فان الطلاق البدعی غیر واقع عندهم۔

(۷) اسمین شیعہ کے قول سے احتراز ہے کہ اون کے نزدیک طلاق بدعی واقع نہین ہوتی۔

* * * * *

(۸) ونجعله ای الایقاع المذکور بدعة ففاعله یکون عاصیا وهذا بدعی من حیث العدد وقال الشافعی لیس ببدعة۔

(۸) یہ طلاق مذکور ہمارے نزدیک عدد کے اعتبار سے طلاق بدعی ہے اور اوسکا مرتکب عاصی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہین اس قسم کی طلاق دینا بدعت نہین ہے۔

* * * * *

(۹) وانما قیدنا بقولنا من غیر ان یتخلل لان الرجعة لو تخللت لا یکون بدعة عند ابی حنیفة۔

(۹) یہ قید کہ بیچ مین رجوع نہ کیا ہو اسلیے لگائی ہے کہ اگر رجوع کر لیا تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک بدعت نہوگی۔

(۱۰) لهان الحکم المشروع وهو العدة ترتب علیه و لو کان محظورا لما ترتب علیه المشروع ولنا قوله ع م لعمر مر ابنك فلیراجعها وقد کان طلقها حال الحیض ثم یدعها حتی تحیض وتطهر ثم یطلقها ثم تحیض وتطهر ثم یطلقها ان احب امره ع م بتفریق الایقاع ومن اوقع ثنتین او ثلاثا یکون مفوتا للمامور به فیکون بدعة والمشروع

(۱۰) امام شافعی رح کی دلیل اوسکے بدعت نہونے پر یہ ہے کہ اس قسم کی طلاق پر حکم شرعی یعنے عدت، مترتب ہوتا ہے اور اگر یہ ایک امر ممنوع ہوتا تو حکم مشروع اوسکے اوپر نہ مترتب ہوتا اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے بیٹے نے اپنی بیوی کو حالت حیض مین طلاق دیدی تھی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بیٹے سے کہدو کہ اوس سے رجوع کرے پھر اوسکو چھوڑ دے جبتک کہ اوسکو حیض آوے اور پاک ہو جاوے پھر اوسکو طلاق دے پھر اوسکو حیض آوے اور پاک ہو وے پھر اوسکو طلاق دے اگر چاہے اس حدیث مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تفریق طلاق کا حکم دیا اور جس شخص نے دو یا تین طلاقین ایکہی مرتبہ مین دیدین تو

لاينافي الحظر كالطلاق حال الحيض [illegible]

ماموربہ کو اوس نے فوت کر دیا پس اسلیے یہ بدعت ہوگی اور حکم مشروع کو امر محظور کے ساتھ منافات نہیں ہے کما سیر شرنہ ہو سکے

(۱۱) فان فرقها اى الطلقات فى المدخول بها فى ثلثة اطهار اتى بالسنة۔

(۱۱) اگر مدخولہ کو تین طلاقین بتفریق تین طہرون کے اندر دین تب بھی سنت پر عمل ہو گیا۔

(۱۲) ولم يحصروها اى السنة فى الواحدة وقال مالك تفريق الطلقات بدعة وانما السنة ان يطلقها واحدة لان الاصل فى الطلاق الحظر وانما ابيح للخلاص وهو حاصل بالواحدة ولنا ماروى انه عم قال لابن عمر ان من السنة ان تستقبل الطهر استقبالا وتطلق لكل قرء واحدة۔

(۱۲) سب ائمہ کے نزدیک طلاق سنت ایک طلاق دینے پر منحصر نہیں ہے مگر امام مالک رح فرماتے ہین متفرق طلاقون کا بھی دینا بدعت ہے اور سنت صرف اسقدر ہے کہ ایک طلاق دے کیونکہ اصل طلاق کی اندر ممانعت ہے مگر صرف خلاصی حاصل کرنے کے لیے مباح کردی گئی ہے اور خلاصی ایک طلاق دینے سے حاصل ہو جاتی ہے اور ہماری دلیل وہ روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر رض سے فرمایا ہے یہ بات سنت ہے کہ طہر کا تو استقبال کرے استقبال کرنا اور ہر طہر مین ایک طلاق دے۔

(۱۳) واذا قال للمدخول بها انت طالق ثلاثا للسنة قسمت على الاطهار لان اللام فى قوله للسنة للوقت ووقت الطلاق السنى طهر خال عن الجماع فيقسم ثلث تطليقات على ثلثة اطهار وكذا لو قال فى السنة او مع السنة او على السنة لايقسم

(۱۳) اگر اپنی مدخولہ بیوی سے کہا انت طالق ثلثا للسنۃ یعنے سنت کے لیے تجھپر تین طلاق تو وہ تین طلاقین تین طہر پر تقسیم ہو جائینگی کیونکہ یہان سنت کا وقت مراد ہے اور طلاق سنی کا وقت طہر ہے جو جماع سے خالی ہو اسلیے تین طلاقین تین طہر پر تقسیم ہو جائین گی اسیطرح اگر کہا سنت مین یا سنت کے ساتھ اور اگر سنت کے اوپر کہا تو تقسیم نہونگی

* * * * * * *

(۱۴) قيد بالمدخول بها لانه لو قال لغير المدخول بها انت

(۱۴) مدخولہ کی اسلیے قید لگائی ہے کہ اگر غیر مدخولہ سے کہا انت طالق ثلثا للسنۃ تو تین طلاق طہرون پر تقسیم

طالق ثلثا للسنة لا یقسم الثلث على الاطهار اذ لا عدة لها وانما یقسم على التزوجات فان تزوجها ثانیا یقع طلقة ثانیة وان تزوجها ثالثا یقع طلقة ثالثة والسنی فی غیر المدخول بها انما یتصور على هذا الوجه۔

نہو نگی کیونکہ اوسکے لیے عدت ہی نہین ہی بلکہ نکاحون پر تقسیم ہونگی پس اگر دوسری دفعہ اوس سے نکاح کیا تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور اگر تیسری دفعہ کیا تو تیسری طلاق واقع ہوگی اور غیر مدخولہ مین تین طلاقین سنت کے موافق اسطرح واقع ہوسکتی ہین۔

(۱۵) واعتبرنا نیة الجمع یعنی لو نوی وقوع الثلث فی الحال فی قوله انت طالق ثلثا للسنة صحت نیته۔

(۱۵) ہمارے نزدیک اگر انت طالق ثلثا للسنة مین اوسیوقت تین طلاقون کے واقع کرنے کی نیت کرے تو نیت صحیح ہے اور اوسیوقت واقع ہوجائین گی۔

(۱۶) وقال زفر لا یصح بل یفرق على اوقات السنة۔

(۱۶) امام زفر رح فرماتے ہین نیت صحیح نہوگی بلکہ سنت کے موافق اوقات پر اوسکے تقسیم ہوگی۔

(۱۷) هذا فیما اذا صرح لفظ ثلثا حتى لو لم ینص علیه لا یصح نیة الجمع اتفاقا لانه اذا نوى الجمع فی الحال بطل تعمیم الوقت المستفاد من اللام فی السنة وبقی قوله طالق فلا یصح فیه نیة الثلث لانه نعت فرد لا یحتمل وقوع جملة العدد فیه۔

(۱۷) یہ اختلاف اوس صورت مین ہی کہ تین کا لفظ صراحۃً بیان کردے حتے کہ اگر اوسکی تصریح نہین کی ہی تو بالاتفاق نیت جمع صحیح نہوگی اسلیے کہ جب فی الحال جمع کی نیت کی تو تعمیم وقت جو سنت پر لام داخل کرنے سے سمجھہ مین آتی تھی باطل ہوگئی اور صرف طالق کا لفظ رہگیا اوسمین تین کی نیت صحیح نہین ہوسکتی کیونکہ طالق فقط ایک صفت ہی جملہ عدد طلاق کے واقع ہونے کا اوسمین احتمال نہین ہے۔

(۱۸) فان قیل قالوا لو قال انت طالق ثلثا فی اوقات السنة ونوى الوقوع جملة لا یصح فکیف صح فی قوله للسنة واللام فیه

(۱۸) اگر کہو فقہاء کا قول ہی کہ اگر کوئی شخص عورت سے کہے تیرے اوپر تین طلاقین ہین اوقات سنت کے اندر اور سب کی اوسیوقت واقع کرنے کا ارادہ کیا ہے تو وہ ارادہ صحیح نہین ہی پس (للسنة) کے کہنے سے کیونکر

للوقت قلت اللام ليست بصريحة للوقت بل هي محتملة له وللعلة وانما حملناها على الوقت بقرينة ذكر السنة والسنة المطلقة هي كاملة فاذا نوى الوقوع جملة صار ناويا معنى العلة فصحت واما اوقات السنة اذا صرحت لا يحتمل بل يتفرق على الاطهار۔

۱۹، له ان نية الجمع بدعة فلا يصح نيته من لفظ السنة ولنا ان وقوع الثلث جملة سنی على معنى انه عرف بالسنة لقوله ءم من طلق امراته الفا بانت بثلث وان لم يكن ايقاعه سنيا فلا يتناوله مطلق كلامه بلا نية لانه منصرف الى الكامل وهو السنى وقوعا وايقاعا فاذا نوى الثلث يعتبر لانه من محتملات لفظ السنة كما اذا قال كل مملوك لی حر لا يتناول المكاتب لقصور فی كونه مملوكا فاذا نوى ان من المملوك يجوز۔

۲۰، ونعم السنة فی العدد المدخول بها وغيرها يعنى الطلاق السنى

یہ نیت صحیح ہو جاتی ہی حالانکہ اسمین بھی لام توقیت کے لیے ہی تو اُسکا یہ جواب ہی کہ لام صراحةً وقت کے لیے نہین ہی بلکہ اوسمین توقیت کا احتمال ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ تعلیل کے لیے ہو مگر بقرینہ ذکر سنت کے وقت پر اوسکو محمول کر لیا ہی اور مطلق سنت سے سنت کاملہ مراد ہی اور جس صورت مین دفعةً واقع کرنے کا ارادہ کیا تو اوس نے اپنی نیت مین سنت کو علت گردانا پس وہ بھی صحیح ہے اور جس صورت مین صراحةً اوقات سنت کہدیا تو اب دوسرا احتمال نہ رہا پس لا محالہ طہرون پر طلاق کی تفریق ہوگی۔

۱۹، امام زفر رح کی یہ دلیل ہی کہ جمع کی نیت کرنا بدعت ہی پس سنت کے لفظ سے اوسکا مراد لینا ناممکن ہی اور ہماری یہ دلیل ہی کہ تین طلاقون کا دفعةً واقع ہونا باین معنی سنی ہی کہ سنت سے اوسکا واقع ہونا ثابت ہوا ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص اپنی بیوی کو ہزار طلاق دے تو تین طلاق عورت پر پڑینگی اور جدا ہو جائے گی۔ اگرچہ اس قسم سے واقع کرنا سنت کے موافق نہین ہی اور بلا نیت کیے ہوے مطلق اوسکا کلام دفعةً تین طلاق واقع کرنے کو شامل نہوگا اسلیے کہ مطلق سنت سے سنت کامل مراد ہوگی اور وہ طلاق سنی ہی وقوع مین بھی سنت کے موافق اور واقع کرنے مین بھی۔ پس جب تین کی جمع کرنے کی نیت کی تو نیت معتبر ہو جائیگی اسلیے کہ سنت کا لفظ اسکو محتمل ہی جیسے اگر کہے میرا ہر مملوک آزاد ہی تو مکاتب کو بسبب نقصان ملکیت کے شامل نہین ہی مگر جس صورت مین مملوک سے مکاتب کی نیت کر

۲۰، عدد کے اعتبار سے طلاق سنی مدخولہ اور غیر مدخولہ دونون کو عام ہی یعنی عدد کے اعتبار سے دونون کو طلاق

من حیث العدد یستوی فیه المدخول بها وغیرها۔

سنی ہوسکتی ہے۔

✣ ✣ ✣ ✣

(۲۱) وفی العنایة شرح الهدایة السنة من حیث العدد ان یطلقها و یترکها حتی تنقضی عدتها سمی الواحد عددا مجازا لانه اصل۔

(۲۱) عنایہ شرح ہدایہ مین مذکور ہے عدد کے اعتبار سے طلاق سنی یہ ہے کہ اوسکو ایک طلاق دے اور پھر اوس کو اپنی حالت پر چھوڑ دے اوس وقت تک کہ اوسکی عدت گذر جائے ایک کو اسلیے مجازا عدد کہدیا ہے کہ وہ عدد کی اصل ہے۔

(۲۲) وتختص فی الوقت ای الطلاق السنی باعتبار الوقت یختص بالمدخول بها بان یطلقها فی طهر خال عن الوقاع لان الاصل فی الطلاق الحظر وانما ابیح للحاجة وهی خفیة لابد لها من امارة فاقیم الطهر الخالی عن الجماع مقام الحاجة لانه زمان یرغب فیه الفحل الیها وکلما تجدد الطهر تجدد الحاجة فیکون سنیا من حیث الوقت

(۲۲) وقت کے اعتبار سے طلاق سنی مدخولہ کو ہے ہوسکتی ہے بایں طور کہ طہر مین اوسکو طلاق دے اور اُس طہر مین صحبت نہ کی ہو اسلیے کہ اصل طلاق کے اندر ممانعت ہے مگر ضرورت کے لیے مباح کر دی گئی ہے اور وہ ضرورت ایک مخفی چیز ہے ظاہر مین کوئی اوس کی نشانی ہونی چاہیے اسلیے طہر کو جو جماع سے خالی ہو حاجت کے قائم مقام کر دیا گیا کیونکہ اوس وقت مین مرد کو عورت کی طرف رغبت ہوتی ہے اور جتنا طہر کا تجدد ہوگا اوتنا ہی ضرورت کا تجدد ہوگا پس یہ وقت کے اعتبار سے سنی ہوگی۔

✣ ✣ ✣ ✣

(۲۳) وفی الفوائد التاجیة هذا اذا لم یجامعها فی الحیضة التی سبقت هذا الطهر ولم یطلقها فیها ایضا فان کلا منهما یخرج الطهر الذی عقیبه ان یکون محلا للطلاق السنی۔

(۲۳) فوائد تاجیہ مین مذکور ہے یہ جب ہے کہ خاوند نے اوس حیض مین جو اس طہر سے پہلے ہی اوس سے صحبت نہ کی ہو اور اوس حیض مین طلاق بھی نہ دی ہو اسلیے کہ یہ دونون باتین اس طہر کی طلاق سنی کا محل ہونے کی مانع ہونگی۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۲۴) واجزنا طلاق غیر المدخول بها فی الحیض من غیر کراهة

(۲۴) ہمارے نزدیک غیر مدخولہ کو حالت حیض مین طلاق دینا بلا کراہت جائز ہے۔

(۲۵) وقال زفر یکرہ قیاساً علی المدخول بہا لانہ ایقاع فی حالۃ النفرۃ عنہا ولنا ان المرأۃ شدید المیل الی امرأۃ لم ینل بہا فتکون مرغوبۃ فی جمیع الازمنۃ فیکون طلاقہا واقعاً لحاجۃ فلا یکرہ بخلاف المدخول بہا لان الرغبۃ الیہا یتجدد بالطہر مع انہا تتضرر اذا طلقت فی حیضہا وغیر المدخول بہا لیست کذلک اذ لا عدۃ علیہا۔

(۲۵) امام زفر رح اوسکو مدخولہ پر قیاس کرکے مکروہ فرماتے ہین اسلیے کہ ایسی حالت مین طلاق کا اوسپر واقع کرنا ہے جس حالت مین اوس سے مرد کو نفرت ہوتی ہے اور ہماری یہ دلیل ہے کہ مرد کو اوس عورت کے ساتھ جس سے ہنوز اوسنے صحبت نہین کی ہے ہر وقت مین بہت رغبت ہوتی ہے حیض کی حالت ہو یا طہر کی اور اوسکی طلاق ضرورت سے واقع ہوگی پس مکروہ نہوگی بخلاف مدخولہ کے کہ اُس سے طہر کے متجدد ہونے سے رغبت کا بھی تجدد ہوتا ہے علاوہ برین اگر مدخولہ کو حالت حیض مین طلاق دیجائے تو اوسکو نقصان ہے بخلاف غیر مدخولہ کے اسلیے کہ اوسپر عدت ہی واجب نہین ہے۔

(۲۶) وان کانت لا تحیض لصغر او کبر طلقہا للسنۃ واحدۃ۔

(۲۶) اگر صغرسنی یا بڑہاپے کے باعث سے اوس کو حیض نہین آتا ہے تو اوسکی طلاق سنی یہ ہے کہ اول ایک۔

(۲۷) واجزناہا ای طلاق السنۃ فیمن لا تحیض عقیب الوقاع کالحامل ای کما جازت فی الحامل بعد وطئہا اتفاقاً

(۲۷) جس عورت کو حیض نہین آتا ہمارے نزدیک اُسکو طلاق سنت صحبت کے بعد دینا جائز ہے جس طرح حامل عورت کو بعد از جماع بالاتفاق طلاق سنت جائز ہے۔

(۲۸) وقال زفر لا یجوز بل یطلقہا بعد مضی شہر من وطئہا لان الشہر فی حقہا قام مقام الحیضۃ فوجب الفصل بہ بین الوطء والطلاق کما وجب بالحیض۔

(۲۸) امام زفر رح فرماتے ہین جائز نہین ہے بلکہ اُس سے صحبت کرنے سے ایک مہینہ گذرنے کے بعد اوسکو طلاق دینی چاہیے اسلیے کہ اوسکے حق مین مہینہ حیض کا قائمقام ہے اسلیے صحبت اور طلاق مین ایک مہینہ کا فاصلہ ضرور ہونا چاہیے جسطرح حیض کا فصل ضروری ہوتا ہے۔

(۲۹) ولنا ان الطلاق بعد الوطء فیمن تحیض انما یکرہ لتوہم الحبل

(۲۹) ہماری دلیل یہ ہے کہ صحبت کے بعد اوس عورت کو جس کو حیض آتا ہے طلاق دینا اسلیے مکروہ ہے کہ وہان حمل کا

واشتباه وجه العدة لانه لا یدری انها حبلت بذلك الوطئ فتعتد بوضع الحمل او لم تحبل فتعتد بالاقراء وفیمن لا تحیض لا یتوهم الحبل فلا یکره۔

احتمال ہوتا ہی اور عدت کے مقرر کرنے مین شبہ پڑ جاتا ہے کیونکہ معلوم نہین اوسکو اس صحبت سے حمل رہا ہی یا نہین اگر حمل رہا ہی تو وضع حمل عدت ہو اور اگر حمل نہین رہا ہی تو حیضون سے عدت پوری کرے اور جس کو حیض نہین ہوتا اوسمین حمل کا احتمال نہین ہی پس صحبت کے بعد طلاق مکروہ نہین ہوئی

(۳۰) و فی الحقائق اذا کان یرجی منها الحیض والحبل فالافضل ان یفصل بینهما بشهر اتفاقا ثم بعد کل شهر اخری یعنی بعد ما طلق من لا تحیض واحدة اذا مضی شهر طلقها اخری وبعد شهر اخر طلقها طلقة اخری لقیام الشهر مقام الحیض فی حقها خاصة۔

(۳۰) حقائق مین مذکور ہے اگر وہ بچی اور بوڑھی اس قابل نظر آتی ہون کہ اونکو حیض آتا ہے تو بالاتفاق طلاق اور صحبت مین ایک ماہ کا فصل مناسب ہے

(۳۱) وجعل طلاقها ای محمد طلاق الحامل للسنة واحدة وقالا طلقها للسنة ثلاثا تتخلل کل طلقتین شهر

(۳۱) امام محمد رح کے نزدیک عورت حاملہ کو سنت کے موافق طلاق یہ ہے کہ ایک طلاق دیجاے امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر اوسکو تین طلاقین دیجائین اور دو طلاقون کے بیچ مین ایک ایک مہینہ کا فصل ہوتا جاے

(۳۲) لان مدة حملها طهر واحد فلا یصلح للتفریق کالطهر الممتد ولهما ان الحامل لا تحیض مدة حمله فصارت کالایسة بخلاف الممتدة طهرها لان الحیض مرجو فیها فی کل ساعة فلم یقم الشهر فی حقها مقام الحیض

(۳۲) امام محمد رح صاحب کی یہ دلیل ہی کہ حاملہ کی مدت حمل ایک طہر ہے اور اوس مین تفریق طلاق کی قابلیت نہین ہی جیسے غیر حاملہ کا طہر اور امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح صاحب کی دلیل یہ ہی کہ حالت حمل مین حاملہ کو حیض نہین آتا پس اوسکا حال آیسہ کا سا ہی بخلاف غیر حاملہ کے طہر کے اسلیے کہ ہر وقت اوسمین حیض کا احتمال ہی اور اوسکے حق مین ایک مہینہ ایک حیض کے قائم مقام نہین ہو سکتا۔

(٣٣) ولو قال كلما ولدت ولدا فانت طالق للسنة فانت بثلث اولاد في بطن واحد حكم بواحدة اي حكم محمد بطلقة واحدة عقيب الاول اي ولادة الولد الاول وبانقضاء عدتها بالثالث يعني لا يقع بالولد الثاني طلاق عنده وتنقضي عدتها بوضع الثالث

(٣٣) اگر بیوی سے کہا جب ہی تیرے بچا پیدا ہو جب ہی تجھپر طلاق ہو طلاق سنت اور ایک دفعہ مین اوسکے تین بچے پیدا ہوے تو امام محمد رح کے نزدیک پہلے بچے کے پیدا ہوتے ہی اوسپر طلاق پڑجائیگی اور تیسرے بچے کے پیدا ہوتے ہی عدت پوری ہوجائیگی اور دوسرے بچے کے پیدا ہونے سے طلاق نہوگی۔

* * * *
* * *

(٣٤) وبالثانية اي حكم محمد بوقوع الطلقة الثانية ان تزوجها لا غير اي لا يقع بعدها طلقة اخرى۔

(٣٤) امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہین اگر اوس سے نکاح کیا تو دوسری طلاق واقع ہوجائیگی اور پھر اوس کے بعد طلاق نہ واقع ہوگی۔

(٣٥) وقالا يقع واحدة بعد نفاسها اي اذا طهرت من نفاسها بعد ولادة الثالث وقعت واحدة واخريان في طهرين يعني اذا حاضت وطهرت وقع الثانية واذا حاضت اخرى وطهرت وقع الثالثة۔

(٣٥) امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح صاحب فرماتے ہین کہ جب وہ تیسرے بچے کے پیدا ہونے سے بعد کو نفاس سے پاک ہوجائیگی اوسوقت ایک طلاق واقع ہوگی اور پھر دو طہرون مین دو طلاقین متفرق واقع ہوجائنگیا یعنے اسکے بعد جب اسکو حیض آئے اور پھر پاک ہوجائے تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور پھر اوسکے بعد حیض آئے اور پاک ہوجائے تو تیسری طلاق واقع ہوگی۔

(٣٦) وهذا الخلاف مبني على اصلين احدهما ان الحامل لا تطلق للسنة الا واحدة عند محمد وعندهما تطلق ثلثا يفصل بين كل طلقتين بشهر

(٣٦) یہ اختلاف دو قاعدون پر مبنی ہے ایک تو یہ کہ امام محمد رح کے نزدیک حاملہ کے لیے طلاق سنت ایک طلاق ہے اور امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک اوسکو سنت کے موافق تین طلاق دے سکتے ہین باین طور کہ ہر دو طلاقون مین ایک ایک مہینہ کا فصل

وثانيهما ان النفاس من الولد
الاخير عنده ومن الاول
عندهما فنقول لما ولدت
الاول لم تصر نفساء عنده فكانت
محلا للطلاق السني فيقع ولما
ولدت الثاني لم يقع شئ لان
الحامل لا تطلق للسنة الا واحدة
ولما ولدت الثالث انقضت
العدة التي وجبت بالطلاق
عند ولادة الاول فان نكحها
بعد ذلك طلقت اخرى لانه
عند ولادة الثاني كانه اضاف
الطلقة الثانية الى وجود وقت
السنة وان تزوجها ثالثا
لا يقع شئ لانه وان قدر انه
عند ولادة الثالث اضاف
الطلقة الثالثة الى وجود وقت
السنة لكنه صادف حال انقضاء
العدة فلا يعتبر واما عندهما
فلما كان النفاس من الولد
الاول لم تكن محلا للطلاق
لكونها نفساء فيتاخر الطلاق
الاول الى ان تطهر من نفاسها
بعد الثالث ثم طلاق الثاني
يتاخر الى الطهر الثاني لان الطهر

پایا جائے دوسرا یہ قاعدہ ہی کہ امام محمد رح کے نزدیک
نفاس اخیر بچے سے شمار کیا جاتا ہی اور اون دونوں کے
نزدیک اول بچے سے شمار ہوتا ہی پس ہم کہتے ہین جب
اوسکے اول بچا پیدا ہوا تو امام صاحب رح کے نزدیک
وہ نفاس کی حالت مین نہین ہی اور طلاق سنی کا محل
ہی اسلیے وہ طلاق واقع ہو جائیگی اور جب دوسرا
پیدا ہوا تو کچھ واقع نہوگا اسلیے کہ حاملہ کی طلاق سنت
صرف ایک طلاق ہی اور جب تیسرا پیدا ہوا تو وہ عدت
جو اول بچے کے پیدا ہونے سے طلاق واقع ہونے کی
وجہ سے واجب ہوئی تھی گذر گئی پھر اوسکے بعد اگر اوس سے
نکاح کر لیا تو دوسری طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ دوسرے
بچے کے پیدا ہونے سے گویا اوس نے دوسری طلاق کو سنت
کے وقت کے پائے جانے کی طرف نسبت کر دیا ہی اور اگر
تیسری مرتبہ اوس سے نکاح کیا تو کچھ واقع نہوگا اسلیے
کہ اگرچہ یہان بھی فرض کر سکتے ہین کہ تیسرے کے پیدا
ہونے سے تیسری طلاق کو بھی وقت سنت کی طرف
نسبت کر دیا ہی مگر چونکہ انقضاء عدت کے بعد یہ اضافت
پائی جائیگی اسلیے معتبر نہین ہی اور امام صاحب رح اور امام
ابو یوسف رح کے نزدیک چونکہ پہلے بچے کے پیدا ہونے سے
نفاس شمار کیا جاتا ہی اسلیے اسوقت وہ طلاق سنی کے
محل نہین ہی اس سبب سے کہ وہ اسوقت مین حالت
نفاس مین ہی پس تیسرے بچے کے پیدا ہونے سے بعد کو
جب وہ نفاس سے پاک ہو جائیگی جسوقت پہلی طلاق واقع
ہوگی اور دوسری طلاق دوسرے طہر مین واقع ہوگی اسلیے کہ
جس طہر مین پہلی طلاق واقع ہو گئی ہی یعنی نفاس کے بعد

الذی و تعرفیه الطلاق لیس بمحل للطلاق السنی والثالث الی لطهر الثالث لان الکلام الثالث صحیح عندهما لعدم الرجوع بالاول والثانی فیصح الکلام الثالث کما صح الاول والثانی واذا صح الکل یقع الکل فی اوان السنة۔

وہ اب طلاق سنی کا محل نہین باقی رہا اور تیسری طلاق تیسرے طہر مین واقع ہوگی اسلیے کہ تیسرا کلام اون دونو کے نزدیک صحیح ہی اسوجہ سے کہ اول اور دوسرے سے رجوع نہین پایا گیا پس تیسرا کلام صحیح ہوگا جس طرح پہلا اور دوسرا صحیح ہی اور جب سب صحیح ہوے تو سب طلاقین اوقات سنت مین واقع ہو جائین گی۔

(۳۷) واذا طلق فی الحیض وقع بدعیا وهذا بدعی من حیث الوقت لانه ایقاع فی زمان النفرة وانتفاء دلیل الحاجة ویستحب الرجعة لقوله عم لعمر مر ابنک فلیراجعها وکان طلقها فی حالة الحیض هذا هو مختار القدوری ووجهه ان النکاح مندوب فالامر برجعته لایکون واجبا لکن ذکر صاحب الهدایة الاصح انها واجبة عملا لحقیقة الامر ودفعا للمعصیة بالقدر الممکن ودفعا للضرر عنها بتطویل العدة۔

(۳۷) اگر حالت حیض مین طلاق دی تو وہ طلاق بدعی واقع ہوئی اور یہ وقت کے اعتبار سے بدعی ہے کیونکہ نفرت کے زمانہ مین اور ایسے وقت مین کہ جہان دلیل حاجت کی نہین پائی جاتی طلاق کا دینا ہی اور ایسی طلاق مین رجوع کر لینا مستحب ہی اسلیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رض سے فرمایا اپنے بیٹے کو حکم کرو مناسب ہی کہ وہ رجوع کرلے اور حضرت ابن عمر رض نے حالت حیض مین اپنی بیوی کو طلاق دی تھی یہ قول قدوری کا مختار ہی اور اوسکی وجہ یہ ہی کہ نکاح خود ایک مستحب چیز ہے تو اوسکے اندر رجعت کا حکم کرنا واجب نہوگا مگر صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہی صحیح قول یہ ہی کہ ایسے وقت مین رجعت واجب ہی تاکہ امر کے معنے حقیقی یعنے وجوب پر عمل ہوجائے اور حتے الامکان معصیت سے بچاؤ ہوجائے اور عورت کو بھی عدت کے طویل کرنے سے نقصان نہ پہونچے۔

(۳۸) وفی المنتقی العنین اذا تم حوله وامرأته حائض جاز تفریقها فی الحیض لانه صادر عن ضرورة وتاخیره متعذر فلا یکون طلاقها قصدا وکذا

(۳۸) منتقی مین مذکور ہی جب عنین کا ایک سال پورا ہو جائے اور اوسکی عورت حائضہ ہو تو حالت حیض مین اوسکی تفریق جائز ہے کیونکہ یہ تفریق بضرورت واقع ہوئی ہی اور اوسمین تاخیر کرنا ممنوع ہی پس اوسکی طلاق قصدًا نہوگی اسیطرح حالت حیض مین مستقا نہی جائیگی

اختيار المعتقة نفسها ثم الطهر (٣٩) الذي يليه لا يكره الطلاق فيه يعني اذا راجع امرأته التي طلقها في حيضها فطهرت فطلقها فيه لا يكره عند ابي حنيفة وقالا يكره۔

مختار ہوسکتی ہے۔

(۳۹) جب خاوند نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں طلاق دینے کے بعد رجوع کرلیا اور بعد کو وہ حیض سے پاک ہوگئی اور پھر خاوند نے اوسکو طلاق دیدی تو امام صاحب رح کے نزدیک وہ طہر میں طلاق دینا مکروہ نہیں ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مکروہ ہے۔

(٤٠) ولكن الطلقتان تخللهما رجعة في طهر يعني اذا طلقها في طهر ثم راجعها ثم طلقها فيه لا يكره عنده خلافا لهما۔

(۴۰) اگر طہر میں طلاق دی اور پھر رجوع کرلیا اور پھر اوسی طہر میں طلاق دیدی تو امام صاحب رح کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

(٤١) او شهر يعني لو طلق امرأته الآئسة في شهر ثم راجعها ثم طلقها فيه لا يكره عنده خلافا لهما۔

(۴۱) اگر آئسہ کو ایک ہی مہینہ کے اندر طلاق بھی دی اور رجوع بھی کرلیا اور پھر طلاق دیدی تو امام صاحب رح کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مکروہ ہے۔

(٤٢) والثلث للسنة في حال مسها بشهوة يعني اذا مسها بشهوة في طهر لم يجامعها فيه وقال انت طالق ثلاثا للسنة يقع الاول فيصير مراجعا لها بالمس ثم يقع الثاني كذلك ثم الثالث عند ابي حنيفة۔

(۴۲) اگر ایک طہر میں بدون جماع کے عورت کو شہوت کے ساتھ چھو لیا ہو اور پھر اوس سے کہا تیرے اوپر سنت کے موافق تین طلاق تو ایک طلاق واقع ہو گی اور پھر اوس نے شہوت کے ساتھ چھو لیا تو وہ مراجع ہو جائیگا اور دوسری طلاق واقع ہو جائیگی پھر ایسے ہی تیسری واقع ہو جائے گی یہ امام صاحب رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔

(٤٣) وقالا لا تتوزع على الاطهار يعني يقع واحدة في هذا الطهر واثنان في طهرين آخرين۔

(۴۳) صاحبین رح فرماتے ہیں یہ تینوں طلاقیں تین طہروں پر تقسیم ہو جائینگی یعنے ایک تو اس طہر میں واقع ہو جائیگی اور دو طلاقیں اور دو طہروں میں واقع ہونگی

(٤٤) قيد بالرجعة لان النكاح

(۴۴) تخلل رجعت کی قید دو طلاقوں میں اسلیے

يعتبر فاصلا بين الطلاقين اتفاقا حتى لو طلقها فی طهر خال عن الجماع ثم تزوجها فی هذا الطهر واراد ان يطلقها اخرى كان له ذلك وكان سنيا۔

لگائی ہی کہ نکاح تو سب کے ہی نزدیک فاصل بین الطلاقین ہوتا ہے حتے کہ اگر اوس طہر مین جسکے اندر صحبت نہین کی ہو طلاق دے اور اسی طہر مین اوس سے نکاح کرلے اور پھر دوسری طلاق دینا چاہے تو جائز ہے اور وہ طلاق سنی ہوگی۔

(۴۵) اطلق الرجعة واراد بها الرجعة بقول اوفعل غير الجماع لانه لو جامعها فهو معزل عن هذا الخلاف فانها ان لم تحبل يكره ايقاع الثانی فی هذا الطهر اتفاقا وان حبلت كان له ان يطلقها اخرى بعده فی قول ابی حنيفة ومحمد خلافا لابی يوسف من الحقائق۔

(۴۵) مطلق رجعت بولا ہے اور اوس سے رجعت بقول یا سوائے جماع کے کسی اور فعل سے رجعت مراد ہی اسلیے کہ اگر جماع کرلیا تو وہ یہان پر محل نزاع نہین ہے کیونکہ اگر اوس جماع سے وہ حاملہ نہین ہوی تو دوسری طلاق کا وقع کرنا اس طہر مین بالاتفاق مکروہ ہی اور اگر حاملہ ہوگئی تو اوسکے بعد امام صاحب رح اور امام محمد صاحب رح کے قول کے موافق دوسری طلاق دینا اوس کو جائز ہے بخلاف ابو یوسف رحمہ اللہ کے من الحقائق۔

(۴۶) ومبنى الخلاف ان الرجعة ترفع حكم الطلاق عنده فيجعله كان لم يكن ولا ترفع عندهما

(۴۶) اختلاف کا اصل منشا یہ ہی کہ امام صاحب رح کے نزدیک رجعت طلاق کے حکم کو بالکل کالعدم کردیتی ہی اور صاحبین رح کے نزدیک طلاق کے حکم کو نہین رفع کرتی

(۴۷) لهما فی المسئلة الاولى ان الطلاق فی حال الحيض يخرج الطهر الذی يعقبه من ان يكون محلا للطلاق السنی كما يخرج الوطئ فيه وفی المسئلة الثانية والرابعة ان الطلاق فی الطهر يفسد الطهر ويخرجه من ان يكون محلا للطلاق السنی كما يخرج

(۴۷) صاحبین رح کی مسئلہ اولی مین یہ دلیل ہی کہ حالت حیض مین طلاق دینے سے اوسکے بعد کا طہر طلاق سنی کا محل باقی نہین رہتا جسطرح اوسمین صحبت کرنے سے طہر محل طلاق سنی کا نہین رہتا اور دوسرے اور چوتھے مسئلہ مین یہ دلیل ہی کہ طہر مین طلاق دینا طہر کو فاسد کردیتا ہی اور پھر وہ طلاق سنی کا محل نہین باقی رہتا جس طرح اوسمین جماع کرنا اور رجعت کے سبب سے وقت مین تجدد نہین ہوا اسلیے طلاق مکروہ ہوگی جیسے قبل رجعت کے

الجماع فيه وبالرجعة لم يتجدد الوقت فيكره كما لو طلقها قبل الرجعة فلا يكون سنة ما لم يفصل بين الطلاقين بحيضة كاملة۔

طلاق مکروہ ہوگی اور تا وقتیکہ دو طلاقون کے بیچ مین پورے حیض کا فاصلہ نہو جائے طلاق سنت نہوگی۔

* * * * *

* * *

* * * *

(۴۸) وله ان الرجعة ترفع حكم الطلاق فيجعل كان لم يكن ولهذا امر النبي ع م ابن عمر بالرجعة وقد طلقها حال الحيض ولو لم يرفع الرجعة حكم الطلاق لما امر ع م ولان الفصل بين الطلاقين بالرجعة آكد من الفصل بينهما بالحيضة الا يرى ان العدة تستانف بالرجعة اذا طلق بعدها ولا تستانف اذا طلقها بعد الحيضة ولو فصل بينهما بحيضة كان الثاني سنة فكذا اذا فصل بينهما بالرجعة

(۴۸) امام صاحب رح کی یہ دلیل ہے کہ رجعت طلاق کے حکم کو بالکل اوڑا دیتی ہے اور اوسکو کالعدم کر دیتی ہے اسی لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر رض کو رجوع کرنے کا حکم فرمایا اور انہون نے حالت حیض مین طلاق دی تھی اور اگر رجعت طلاق کے حکم کو رفع نہ کرتے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم رجعت کا حکم نہ فرماتے دوسری یہ بات ہے کہ دو طلاقون مین رجعت کا فصل ہونا بہ نسبت حیض کے فصل کے قوی ہے دیکھو کہ رجعت کے بعد طلاق دینے سے ازسرنو عدت پوری کرنی پڑتی ہے اور حیض کے بعد دوسری طلاق دینے سے ازسرنو عدت نہین پوری کیجاتی اور اگر دو طلاقون مین حیض کا فصل ہو جائے تو دوسری طلاق سنت ہوتی ہے اسیطرح رجعت کے فصل سے بھی سنت ہونا چاہیے

فصل في ايقاع الطلاق

فصل طلاق واقع کرنے کے بیان مین

(۴۹) ويقع طلاق غير الصبي والمجنون وهو من لم يستقم كلامه وافعاله انما لم يقع طلاقهما لانعدام اهليتهما والنائم انما لم يقع طلاق النائم لانعدام الاختيار فيه والمغمى

(۴۹) سب کے طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے مگر ایک تو نابالغ کی طلاق نہین ہوتی اور ایک مجنون کے اور مجنون وہ شخص ہے جسکی باتین اور کام سب بے جوڑ ہون ان دونون کی طلاق بسبب اونکے عدم اہلیت کے واقع نہین ہوتی اور ایک سوتے ہوے کی طلاق نہین واقع ہوتی اسلیے کہ اوسمین اوسکا اختیار نہین ہوتا اور

کے

علیه والمعتوه وهو من كان قلیل الفهم مختلط الکلام فاسد التدبیر الا انه لا یضرب ولا یشتم کالنائم۔

ایک بیہوشی کی اور ایک معتوہ کی اور معتوہ وہ شخص ہے جسکی سمجھ مین فتور ہو اور بہکی بہکی باتین کرے اور کسی چیز کا انجام نہ جانے مگر وہ کسی کو مارتا پیٹتا نہین ہے اور نہ گالیان دیتا پھرتا ہے انکا حال بھی اختیار رکھنے مین سونے والا کا سا حال ہے

(۵۰) ومن الاخرس ای یقع الطلاق منه بالاشارة لان اشارته قامت مقام عبارته دفعا لحاجته۔

(۵۰) گونگی کی طلاق اشارہ سے ہو جاتی ہے اسلیے کہ دفع حاجت اوسکے اشارہ کو قائم مقام کلام کے کر دیا ہے۔

(۵۱) وفی المحیط المریض الذی یعتقل لسانه لا یکون کالاخرس لان ذلك نادر لا یطول واشارة غیر الاخرس انما لم یعتبر فی ایقاع الطلاق واما فی عدده فمعتبر حتی لو قال انت طالق هکذا فاشار باصبعیه یقع ثنتان ولو لم یقل هکذا لا یقع لان الاشارة انما اعتبرت تفسیرا اذا قرنت بعدد مبهم ولو اشار بثلث اصابع فان نوی ثلثا فثلث وان نوی واحدة فواحدة بائنة کما فی قوله انت طالق کالف۔

(۵۱) محیط مین مذکور ہے اگر کسی مریض کی زبان بند ہو جائے تو وہ گونگے کے مثل نہ سمجھا جائیگا اسلیے کہ یہ زبان کا بند ہونا اتفاقیہ ہوتا ہے مدتون کے لیے نہین ہوتا اگر بولتا چالتا آدمی ہو تو اوسکا اشارہ صرف طلاق کے واقع کرنے مین غیر معتبر ہے مگر طلاق کے عدد بیان کرنے مین معتبر ہے مثلا اگر وہ دو انگلیون سے اشارہ کرکے کہا تجھپر اتنی طلاقین تو دو طلاقین پڑ جائینگی اور اگر صرف یہ کہا کہ تجھپر طلاق اور اتنی کا لفظ نہین کہا تو دو نہ واقع ہونگی اسلیے کہ اشارہ اوسیوقت تفسیر ہو سکتا ہے جب ایک مبہم عدد کے ساتھ پایا جائے اور اگر تین انگلیون سے اشارہ کیا پس اگر تین کی نیت کی ہے تب تو تین واقع ہونگی اور اگر ایک کی نیت کی ہے تو ایک بائن واقع ہوگی جیسے اگر کوئی کہے تجھپر ہزار کے برابر طلاق تو نیت کے تابع ہے

(۵۲) ویقع طلاق السکران والمکره۔

(۵۲) نشہ کی حالت مین اگر کوئی شخص طلاق دے یا زبردستی اوس سے طلاق دلوائی جائے تو ہمارے نزدیک پڑ جائیگی

(۵۳) وقال الشافعی لا یقع لان السکران لیس له قصد صحیح

(۵۳) امام شافعی کے نزدیک واقع نہوگی اسلیے کہ نشے کی حالت مین ارادہ صحیح نہین پایا جاتا پس اوسکا حال سوتے کا سا ہے

فصار كالنائم بل اقوى منه لان النائم ينتبه اذا انبه والسكران لا وكذلك المكره مسلوب القصد شرعا ولهذا لم يحكم بردته ولم يعتبر اقراره بالطلاق۔

(۵۴) ولنا قوله عم كل طلاق واقع الا طلاق الصبي والمجنون فبقي السكران والمكره في عموم صدر الكلام وزوال قصد السكران لما كان بسبب المعصية لم يعتبر زجرا له حتى لو شرب فصدع وزال عقله بالصداع لا يقع طلاقه لان الصداع ليس بمعصية۔

(۵۵) وفي المنتقى لو اكره على الشرب وذهب عقله فطلق قيل لا يقع لانه ليس بمعصية فصار كالاغماء وقيل يقع لان الحظر وان زال بالاكراه لكن ذهب عقله بما فيه لذة فلا يعتبر زواله وهذا القول اصح فعلى هذا يقع طلاق السكران من البنج وساير الاشربة المتخذة من الحبوب وانما لم يحكم بردة المكره لانها على الاعتقاد وهو غير معتقد

بلکہ اوس سے بھی زیادہ ہے اسلیے کہ اگر سوتے ہوئے کو ہوشیار کیا جائے تو ہوشیار ہو جاتا ہے بخلاف نشہ پیئے ہوئے کے اور اسیطرح جس پر زبردستی کیجائے شرعا وہ بھی مسلوب القصد ہے اسی باعث سے اوسکے مرتد ہونے کا حکم نہین دیا جاتا اور اوسکا اقرار بالطلاق غیر معتبر ہوتا ہے۔

(۵۴) ہماری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ہر طلاق واقع ہے مگر صبی اور مجنون کی اور یہ دونون یعنے نشہ پیا ہوا اور مجبور کیا ہوا کُلُّ طَلَاقٍ کے عموم مین داخل ہین باقی رہا اوسکے قصد کا نہ پایا جانا تو چونکہ یہ بے اختیاری بسبب معصیت کے ہے اسلیے زجر کرنے کے قصد سے اُسکا اعتبار نہ کیا جائیگا حتے کہ اگر شراب پینے سے درد سر پیدا ہوگیا اور درد کے سبب سے عقل جاتی رہی اور اوسی حالت مین طلاق دیدی تو طلاق واقع نہوگی کیونکہ درد کوئی معصیت نہین ہے۔

(۵۵) منتقی مین مذکور ہے اگر کسی نے زبردستی سے اُسکو نشا آور چیز پلا دی اور عقل جاتی رہی اور اوسمین طلاق دیدی تو بعض کے نزدیک واقع نہوگی اسلیے کہ وہ معصیت نہین ہے اور اُسکا حال بدون نشے کے بیہوشی کا سا ہے اور بعض کہتے ہین واقع ہو جائیگی اسلیے کہ زبردستی کرنے سے اگرچہ اسکی حرمت جاتی رہی لیکن عقل تو اوس مسکر کی لذت سے جاتی رہی ہے پس اس زوال عقل کا اعتبار نہوگا اور یہی قول زیادہ تر صحیح ہے اور علی ہذا القیاس بھنگ یا کسی طرح کی شراب جو حبوب کے قسم سے بنائی جائے پیکر طلاق دے تو واقع ہو جائیگی اور مکرہ کے مرتد ہونے کا حکم اسلیے نہین دیا جاتا کہ مرتد ہونیکا مدار اعتقاد پر ہے اور وہ

فى كلامه بالاكراه ولم يعتبر اقراره بالطلاق لانه يحتمل الصدق والكذب والاكراه يرجح كذبه

اسبات کا جو زبردستی اوس سے کہلوائی گئی ہو منعقد نہین ہو اور اقرار بالطلاق اسلیے معتبر نہین ہوتا کہ اوسمین صدق اور کذب کا احتمال ہوتا ہو اور اکراہ سے اوسکے کذب کو ترجیح ہ

(٥٦) اقول لو طرح المصنف لفظ السكران لكان اخصر واحسن لانه معترف فى شرحه بان الصحيح من مذهب الشافعى انه متفق معنا فى السكران وان الخلاف فى المنظومة مذكورة فى المكره فقط فاى فائدة فى بيان ما هو غير صحيح من مذهبه بالزيادة فى كتابه-

(٥٦) مین کہتا ہون اگر مصنف رح (سکران) کا لفظ ذکر نہ کرتا تو بہت مختصر اور بہت پسندیدہ ہوتا کیونکہ اپنی شرح مین وہ اسبات کا مقر ہو کہ امام شافعی رح کا زیادہ تر صحیح مذہب یہی ہو کہ سکران مین وہ ہمارے ساتھ متفق ہین اور منظومہ کے اندر ہمارا اور امام شافعی رح کا اختلاف صرف مکرہ مین مذکور ہو پھر امام شافعی رح کے مذہب غیر صحیح کو اپنی کتاب مین زیادہ کرنے کا کیا فائدہ ہوا-

* * * *

(٥٧) ونعتبر عدده اى عدد الطلاق بالنساء فطلاق الامة يكون ثنتين حرا كان زوجها او عبدا-

(٥٧) ہمارے نزدیک عورتون کے لحاظ سے طلاق کے عدد کا اعتبار ہوتا ہو اسلیے چھوکری کے لیے دو طلاقین ہین خواہ اوسکا خاوند حر ہو یا غلام مردون کی طرف سے اعتبار نہین ہے-

(٥٨) لا بالرجال اى قال الشافعى يعتبر عدده بالرجال حتى يملك الحر ثلثا وان كانت امرأته امة ويملك العبد ثنتين وان كانت زوجته حرة

(٥٨) امام شافعی رح صاحب فرماتے ہین مردون کے لحاظ سے طلاق کے عدد مین کمی یا بیشی ہوتی ہو حتے کہ حر مرد کو تین طلاق کا اختیار رہو اگرچہ اوسکی بیوی چھوکری ہو اور غلام دو طلاقین دے سکتا ہے چاہے اوسکی بیوی حرہ ہی ہو-

(٥٩) لقوله ع م الطلاق بالرجال والعدة بالنساء ولنا قوله ع م طلاق الامة ثنتان وعدتها حيضتان ومارواه محمول على

(٥٩) امام شافعی رح کی دلیل یہ ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو طلاق مردون سے ہے اور عدت عورتون سے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہو کہ چھوکری کے لیے دو طلاقین ہین اور اوسکی عدت دو حیض ہین اور حدیث مذکورۂ بالا آنح

ان الایقاع بالرجال۔

محمول ہو کہ طلاق کا واقع کرنا مردون کے طرف سے ہے۔

(۶۰) ومن ملك امرأته او شقصا اى نصيبا منها او ملكته اى المرأة زوجها او شقصا منه وقعت الفرقة بينهما لان المالكية يمنع ابتداء النكاح فيمنع بقاءه كالمحرمية۔

(۶۰) جو خاوند اپنی بیوی یا اوسکے ایک جزء کا مالک ہو گیا یا جو بیوی اپنے خاوند یا اوسکے ایک جزء کی مالک ہو گئی تو اونمین تفریق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ مالکیت وجود نکاح کے مانع ہو پس اوسکے بقا کے بھی مانع ہو گی جسطرح محرمیت۔

* * * *

(۶۱) ولو اشترته اى حرة زوجها المملوك ثم اعتقته فطلقها فى العدة او خرجت الحربية مسلمة ثم خرج زوجها مسلما بعدها وطلقها فى عدتها يلغيه فيهما اى قال ابو يوسف لا يقع الطلاق فى المسئلتين۔

(۶۱) اگر حرہ عورت نے اپنے خاوند کو جو کسی کا غلام تھا خرید کرکے آزاد کر دیا اور حالت عدت مین اوس خاوند نے اوس عورت کو طلاق دیدی۔ یا یہ ہوا کہ ایک حربیہ عورت مسلمان ہو کر دارالاسلام مین چلی آئی اور پھر اوسکا خاوند اوسکے بعد مسلمان ہو کر چلا آیا اور حالت عدت مین اوسکو طلاق دیدی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دونون صورتونمین طلاق واقع نہوگی۔

(۶۲) واوقعه اى محمد الطلاق فيهما لان العدة قائمة والمعتدة محل للطلاق۔

(۶۲) امام محمد رح کے نزدیک دونون صورتون مین طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ عدت قایم ہے اور معتدہ محل طلاق ہو۔

(۶۳) ولابى يوسف ان الفرقة وقعت بملك احد الزوجين صاحبه او بتباين الدارين فخرجت المرأة من محلية الطلاق وبالعدة لا يثبت المحلية كما فى النكاح الفاسد

(۶۳) امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہو کہ تباین دارین یا بیوی کے خاوند پر مالکیت ہو جانے سے یہان فرقت واقع ہو گئی اور عورت اب محل طلاق نہین رہی اور عدت سے محلیت طلاق نہین ثابت ہو گی جیسے نکاح فاسد کی عدت مین۔

(۶۴) قيد بالاعتاق والمهاجرة لان الطلاق قبلهما لا يقع اتفاقا لان العدة لم يظهر اثرها فى حق الطلاق وانما يظهر اثرها

(۶۴) آزاد کرنے اور ہجرت کرنے کی اسلیے قید لگائی ہو کہ ان دونون سے پہلے اگر طلاق دی ہو تو بالاتفاق واقع نہوگی۔ اسلئے کہ یہان عدت کا اثر وقوع طلاق کے بارہ مین نہوگا بلکہ یہ اثر ہوگا کہ دوسرے خاوند

في حق التزويج بزوج اخر كذا في المصفى۔

نکاح نہ کر سکے گی کذا فے المصفی۔

۶۵، ولم يفرقوا بتفريق الحكمين يعني اذا اختاصم الزوجان فبعثا حكمين ليتكلما فاذا رايا المصلحة في تفريقهما ففرقا بينهما بدون امرهما لا يصح عندنا۔

۶۵، اگر خاوند بیوی مین جھگڑا ہوا اور دونون نے دو شخصون کو پنچ کر دیا کہ باہم گفتگو کر کے فیصلہ کر دین اور اونہون نے خاوند بیوی مین تفریق کو مناسب جانکر بدون اونکے کہنے کے تفریق کر دی تو ہمارے نزدیک یہ تفریق صحیح نہین ہے۔

۶۶، وقال مالك يصح لانهما رضيا بحكمهما مطلقا۔

۶۶، امام مالک فرماتے ہین یہ تفریق صحیح ہے اسلیے کہ دونون خاوند بیوی اونکے حکم سے راضی ہو چکے ہین کیونکہ حکم دیا ہے

۶۷، ولنا انهما انما حكما هما لاصلاح وهذا ليس باصلاح فلا ينفذ۔

۶۷، ہماری یہ دلیل ہے کہ اُن کو خاوند بیوی نے اصلاح کے لیے پنچ مقرر کیا تھا اور تفریق اصلاح نہین ہے اسلیے نافذ ہو گی۔

فصل في الصريح والكناية واضافة الطلاق الى الزمان

فصل صریح اور کنایہ اور طلاق کو کسی زمانہ کی طرف نسبت کرنے کے بیان مین

۶۸، ولا يحتاج صريحه الى النية لان الصريح موضوع للطلاق شرعا فكان حقيقة فيه فاستغنى عن النية حتى لو قال اردت به الطلاق عن وثاق لايصدق قضاء ولو قال اردت به الطلاق عن العمل لايصدق ديانة ايضا لانه لرفع القيد والعمل ليس بقيد كذا في التبيين۔

۶۸ صریح طلاق مین کچھ نیت کرنے کی ضرورت نہین ہے اسلیے کہ شرعاً صریح طلاق کا لفظ طلاق کے لیے موضوع ہے پس طلاق اوسکے معنے حقیقی ہین اور نیت کی حاجت نہین ہے حتے کہ اگر صریح طلاق کا لفظ کہا اور یہ کہا کہ مین نے قید سے رہائی مراد لی تھی تو عند القاضی اوسکا اعتبار نہوگا اور اگر کہا مین نے تو کار بار سے رہائی مراد لی تھی تو عند اللہ بھی معتبر نہوگا اسلیے کہ طلاق رفع قید کے لیے موضوع ہے اور کام دہندا قید مین داخل نہین ہے۔ کذا فے التبیین۔

(٦٩) كطالق ومطلقة وطلقتك فيقع واحدة رجعية بهذه الالفاظ۔

(٦٩) صریح طلاق کے یہ الفاظ ہین جیسے تو طلاق پانیوالی یا طلاق دی گئی ہے یا مین نے تجھکو طلاق دیدی ان الفاظ کے کہنے سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جائیگی۔

(٧٠) وفي المحيط قال انت طال بترخيم القاف حالة الرضا لا يقع ما لم ينو لانه كالكناية ولو قال يا طال يقع وان لم ينو لان الترخيم يجري كثيرا في المنادى فصار كانه افصح بالقاف ولو تهجى به تطلق اذا نوى بخلاف ما لو تهجى باية السجدة حيث لا يلزمه السجدة لانها متعلقة بالقراءة وهي منعدمة في الهجاء

(٧٠) محیط مین مذکور ہے اگر رضامندی کے حالت مین کہا اَنْتِ طَالِ بترخیم قاف، تو تاوقتیکہ طلاق کی نیت نہو گی طلاق نہ واقع ہو گی اسلیے کہ وہ مثل کنایہ کے ہے اور اگر کہا اے طَالِ تو اگرچہ نیت نہ کی ہو طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ منادی مین ترخیم کثرت سے استعمال کیجاتی ہے تو ایسا ہوا جیسے اے طالق کہا اور اگر طلاق کی ہجے کردین تو اگر طلاق کی نیت کی ہو طلاق واقع ہو جائیگی بخلاف آیت سجدہ کے کہ اگر سجدہ کی آیت کی کوئی ہجے کرے تو اسپر سجدہ نہ واجب ہوگا اسلیے کہ سجدہ قرات کے متعلق ہے اور ہجے کرنے سے قرات نہین پائی جاتی۔

(٧١) ونلغي نية الثلث والثنتين۔

(٧١) ہمارے نزدیک الفاظ مذکورہ بالا سے تین یا دو کی نیت کرنا لغو سمجھا جائیگا۔

(٧٢) وقال الشافعي يصح نية الثلث من هذه الالفاظ لانها تدل على الطلاق لغة وهو محتمل للعدد ولهذا اجاز تفسيره به فيصح نيته كما صح نية الثلث فيما اذا قال لامرأته طلقي نفسك۔

(٧٢) امام شافعی رح فرماتے ہین ان الفاظ سے تین یا دو کی نیت ہو سکتی ہے اسلیے کہ لغت کے اعتبار سے یہ الفاظ طلاق پر دلالت کرتے ہین اور وہ عدد کو محتمل ہے اسی لیے عدد کے ساتھ اوسکی تفسیر ہو جاتی ہے پس عدد کی نیت اوس سے صحیح ہو گی جیسے اگر بیوی سے کہے اپنی جان کو تو طلاق دے تو تین طلاق کی نیت درست ہوتی ہے۔

(٧٣) ولنا ان قوله انت طالق واخواته خبر وهو انما يصدق اذا اتصفت المرأة بالطلاق

(٧٣) ہماری دلیل یہ ہے کہ اوسکا انت طالق وغیرہ کہنا خبر ہے اور وہ جب صادق ہو سکتا ہے کہ خبر دینے سے قبل عورت طلاق کے ساتھ متصف ہو تو کلام کے

قبل الاخبار فثبوت الطلاق لها يكون بالاقتضاء لضرورة تصحيح الكلام والثابت بالضرورة يندفع بالواحدة فلا يصح فيه نية الثنتين والثلث لان الطلاق غير ثابت فيما وراء الواحدة فلا يعمل النية في المعدوم فاذا ثبت الطلاق واحدا عند الاخبار يقع واحدا عند الانشاء رعاية للاصل والمذكور بعد طالق من العدد ليس تفسيرا لوصفه بل تغيير لانه نعت مصدر محذوف اى طلاقا ثلاثا بخلاف قوله طلقي لان ثبوت التطليق هناك ليس على طريق الاقتضاء وامانية الثلث في قوله انت بائن فانما يصح لان البينونة متنوعة خفيفة وغليظة فيصح فيه نية احد النوعين منه والطلاق ليس كذلك لانه عبارة عن رفع قيد والعدم لا يتنوع۔

صحیح کیونکہ ضرورت سے بالاقتضا اوسکو طلاق ثابت ہوجاتی ہے اور جو ثابت بالضرورت ہے وہ ایک طلاق ہے کیونکہ اوس سے ضرورت مندفع ہوجاتی ہے اسلیے دو یا تین کی نیت صحیح نہوگی کیوں کہ ایک سے سوا بین طلاق پائی ہی نہیں جاتی اور جب نہیں پائی جاتی تو معدوم کی نیت کرنے سے کیا ہوتا ہے اور جب اخبار کے وقت ایک طلاق ثابت ہوتی ہے تو طلاق واقع کرتے وقت بھی ایک ہی طلاق ثابت ہوگی اوسی قاعدہ کے لحاظ سے اور طالق کے بعد جو عدد مذکور ہوتا ہے وہ وصف طالق کے تفسیر نہیں ہوتا بلکہ تغییر ہوتا ہی اسلیئے کہ وہ ایک مصدر محذوف کی صفت ہوتا ہے یعنی طلاقًا ثلثًا بخلاف طلقی کی کہ وہاں پر طلاق کا ثبوت بالاقتضاء نہیں ہے اور انت بائن میں تین کی نیت اسلیئے صحیح ہوجاتی ہے کہ بینونت کی دو قسمیں ہیں خفیفہ اور غلیظہ اور بائن سے ان دونوں قسموں میں سے ایک قسم کی نیت ہوسکتی ہے اور طلاق ایسی چیز نہیں ہے اسلیئے کہ طلاق رفع قید کا نام ہے اور عدم منقسم نہیں ہوتا

(۴۷) ويقع بانت الطلاق وطالق الطلاق وطالق طلاقا اى انت طالق طلاقا واحدة اى طلقة واحدة

(۴۷) اگر کہے اَنتِ الطلاق یا اَنتِ طالِقُ الطَّلَاق یا اَنتِ طَالِقٌ طَلَاقًا تو ایک طلاق پڑتی ہے (واحدۃ) ترکیب میں (یقع) کا فاعل ہے

وهو فاعل يقع الا ان ينوى الثلث فان نواها فى هذه الالفاظ وقعن والغينا الثنتين يعنى نية الثنتين لايصح فى هذه الالفاظ۔

اگر الفاظ مذکورہ بالا سے تین طلاق کے واقع کرنے کی نیت کرلی تو تین طلاق واقع ہو جائینگی اور ہمارے نزدیک اگر دو طلاق کی یہاں نیت کرے تو صحیح نہیں ہے

(۷۵) وقال زفر يصح لان الثنتين بعض الثلث فاذا صح نية الثلث يصح نية الثنتين۔

(۷۵) امام زفر رحمہ فرماتے ہیں اگر دو کی نیت بھی کرلی تو صحیح ہے اسلیے کہ دو جزء ہیں تین کا جب تین کی نیت درست ہوی دو کی بھی لامحالہ درست ہوگی۔

(۷۶) ولنا ان الطلاق اسم جنس ومعنى الوحدة مراعى فيه لسائر اسماء الاجناس فاذا لم ينو فيه شيئا يحمل على الواحدة حقيقة لانه متيقن واذ انوى الثلث يصح لانه جنس واحد حكما وان نوى الثنتين يلغو لانه عدد والفظ لايحتمله كما لو حلف لايشرب الماء لو نوى جميع المياء لايصح لانه واحد حكما وان لم ينو ينصرف الى ادنى ما يطلق عليه اسم الماء وان نوى قدحا وقدحين لايصح لانه ليس بفرد حقيقة وحكما۔

(۷۶) ہماری دلیل یہ ہے کہ طلاق اسم جنس ہے اور وحدت کے معنے اوسمیں ملحوظ ہیں جیسے تمام اسماء جنس میں ملحوظ ہوا کرتے ہیں پس جب کسی کی نیت نہو گی تو اوس سے ایک طلاق حقیقۃً مراد ہوگی اسلیے کہ وہ یقینی ہے اور اگر تین کی نیت کرلی تب بھی صحیح ہو جائیگی کیونکہ حکما وہ بھی ایک جنس ہے مگر جس وقت دو کی نیت کی تو لغو ہوگی اسلیے کہ وہ عدد ہے اور لفظ طلاق کسی طرح اوسکو محتمل نہیں ہے جسطرح کوئی شخص قسم کھائے کہ پانی نہ پیونگا اگر تمام پانی مراد لے تو نیت صحیح ہو جائیگی کیونکہ وہ حکما واحد ہیں اور اگر کچھ نیت نہیں کی تو اوس سے کم سے کم اوسقدر پانی جسپر پانی کا اطلاق آتا ہو مراد ہوگا اور اگر پیالہ یا دو پیالی پانی مراد لیا تو صحیح نہوگا اس لیے کہ وہ نہ تو حقیقت میں واحد ہے اور نہ حکما واحد ہے۔

(۷۷) وان نوى بقوله طالق واحدة وبالطلاق طلقة اخرى صدق لان كلا منهما يصلح للايقاع ولو كانت زوجته امة فقال لها

(۷۷) اگر کہا انت طالق الطلاق اور طلاق سے ایک طلاق اور الطلاق سے دوسری طلاق مراد لی تو سچا سمجھا جائیگا اسلیے کہ اون دونوں میں سے ہر ایک ایقاع طلاق کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسیطرح اگر بیوی چھوکری ہے

انت الطلاق صح نية الثنتين لانهما جنس الطلاق فی الامة۔

اور اوس سے کہا انت الطلاق تو دو طلاق کی نیت صحیح ہی کیونکہ جو کری ہی کے حقمین دو طلاقین جنس واحد سمجھی جائینگی۔

(۷۸) ولفتقر كنايته ايها ای كناية الطلاق محتاجة الى النية حالة الرضاء لان الكنايات الفاظ غير موضوعة للطلاق بل محتملة له فلابد من النية لتعين المراد والقول قوله فی انكار النية مع اليمين۔

(۷۸) رضامندی کی حالتمین اون الفاظ کے اندر جو صراحۃً طلاق پر دلالت نہین کرتے طلاق کی نیت ضروری ہے اسلیے کہ کنایات اس قسم کے الفاظ ہین جو طلاق کے لیے موضوع نہین ہین بلکہ محتمل طلاق کے ہین پس اون مین تعین مراد کے لیے نیت طلاق ضروری ہی اور اگر خاوند نے نیت طلاق سے انکار کیا تو خاوند کا قول معتبر ہوگا اور اوس سے حلف لے لیا جائیگا۔

(۷۹) کبائن فانها يحتمل البينونة من النكاح والخليات بتلة بتة كلاهما بمعنى القطع ای منقطعة من النكاح او من الاقارب حرام وهو يحتمل حرمة الصحبة لسوء خلقها حبلك على غاربك وهو مبنیٔ على التخلية لان الناقة اذا ارسلت يلقی حبلها على غاربها وهو ما بين العنق والسنام يعنی انت مرسلة من حبل النكاح او من حبل الحياء الحقی باهلك يحتمل لحوقها لكونها مادونة ولحوقها لكونها مطلقة خلية برية من النكاح او من حسن الخلق وهبتك لاهلك يحتمل ان يكون معناه عفوت عن ذنبك لاجل

(۷۹) جو الفاظ صراحۃً طلاق پر نہین دلالت کرتے بلکہ کنایۃً دلالت کرتے ہین وہ اس قسم کے الفاظ ہین جیسے (تو جدا ہی) کہ اوس سے نکاح سے جدائی بھی مراد ہوسکتی ہی اور بھلائیون سے بھی جدائی مراد ہوسکتی ہی اور (الگ ہی) خواہ نکاح سے جدا ہونیوالی یا اپنے اقارب سے جدا ہونیوالی اور (حرام ہی) اس مین یہ بھی احتمال ہوسکتا ہی کہ اپنی بدمزاجی کے سبب سے پاس بیٹھنے سے محروم ہی اور (تیری رسّی کندھے پر ہے) اور اسمین چھوڑنے کی طرف اشارہ ہی اسلیے کہ جب اونٹنی کو چھوڑتے ہین تو اوسکی رسی کندھے پر ڈال دیتے ہین۔ غارب گردن اور کوہان کے درمیان کا نام ہی۔ اب اسمین بھی دو احتمال ہین یا تو یہ مراد ہو کہ نکاح کے رسی سے تو چھوٹ گئی یا حیا کی رسی سے اور (اپنے باپ کے گہر کو چلے جا) یا تو باپ کے گہر کو جانے کی اجازت مراد ہو یا طلاق کی وجہ سے چلا جانا مراد ہو اور (چھوٹی ہوئی اور علیحدہ ہی) یا تو نکاح سے یا اچھی عادتون سے اور (مین نے تجھکو تیرے عزیزون کے لیے بخشدیا) یہ معنے بھی ہوسکتے ہین کہ اونکے خاطر سے تیرا قصور معاف

اهلك سرحتك فارقتك يحتمل التسريح والمفارقة بالطلاق او بغيره امرك بيدك في حق الطلاق او في حق اخر انت حرة عن حقيقة الرق او رق النكاح تقنعي استتري تخمري لانك بائن مني او لئلا ينظر اليك اجنبي اخرجي اغربي بالغين المعجمة والراء المهملة اي ابعدي عني لاني طلقتك او لزيارة اهلك ويحتمل ان يكون بالزاء المعجمة وبالعين المهملة من العزوبة اذهبي قومي ابتغي الازواج يحتمل الازواج من الرجال لانها مطلقة او الازواج من النساء۔

کر دیا اور مین نے تجھکو رہا کر دیا اور جدا کر دیا، نکاح سے یا اور کسی چیز سے اور تیرا کام تیرے ہاتھ مین ہے، طلاق کے بارہ مین یا کسی اور چیز مین اور تو آزاد ہے، اسبات سے کہ کسی کی چھوکری ہو یا نکاح سے اور پردہ کر اور اپنے آپ کو چھپا اور چادر اوڑھ لے، یا تو اسلیئے کہ تو مجھسے بے تعلق ہو گئی یا اسلیے کہ کوئی غیر تیری طرف نہ دیکھے اور نکل جا اور دور ہو جا، یعنے مجھسے دور ہو جا اسلیے کہ مین نے تجھے طلاق دیدی یا اپنے گھر والون سے ملاقات کرنے کو اور یہ ہو سکتا ہے کہ اعزبی، عزوبت سے مشتق ہو اور عزب بے خاوند کے عورت کو کہتے ہین اور چلی جا اور اٹھ جا اور جوڑے ڈھونڈھ لے، یعنے خاوند ڈھونڈھ لے اسلیے کہ تو مطلقہ ہے یا اپنی جوڑ کی بہنا پنین اپنے لیے تلاش کرلے۔

۸۰، ويقع البينونة حال مذاكرة الطلاق وهي ان تطلب المرأة او اجنبي طلاقها في القضاء بما يصلح من الكنايات جوابا لا ردا وهي خلية وبرية بائن بتة حرام اعتدي امرك بيدك اختاري ولا يصدق الزوج في هذه الالفاظ ان قال لم اردبها الطلاق لان الظاهر انه مراده عند طلب المرأة الطلاق۔

(۸۰) اگر عورت نے خاوند سے طلاق چاہی یا کسی اور نے اوسکے لیے طلاق چاہی اور خاوند نے اس اثنا میں ایسا لفظ کہا کہ جس سے طلاق کا کنایہ ہوتا ہے اور وہ جواب ہی ہو سکتا ہے اور دوسرے کے کلام کا رد نہین ہو سکتا جیسے تو چھوٹی ہوئی ہے یا تو علحدہ ہے یا جدا ہے یا حرام ہے یا دن پورے کرلے یا تجھکو اپنے کام کا اختیار ہے یا تو اختیار لیلے۔ تو عند القاضی عورت پر طلاق بائن پڑ جائیگی اور اگر خاوند نے کہا مین نے اس سے طلاق مراد نہین لی تھی تو اوسکی تصدیق نہ کیجائیگی اسلیے کہ ظاہر مین یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب عورت نے

دیا

(٨١) قيد بالقضاء لانه يصدق ديانة فيما بينه وبين الله تعالى

(٨١) عند القاضی کی قید اسلیے لگائی ہی کہ فیما بینہ وبین اللہ تعالے اوس کی تصدیق کیجائیگی اور اوسکا قول معتبر ہوگا۔

(٨٢) فان انكرها اي الزوج النية في حال مذاكرة الطلاق صدق فيما يصلح لهما اي للجواب والرد وهي اخرجي واذهبي وقومي وتقنعي وتخمري واستتري واغربي وانت حرة وحبلك على غاربك ووهبتك لاهلك والحق ابو يوسف بهذه الالفاظ خمسة اخرى وهي خليت سبيلك وفارقتك وسرحتك ولا ملك لي عليك ولا سبيل لي عليك والحقي باهلك فان هذه الالفاظ تحتمل رد المرأة عن طلبها وان يكون جوابا لها۔

(٨٢) اگر اثناے ذکر طلاق مین خاوند نے اس قسم کا لفظ کہا جسمین دوسرے کے کلام کے رد کا بھی احتمال ہی اور اسکے جواب کا بھی احتمال ہی۔ اور پھر خاوند نے کہا مین نے طلاق کی نیت نہین کی ہی تو اوسکی تصدیق کیجائیگی اور وہ الفاظ یہ ہین کہ نکلجا چلی جا اوٹھ جا صورت مت دکہا سر ڈہک لے سامنے مت آ دور ہو جا تو آزاد ہے تیری رسی تیری گردن پر ہے مین نے تجھکو تیرے عزیزون کے لیے بخشدیا اور امام ابو یوسف رح نے ان کے ساتھ پانچ لفظ اور بھی ملحق کیے ہین وہ یہ ہین مین نے تیرا پیچھا چھوڑدیا مین نے تجھے جدا کردیا مین نے تجھے رہا کردیا مین تیرا مالک نہین ہون مجھے تیرے اوپر کچھ دخل نہین اور اپنے گھر کو چلی جا یہ الفاظ اس قسم کے ہین کہ عورت جو طلاق چاہتی ہے اوسکی بات کا رد بھی ہوسکتے ہین اور جواب بھی ہوسکتے ہین۔

(٨٣) ويصدق الزوج في انكار النية حالة الغضب الا فيما يصلح جوابا لا غير اي لا يصلح للرد والسب فان غضبه يدل على انه اراد الطلاق الا يرى ان من قال لغيره حالة الرضا لست لابيك لا يكون قاذفا ولو قاله في حالة الغضب يكون قاذفا

(٨٣) اگر خاوند نے غصہ کی حالت مین الفاظ کنایہ مین سے کوئی لفظ کہا اور کہا کہ مین نے طلاق کی نیت نہین کی ہی تو یہ اوسکا کہنا سچ سمجھا جائیگا بجز ان الفاظ کے کہ وہ صرف جواب ہی واقع ہوسکتے ہین اور دوسرے کے کلام کا رد نہین ہوسکتے اور نہ وہ گالی مین استعمال کیے جاتے ہین اسلیے کہ اگر اس قسم کا لفظ کہیگا تو اوسکا انکار معتبر نہوگا اور اوسکا غصہ اسبات کی دلیل ہوگا کہ اوس سے طلاق مراد لی ہی دیکھو جو کوئی بغیر غصہ کے کسی سے کہے تو اپنے باپ کا بیٹا

وهي اختاري واعتدي وامرك بيدك واما خلية وبرية وبائن وبتة وبتلة وحرام فيحتمل الجواب والسب فان قال اردت بها السب حالة الغضب يصدق۔

نہین ہی تو یہ قذف بالزنا نہ سمجھا جائیگا اور اگر غصہ کی حالتمین کہیگا تو قاذف ہو جائیگا اور وہ الفاظ جو صرف جواب ہوسکتے ہین یہ ہین۔ تو اپنا اختیار لیلے۔ اور دن پورے کر اور تیرا کام تیرے ہاتھ مین ہے۔ اور سوائے انکے جو یہ الفاظ ہین کہ تو چھوٹی ہوئی ہے۔ اور علحدہ ہے۔ اور جدا ہے۔ اور بے تعلق ہے اور حرام ہے تو انمین جواب ہونے کی بھی صلاحیت ہے اور گالی مین بھی احتما

(۸۴) ونجعلها اي الكنايات بوائن۔

(۸۴) ہمارے نزدیک الفاظ کنایات سے جو طلاقین واقع ہوتی ہین وہ بائن ہوتی ہین رجعی نہین ہوتین۔

(۸۵) لا رواجع اي قال الشافعي الطلقات الثابتة بهذه الالفاظ رواجع لانها كنايات عن الطلاق ولهذا يشترط فيها نية الطلاق فيكون الواقع بها طلاقا۔

(۸۵) امام شافعی رح فرماتے ہین کنایات سے جو طلاق واقع ہوتی ہے وہ رجعی ہوتی ہے اسلیے کہ طلاق سے یہ کنایہ ہوتی ہین اسی لیے انمین نیت طلاق شرط کیگئی ہے پس انسے جو واقع ہوگی وہ طلاق ہوگی۔

(۸۶) ولنا ان الحاجة ماسة الى اثبات البينونة في الحال كيلا يقع في مراجعتها بلا قصد والكنايات ابلغ في الدلالة عليها ولا نسلم انها كنايات عن الطلاق لانها يعمل عمل نفسها وهو البينونة وشرط النية فيها التعين بعض محتملاتها لا انها يعمل عمل الصريح وتسميتها كنايات مجاز۔

(۸۶) ہماری دلیل یہ ہے کہ بسا اوقات اسبات کی حاجت واقع ہوا کرتی ہے کہ اوسیوقت علحدگی ہو جائے تاکہ بلا قصد اوس سے مراجعت نہ کر بیٹھے اور کنایات اس معنے پر پوری پوری دلالت کرتے ہین اور ہم نہین مانتے کہ وہ طلاق سے کنایہ ہین بلکہ وہ اپنا خود اثر یعنے بینونت ثابت کردیتے ہین اور نیت اسلیے شرط ہے تاکہ کئی احتمالون مین سے ایک احتمال کی تعیین ہو جائے یہ بات نہین ہے کہ وہ صریح طلاق کا اثر کرتے ہین اور اونکا نام کنایہ تو رکھنا مجازا ہے

(۸۷) ويصح نية الثلث والغينا الثنتين في الكنايات۔

(۸۷) کنایات کے اندر تین طلاق کی نیت کرلی صحیح ہے دو طلاق کی نیت کی تو لغو ہوگا۔

(٨٨) خلافا لزفر له ما مر من الدليل في الصريح ولنا ان البينونة بين الشيئين متنوعة في الحسيات لانهما قد يحتمل اتصالهما وقد لا يحتمله فكذا تنوعت في الشرعيات والطلاق عبارة عن رفع القيد وهو واحد لا يتصور الكثر من واحد۔

(٨٨) امام زفرؒ فرماتے ہیں اگر دو طلاق کی بھی کنایات کے اندر نیت کر لی تو صحیح ہے اور اونکی وہی دلیل ہے جو صریح طلاق کے اندر بیان ہو چکی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جسطرح موجودات خارجیہ میں دو قسم کی جدائی ہوتی ہے کہ بعض میں تو اشیں کا اتصال ممکن ہوتا ہے اور بعض میں اتصال کا احتمال نہیں ہوتا اسیطرح شرعیات میں بینونت کی دو قسمیں ہیں یعنے خفیفہ اور غلیظہ اور طلاق نام ہے رفع قید نکاح کا وہ ایک ہی چیز ہے جسکی قسمیں نہیں نکل سکتیں۔

(٨٩) ولم يوقعوا بها اي بالكنايات بلانية ثلثا بل قالوا يقع بالكناية واحدة لان الحرمة يثبت بها وهي اولى بالايقاع ليمكنه التدارك۔

(٨٩) کنایات طلاق سے بدون تین طلاق کی نیت کیے تین طلاقیں نہیں واقع ہو سکتیں بلکہ سب کا یہی قول ہے کہ بلا نیت تین طلاق کے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسلیے کہ ایک سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے پس ایک ہی کا واقع کرنا مناسب ہے تاکہ پھر اسکا تدارک ہو سکے۔

(٩٠) ولم يخصوا نية الواحدة بغير المدخول بها بل قالوا يصح نية الواحدة مدخولا بها كانت او غيرها۔

وقال مالك ان كانت مدخولا بها يقع بالكناية ثلث وان لم ينو لان مقتضاها التحريم والحرمة انما يثبت بالثلث وان كانت غير مدخول بها فانما تبين بواحدة فقط لانها كافية في تحريمها كما في الصريح

(٩٠) غیر مدخولہ کے ساتھ ایک کی نیت کرنا خاص نہیں ہے بلکہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ایک کی نیت سب میں صحیح ہے مگر امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر مدخولہ ہے تو کنایہ سے تین طلاقیں اوسکی اوپر واقع ہو جاینگی چاہے تین کی نیت کرے یا نہ کرے اسلیے کہ اسکا مقتضے حرام ہونا ہے اور حرمت بدون تین طلاقوں کے ثابت نہیں ہوتی اور اگر غیر مدخولہ ہے تو وہ ایک ہی طلاق سے جدا ہو جایگی اسلیے کہ اوس کے حرام ہونے کے لیے ایک ہی طلاق کافی ہے جسطرح طلاق صریح میں۔

(٩١) واوقعنا بانت واحدة واحدة رجعية كاعتدى واستبرى رحمك لا بائنة يعنى هذه الالفاظ كنايات بالاتفاق لان الواحدة يحتمل ان يكون صفة طلقة اى انت طالق طلقة واحدة وان يكون صفة امرأة اى انت منفردة فى الجمال وقيل ان نصب واحدة يكون صفة طلقة وان رفعها يكون صفة امرأة والصحيح ان لا فرق بينهما لان العوام لا يميزون الاعراب وكذا امره باعتدادها يحتمل عد نعم الله وعد الاقراء لسبق الطلاق وكذا براءة رحمها يجوز ان يكون ليطلقها او بعد ما طلقها لكن يقع بها رجعية عندنا۔

(٩١) ہمارے نزدیک اگر عورت سے کہا تو واحدہ ہے تو ایک رجعی طلاق واقع ہوگی جیسے اگر کہے شمار کرلے یا اپنے رحم کو پاک کرلے تو ہمارے نزدیک ایک رجعی واقع ہوتی ہے یعنے اگرچہ بالاتفاق یہ الفاظ کنایات ہین اسلیے کہ واحدہ مین احتمال ہے کہ طلاق کی صفت ہو یعنے تجھپر ایک طلاق ہے اور ہوسکتا ہے کہ عورت کی صفت ہو یعنے حسن و جمال مین تو یکتا ہے بعض کہتے ہین اگر واحدةً نصب سے کہا ہے تب تو طلاق کی صفت ہے اور اگر رفع سے واحدةٌ کہا ہے تو عورت کی صفت ہے مگر صحیح یہ ہے کہ دونون مین کچھ فرق نہین ہے اسلیے کہ عوام کو اعراب مین کیا تمیز ہوتی ہے۔ اسیطرح یہ جو اسنے کہا (شمار کرلے)، ہوسکتا ہے یہ مراد ہو کہ خدا کی نعمتین شمار کر یا حیض شمار کر کہ تجھکو طلاق دیدی گئی ہے اسیطرح یہ جو کہتا ہے کہ (اپنے رحم کو پاک کرلے) یا تو اسلیے کہ وہ طلاق دینا چاہتا ہے یا اسلیے کہ طلاق دیچکا ہے۔ باوجودیکہ یہ تینون الفاظ مذکورہ کنایہ کے الفاظ ہین مگر ہمارے نزدیک ان سے طلاق رجعی واقع ہوگی۔

❖ ❖ ❖ ❖

❖ ❖ ❖ ❖

(٩٢) وقال زفر يقع بائنة لانها كسائر الكنايات۔

(٩٢) امام زفر رح فرماتے ہین یہ بھی مثل اور کنایات کے ہے جسطرح ان سے بائن ہوتی ہے اسیطرح ان سے بھی بائن۔

(٩٣) ولنا ان واحدة نعت طلقة وهى صريحة واما اللفظ الثانى فلانه عم قال لسودة اعتدى ثم راجعها واما الثالث فلانه صريح بما هو المقصود فى اعتداد الاقراء وهو براءة الرحم

(٩٣) ہماری دلیل یہ ہے کہ واحدة جس تقدیر پر طلاق کی ہے تو وہ تو گویا صریح طلاق ہے اور دوسرا لفظ اسلیے طلاق رجعی کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ سے فرمایا تھا اور پھر رجوع فرما لیا اور تیسرا لفظ یعنے اپنے رحم کو پاک اسلیے طلاق رجعی ہے کہ حیضون کے شمار کرنے سے مقصود یعنے رحم کا پاک ہونا اوسکے اوپر صراحةً یہ لفظ دلالت کرتا

فاذا نوى ان يكون البرأة لكونها مطلقة يثبت اصل الطلاق بلا احتياج الى اثبات وصف زائد وهو البينونة هذا اذا قاله للمدخول بها وان قاله لغير المدخول بها يجعل مستعاراً محضاً عن الطلاق لانه سببه فى الجملة وان لم يكن سببا له فى هذه الحالة۔

پس جب اوسنے یہ ارادہ کیا کہ اپنے رحم کو پاک کرے اسلیے کہ تو مطلقہ ہے تو اصل طلاق ثابت ہو گی اور ایک زائد صفت یعنے بینونت کے ثابت کرنے کی ضرورت نہوگی مگر یہ جب ہے کہ مدخولہ سے کہے اور اگر غیر مدخولہ سے کہا تو اوسکے بھی محض طلاق کے لیے استعارہ کرلینگے اسلیے کہ طلاق اوسکا سبب فی الجملہ ہے اگرچہ یہان طلاق سبب استبراء رحم نہین ہے۔

* * * * *

(۹۴) وله جعل الواحد فى المدخول بها ثلثا يعنى اذا طلق امرأته المدخول بها طلقة واحدة وقال فى عدتها جعلتها ثلثا كانت ثلثا عند ابى حنيفة وقالا لا يكون لان الواحد لا يكون ثلثا وله ان الواحد يصير ثلثا بضم اثنين اليها فيحمل كلامه عليه صونا عن الالغاء فكانه قال جعلتها ثلثا بضم اثنين اليها فيقع الثلث كما لو صرح بذلك۔

(۹۴) مدخولہ کو ایک طلاق دیکر خاوند کو ممکن ہے کہ اوسکی عدت مین اوس ایک کو تین کر دے یعنے اگر ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو ایک طلاق دی اور اوسکی عدت مین کہدیا کہ مین نے اوس ایک طلاق کو تین طلاق کر دیا تو امام صاحب رحمہ کے نزدیک تین ہو جائینگی اور صاحبین رحمہ کے نزدیک نہین اسلیے کہ ایک طلاق تین طلاق نہین ہوسکتین امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایک کے ساتھ دو ملا دی جائین تب تو وہ تین ہوسکتی ہین اور اوسکا یہ کلام اسی پر محمول کیا جائیگا تاکہ لغو ہونے سے محفوظ رہے اور جب اوسنے کہا مین نے ایک کو تین کر دیا تو گویا یہ کہا کہ ایک کے ساتھ دو ملا کر تین کر دیا پس تین واقع ہونگی جسطرح صراحۃً کہتا کہ مین نے اوس ایک کے ساتھ دو طلاقین اور ملا دین۔

(۹۵) وابطل محمد جعلها اى جعل الزوج الطلقة الرجعية فى عدتها بائنة وقالا لا يبطل۔

(۹۵) امام محمد رحمہ کے نزدیک اگر رجعی طلاق کو عدت کی حالت مین خاوند بائن کر دے تو باطل ہے بخلاف امام صاحب رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے۔

(۹۶) وفى المحيط هذا اذا كان قبل الرجعة لانه لو راجعها ثم قال جعلتها بائنة لا يصح اتفاقا لانه

(۹۶) محیط مین مذکور ہے یہ جب ہے کہ رجعت سے قبل اوسکو بائن کرے اور اگر رجعت کے بعد اوسکو بائن کیا تو بالاتفاق صحیح نہین ہے اسلیے کہ رجوع کر لینے سے طلاق کا عمل

بالرجعة ابطل عمل الطلاق نتعذر جعلها بائنة۔

بالکل باطل ہو گیا پس اوس کا بائن کرنا ناممکن ہے۔

(۹۷) له ان الزوج لا يملك ان يبطل خيار الرجعة بعد ما ثبت له شرعا ولهما انه كان يملك جعله بائنا ابتداء فدل انه داخل في ولايته فيصح الحاق هذا الوصف به تصحيحا لتصرفه وتحصيلا لغرضه۔

(۹۷) امام محمد رحمہ صاحب کی دلیل اسبات پر کہ طلاق رجعی کو بائن نہیں کر سکتا یہ ہے کہ بعد اسبات کے کہ شرع نے اوسکو رجعیت کا اختیار دے دیا ہے وہ اوس اختیار کو باطل نہیں کر سکتا ہے اور ان دونوں کی دلیل یہ ہے کہ ابتداء اُس طلاق کو بائن کر سکتا تھا پس اس سے معلوم ہوا کہ اوس کا بائن کرنا اوسکی اختیار میں ہے لہذا وصف بینونت کو اب بھی اپنی غرض حاصل کرنے اور اپنے تصرف کے صحیح کرنے کے لیے ثابت کر سکتا ہے۔

(۹۸) ولو قال لست امرأة لي او لست زوجك او ما انا اى ما انا بزوج لك او ما انت لي بامرأة فهو واقع بالنية اى الطلاق واقع عند ابي حنيفة اذا نويه والغياه اى قالا لا يقع الطلاق۔

(۹۸) اگر بیوی سے کہا تو میری بیوی نہیں ہے یا میں تیرا خاوند نہیں ہوں یا نہیں ہوں میں تیرا خاوند یا نہیں ہے تو میری بیوی اور اس سے طلاق کی نیت کی تو امام حنیفہ کے نزدیک واقع ہو جائیگی بخلاف صاحبین رحمہما اللہ کے کہ اُنکے نزدیک لغو سمجھا جائیگا۔

✦ ✦ ✦ ✦

(۹۹) اقول لو لم يرد ف لكان احسن لانه في طرف النفي۔

(۹۹) میں کہتا ہوں اگر صاحبین رح کا مذہب ذکر کیا جاتا تو مناسب ہوتا اسلیئے کہ وہ ہمارے مذہب سے جانب نفی میں واقع ہے۔

(۱۰۰) قيد بالنيه لانه اذا لم ينويه لا تطلق اتفاقا۔

(۱۰۰) نیت طلاق کی اسلیے قید لگائی ہے کہ اگر نیت نہیں کی تو بالاتفاق نہ واقع ہو گی۔

(۱۰۱) وفي الخانية لو قالت طلقني فقال لست لي امرأة يقع به الطلاق اتفاقا من غير نية

(۱۰۱) خانیہ میں مذکور ہے اگر بیوی نے خاوند سے کہا تو مجھے طلاق دیدے اور خاوند نے کہا تو میری بیوی نہیں ہے تو بالاتفاق طلاق واقع ہو جائیگی اور نیت کی ضرورت نہیں ہے۔

(۱۰۲) لهما ان هذه الالفاظ انكار للنكاح فلا يصح نية الطلاق

(۱۰۲) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ ان الفاظ میں نکاح سے انکار ثابت ہوتا ہے اور جس چیز میں نکاح سے

تو

مما هو انكار له كما لو قال والله ما انت بامرأتي وله ان هذه العبارات صالحة لانشاء الطلاق ايضا فاذا نوى الطلاق فقد نوى ما يحتمل لفظه بخلاف ما استشهدا به لان اليمين انما يقترن بالاخبار فلم يمكن جعله انشاء۔

انکار پایا جائے اُس سے طلاق کی نیت نہین کرسکتے جیسے کہ خدا کی قسم تو میری بیوی نہین ہی اور امام صاحب رح کی یہ دلیل ہو کہ یہ الفاظ طلاق واقع کرنیکی بھی صلاحیت رکھتے مین پس جب اُن سے طلاق کی نیت کی تو ایسی چیز کی نیت ہولی جسکے یہ الفاظ محتمل مین بخلاف اُس صورت کے جس سے صاحبین رح نے استشہاد کیا ہو اسلیے کہ قسم تو خبر کے ساتھ متعلق ہوا کرتی ہو اور اوس کو انشاء کرہی نہین سکتے۔

(١٠٣) وفي المحيط لو قال طلاقك علىّ واجب فالصحيح انه يقع ولو قال لعبده عتقك علىّ واجب لا يعتق والفرق ان نفس الطلاق لا يكون واجبا وانما الواجب حكمه وذا لا يكون الا بعد الوقوع ونفس العتق يجب في الجملة كما في النذر۔

(١٠٣) محیط مین مذکور ہو اگر بیوی سے کہا تیری طلاق میرے اوپر واجب ہی تو صحیح یہ ہو کہ واقع ہو جایگی اور اگر غلام سے کہا کہ تیرا آزاد کرنا میرے اوپر واجب ہی تو غلام آزاد نہوگا اور دونون مین فرق یہ ہو کہ نفس طلاق کبھی واجب نہین ہوا کرتی بلکہ اوسکا حکم واجب ہوا کرتا ہی اور حکم بعد وقوع کے ہوتا ہو اسلیے وقوع ضروری ہوا اور آزاد کرنا ایسی چیز ہے کہ کبھی واجب ہوا کرتا ہے مثلاً نذر کی صورت مین۔

(١٠٤) ولو قال نساء اهل بصرة طوالق وهو من اهلها لا تطلق زوجته ما لم ينوها عند ابي يوسف وبه يفتى وتطلق عند محمد۔

(١٠٤) اگر کہا بصرہ والےکی جورون پر طلاق ہی اور خود بھی وہ بصرہ کا رہنے والا ہی تو اوسکی بیوی پر امام ابو یوسف رح کے نزدیک طلاق واقع نہوگی جب تک کہ نیت نہ کرے اور اسی پر فتوی ہی اور امام محمد رح کے نزدیک طلاق واقع ہو جائیگی۔

(١٠٥) وعلى هذا الخلاف لو قال كل من دخل هذه الدار فامرأته طالق ولم ينو نفسه فدخل هو تلك الدار۔

(١٠٥) اگر یہ کہا کہ جو شخص اس مکان مین آئے اوسکی جورو پر طلاق ہی اور اپنی بیوی کی طلاق کا اراده نہین کیا اور وہ خود مکان مین آیا تو اوسمین بھی یہی اختلاف ہی جو اوپر کے مسئلہ مین ہی۔

(١٠٦) وتلغى قول الزوج لامرأته

(١٠٦) اگر بیوی سے کہا میرے اوپر طلاق ہی تیری طرف

انا منك طالق وان نوى به الطلاق۔

تو ہمارے نزدیک یہ اوسکا قول لغو ہے اگرچہ عورت کی طلاق کی نیت کرے۔

(۱۰۷) وقال الشافعي لا يلغى بل يقع به لان الطلاق شرع لازالة النكاح وهو قائم بهما فيصح اضافة الطلاق اليه كما صحت اليها۔

(۱۰۷) امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہین لغو نہیں ہو بلکہ طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ طلاق ازالہ نکاح کے لیے مقرر ہوئی ہی اور نکاح دونون کے ساتھ قائم ہو لہذا خاوند کی طرف بھی طلاق کی نسبت ہوسکتی ہو جسطرح بیوی کی طرف ہوا کرتی ہو۔

(۱۰۸) ولنا ان الطلاق ازالة قيد الملك الثابت بالنكاح ولا ملك لها فيه ولا ابطل نكاح المسلم الكتابية اذ لا سبيل للكافر على المسلم فيلغو كلامه۔

(۱۰۸) ہماری دلیل یہ ہو کہ طلاق اُس قید کے زائل کردینے کا نام ہو جو ملک نکاح سے ثابت ہوا کرتی ہو اور ملک عورت کو ثابت نہیں ہوتی ورنہ مسلمان مرد اور کتابیہ عورت مین نکاح درست نہوا سلیے کہ کافر کو مسلمان پر حکومت نہیں ہوسکتی لہذا خاوند کا یہ کلام لغو سمجھا جائیگا اور طلاق نہ واقع ہوگی

(۱۰۹) لا بائن او حرام يعني لو قال لها انا منك بائن او حرام لا يلغو بل يقع اتفاقا لان الابانة لازالة الوصلة والنكاح والحرام لازالة الحل وهما مشتركان فيهما۔

(۱۰۹) اگر یہ کہا کہ مین تیری جانب سے جدا ہون یا حرام ہون تو ہمارے نزدیک بھی یہ کلام لغو نہو گا بلکہ بالاتفاق طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ جدا ہونا علاقہ نکاح کو زائل کرنا ہی اور حرام ہونا حلت کو زائل کرنا ہی اور وہ دونون مین مشترک ہے۔

(۱۱۰) فان قلت اذا قال لامرأته انت بائن يقع واذا قال انا بائن لا يقع ما لم يقل منك ولو كانت الوصلة مشتركة بينهما لاستوى القولان قلنا وصلتها مختصة بزوجها فتبين بقوله انت بائن ووصلته غير مختصة بها لجواز ان يكون له وصلة اخرى بامرأة

(۱۱۰) اگر یہ کہا جائے کہ عورت سے اگر خاوند کہے تو جدا ہی تو طلاق واقع ہو جاتی ہو اور اگر یہ کہے کہ مین جدا ہون تو واقع نہیں ہوتی جبتک اوسکے ساتھ یہ نہ کہے کہ تیری جانب سے اور بحکم علاقہ نکاح کے دونون مین مشترک ہونے کے ضروری تھا کہ دونون قول برابر ہوتے تو اُسکا یہ جواب ہو کہ عورت کا علاقہ تو صرف اس خاوند کے ساتھ مختص ہی اسلیے یہ کہنے سے کہ تو جدا ہے تعلق قطع ہو جاتا ہے اور طلاق واقع ہو جاتی ہو اور خاوند کا علاقہ اس عورت کے ساتھ مختص نہیں ہو بلکہ ہو سکتا ہے

اخری فلا یقع مالم یقل منك۔

گر دوسری عورت سے بھی اوسکو علاقہ نکاح ہو لہذا جب تک

(۱۱۱) ولو قال انت طالق واحدة
او لا فالحکم بواحدة ای حکم محمد
بطلقة واحدة والغیا ا ة
ای قالا لا یقع به شیٔ۔

(۱۱۱) اگر خاوند نے کہا تجہیر ایک طلاق ہی یا نہین تو امام محمدؒ
فرماتے ہین ایک طلاق واقع ہو جائیگی اور ابو یوسفؒ و ابو حنیفہؒ کے نزدیک
یہ کہنا لغو ہوگا اور کچھ نہ واقع ہوگا۔

(۱۱۲) له انه ادخل الشك فی
الواحدة فیسقط فیبقی قوله انت
طالق فیقع ولهما ان الطلاق
اذا قرن بالعدد یکون بمنزلة
کلمة واحدة فلا حکم له قبل ذکره
ولهذا لو قال لغیر المدخول بها
انت طالق ثلاثا انها بانت بقوله
طالق فلا یقع الثلث فاذا بطل
الواحدة بالشك بطل الایقاع
ایضا۔

(۱۱۲) امام محمد رحؒ کی دلیل یہ ہی کہ اوسنے ایک مین شک
ثابت کر دیا اسلیے ایک کا لفظ ساقط ہو جائیگا اور یہ قول کہ تجہیر
طلاق ہی بدستور باقی رہیگا اور اوس سے ایک طلاق واقع
ہو جائیگی امام صاحب رحؒ اور امام ابو یوسف رحؒ کی یہ دلیل
ہی کہ جب طلاق کے ساتھ عدد کا ذکر کیا گیا تو وہ سب
بمنزلہ ایک کلمہ کے ہوگا اور بدون اوس عدد کے ذکر کے
طلاق کا حکم ثابت نہوگا اسلیے اگر غیر مدخولہ کو کہا تو طلاق
پانے والی ہی تین طلاق تو یہ نہین کہ سکتے کہ صرف اتنے کہنے سے
کہ تو طلاق پانے والی ہی وہ جدا ہو جائیگی اور تین طلاقین نہ واقع ہونگی
پھر جب صورت مذکورہ مین ایک کے اندر شک ہو گیا تو ایقاع طلاق
بھی باطل ہو گیا۔

(۱۱۳) ولو قال لزوجته الامة
انت طالق ثنتین مع عتق مولاك
اراد به الاعتاق لانه مسببه
وذکر المسبب ارادة السبب شائع فاعتقها مولاها
ملك الرجعة ای الزوج مراجعتها
لانه علق الطلقتین بالاعتاق
والمعلق یوجد بعد الشرط
فتطلق وهی حرة فلا تحرم علیه
حرمة مغلظة بالثنتین

(۱۱۳) اگر اپنی بیوی سے جو کسی کی چھوکری تھی یہ کہا کہ تیرے
مالک کے آزاد کرتے ہی سنگا تجہیر دو طلاقین ہین اور اوسکے مالک نے
اوسکو آزاد کر دیا تو اوس پر دو طلاقین واقع ہو جائینگی مگر خاوند
اوسکی طرف رجوع کر سکیگا (آزاد ہونے سے متن مین آزاد کرنا
مراد ہی اسلیے کہ آزاد کرنا اوسکا سبب ہی اور مسبب بولکر
اکثر سبب مراد کر لیا کرتے ہین) اور خاوند اسلیے اس صورت مین
رجوع کر سکتا ہی کہ اوسنے طلاق مین مالک کے آزاد کرنے کی
شرط لگائی ہی اور مشروط شرط کے بعد پایا جاتا ہے
تو اسپر ایسی حالت مین دو طلاقین واقع ہونگی جب کہ وہ حرہ ہو چکی
(۱۱۴) لا یقال کلمة مع ینافیه

(۱۱۴) یہ نہین کہہ سکتے کہ مع کا لفظ بعد کو پائے جانے کی

لانها قد تجئ بمعنی بعد کقوله تعالی إنَّ مع العسر یسرًا۔

منافی ہے اسلیے کہ کبھی مع کا لفظ بعد کے معنے مین بھی آتا ہے جسطرح اللہ پاک کے کلام مین واقع ہے اِنَّ مَعَ العُسْرِ یُسْرًا یعنے تحقیق دشواری کے

(۱۱۵) فان قیل ذکر فی الجامع من قال لاجنبیة انت طالق مع نکاحك فهو لغو فلم یجعل هنا مع بمعنی بعد لیصح کلامه قلنا لان الطلاق مع النکاح متنافیان فلا یعلق به الا بصریح الشرط فابقینا مع علی حقیقته فلغا بخلاف الطلاق والعتق فانهما لا یتنافیان فجعل مع بمعنی بعد تصحیحا لکلامه ونظیره ما لو قال لامرأته انت طالق فی دخولك الدار یتعلق بالدخول ولو قال لاجنبیة انت طالق فی نکاحك یلغو۔

(۱۱۵) اگر کہا جائے کہ جامع مین مذکور ہے اگر ایک شخص نے اجنبیہ عورت سے کہا تیرا نکاح ہوتے ہی معًا تجھپر طلاق ہے تو یہ کلام لغو ٹھیرا ہے پھر کیا وجہ کہ وہان مع کو بعد کے معنی مین نہین لیا جاتا تاکہ اسکا کلام لغو نہو تو اسکا یہ جواب ہے کہ طلاق کو نکاح کے ساتھ منافات ہے لہذا جبتک صریح شرط کا لفظ نہ کہا جائے طلاق اسکے ساتھ مشروط نہین ہوسکتی اسلیے وہان مع کو اوسکے حقیقی معنے پر چھوڑا جائیگا پس اوسکا کلام لغو ہوگا بخلاف طلاق اور عتاق کے کہ انمین منافات نہین ہے لہذا اوسکے کلام کے صحیح کرنے کے لیے مع کو بعد کے معنے مین لے لیا جائیگا اور اسکی نظیر یہ ہے کہ اگر اپنی بیوی سے جو کسی کی چھوکری ہے کہا گھر کے اندر داخل ہونے مین تجھپر طلاق ہے تو طلاق دخول کے ساتھ معلق ہوگی اور اگر اجنبی عورت سے کہا تیرے ساتھ نکاح کرنے مین تجھپر طلاق تو لغو ہوگا۔

❖ ❖ ❖ ❖

(۱۱۶) ولو علقهما بمجیئ الغد ای قال لامرأته الامة انت طالق ثنتین اذا جاء غد والمولی عتقها به ای قال لها مولاها اذا جاء غد فانت حرة ملکه ایاها ای جعل محمد زوجها مالکا للرجعة وقالا لیس له الرجعة۔

(۱۱۶) اگر اپنی بیوی سے جو کسی کی چھوکری ہے یہ کہا کہ کل کی آتی ہی تجھپر دو طلاقین ہین اور اوسکے مالک نے بھی یہی کہا کہ کل کے آتی ہی تو آزاد ہے تو کل ہوتے ہی اُسپر دو طلاقین واقع ہوجائینگی اور امام محمد رح کے نزدیک وہ بیوی کیطرف رجوع بھی کرسکے گا مگر امام صاحب اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک رجوع نہ کرسکے گا

❖ ❖ ❖ ❖

(۱۱۷) له ان المعلق کالمرسل

(۱۱۷) امام محمد رح کی دلیل یہ ہے کہ معلق کا حال شرط کے

عند الشرط فصار كان الاعتاق والتطليق وجدا في ذلك الوقت فيقع العتق اولا لان الاعتاق مندوب والتطليق محظور فيتاخر حكم المحظور كما ان حكم البيع الفاسد وهو الملك تاخر الى وجود القبض لكونه محظورا ولهما ان الاعتاق علة للعتق ولكن التطليق علة للطلاق فكما اقترن العلتان في الزمان اقترنت معلولهما فكل من العتق والطلاق يتصادفها وهي امة۔

پائے جانے کے ساتھ ایسا ہے جیسے غیر معلق کا حال ہے تو ایسا سمجھنا چاہیے کہ طلاق اور عتاق دونوں کل کے روز پائے گئے ہیں اور اولاً عتق پایا جائیگا اسلیے کہ آزاد کرنا مستحب چیز ہے اور طلاق ایک بری چیز ہے پس اسکا حکم عتق کے حکم سے ثبوت میں موخر ہوگا جسطرح بیع فاسد کا حکم یعنے ملکیت وقت قبض تک بسبب ممنوع ہونے کے متاخر ہوتا ہے اور امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہے کہ آزاد کرنا آزاد ہونے کی علت ہے اور طلاق دینا طلاق پڑنے کی علت ہے پس جسطرح دونوں علتیں ایک زمانہ میں ساتھ ساتھ پائی جائینگی اسی طرح اون دونوں کی معلول ایک ہی زمانہ میں ساتھ ساتھ پائی جائینگی پس طلاق اور عتق اوس چھوکری کے ساتھ دونوں ایسی حالتمیں متعلق ہوئی ہیں کہ جسوقت وہ چھوکری ہے

(۱۱۸) لكن عدتها مقدرة بثلث حيض اتفاقا لانها حتياط في اثباتها صيانة عن الاشتباه بخلاف المسئلة الاولى لان العتق ثمه شرط فيقع الطلاق بعده۔

(۱۱۸) مگر یہ بات ہے کہ بالاتفاق عدت اسکی تین ہی حیض معین کیجائیگی جسطرح حرہ کی ہوتی ہے اسلیے کہ عدت کے ثابت کرنے میں اشتباہ حریت سے بچنے کے لیے احتیاط کیجائیگی بخلاف مسئلہ اولی کے کہ وہاں عتق ہونے کو طلاق کی شرط گردانا ہے اور طلاق اوسکے بعد واقع ہوگی اور لامحالہ اوسکی عدت تین حیض ہے

(۱۱۹) او بموت مولاها وهو اخوه اي اذا قال لامرأة وهي امة اخيه اذا مات مولاك فانت طالق ثنتين فمات المولى فورثها اي الزوج يرفعهما اي ابو يوسف الطلقتين ويحرم عليه حرمة مغلظة۔

(۱۱۹) ایک شخص نے اپنی بیوی سے جو اوسکے بھائی کی باندی تھی کہا اگر تیرا مولی مر جائے تو تجھپر دو طلاقیں ہیں اور مولی مر گیا اور اوس شخص کو اپنے بھائی کے ورثہ میں یہ باندی ملی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسکے اوپر دو طلاقیں واقع ہو جائینگی اور حرمت مغلظہ اوس کو ثابت ہو جائیگی۔

* * * * *

(۱۲۰) وخالفه اي قال محمد

(۱۲۰) امام محمد رح فرماتے ہیں کچھ نہ واقع ہوگا اسلیے

لا يقع شيء لان الزوج ملكها عقيب موت اخيه وزال به النكاح والطلاق ايضا يوجد عقيبه لانه معلق به فيصادفها الطلاق حال زوال النكاح فلا يقع۔

کہ اپنے بھائی کے مرنے کے بعد خاوند اوس چھوکری کا مالک ہوگیا اور مالک ہونے کی وجہ سے نکاح جاتا رہا اور طلاق بھی مرنے کے بعد ہی پائی جائیگی اسلیے کہ وہ مشروط بالموت تھی پس ایسے وقت مین اوسکے ساتھ طلاق متعلق ہوگی جسوقت مین اوسکا نکاح زائل ہوچکا ہے لہذا واقع نہوگی۔

(١٢١) وله ان ملك الوارث لا يتعقب الموت بل يتحقق اذا استغنى الميت عن ماله بتجهيزه واداء دينه لان كل جزء يجوز ان يكون محتاجا اليه بتقدير هلاك الباقي فيصادفها الطلقتان وهي امة منكوحة۔

(١٢١) امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک وقوع طلاق کی وجہ یہ ہے کہ وارث کی مالکیت مورث کے مرجانے کے بعد ہی نہیں ہوجاتی بلکہ اوسوقت مالکیت ہوتی ہی جب میت کی حاجت مثل تجہیز تکفین اور ادائے دین وغیرہ کے مال سے نہ رہے اسلیے کہ ہر جز مین باقی اجزا کے ہلاک ہوجانے کی تقدیر پر اسبات کا احتمال ہی کہ میت کی حاجت سے زیادہ نہین ہی اسپن ثابت ہوا کہ دو طلاقین اوس چھوکری کے ساتھ ایسے وقت مین متعلق ہونگے جبتک وہ منکوحہ

(١٢٢) وثمرة الخلاف تظهر في ثبوت النسب بعد ستة اشهر الى سنتين هل يثبت ام لا فعند ابي يوسف يثبت لان الامة حرمت عليه حرمة غليظة بطلقتين ولم يحل له بملك اليمين وطيها حتى تنكح زوجا غيره وحمل علوقها من النكاح الى سنتين حملا للصلاح وعند محمد لا يثبت الا ان تاتي به لاقل من ستة اشهر كذا في الجامع الصغير۔

(١٢٢) اس اختلاف کا نتیجہ ثبوت نسب مین ظاہر ہوگا کہ اوس چھوکری کے چھ مہینہ کے بعد دو برس تک اگر کچھ اولاد پیدا ہولی تو وہ ثابت النسب ہوگی یا نہین امام ابو یوسف کے نزدیک تو اوسکا نسب ثابت ہوگا اسلیے کہ دو طلاقوں کے واقع ہونے سے وہ چھوکری اوسکے اوپر حرام ہوگئی بحرمت غلیظہ اور اب اوسکے ذات کے مالک ہوجانے سے اوس سے صحبت درست نہوگی جبتک کہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے اور دو سال تک جو کچھ اوسکے پیدا ہوگا بہتری کا لحاظ کرکے یہی سمجھا جائیگا کہ حالت نکاح کے حمل سے پیدا ہوا ہی اور امام محمد کے نزدیک نسب ثابت نہوگا مگر اوسوقت کہ چھ مہینہ سے کم مین پیدا ہو۔ کذا فی الجامع الصغیر

(١٢٣) ولو وصفه بضرب من

(١٢٣) اگر طلاق کو کسی قسم کی زیادتی یا شدت کے ساتھ

الزيادة والشدة نوقعه بائنا۔
(١٢٤) لا رجعيا اى قال الشافعى يقع رجعيا فى المدخول بها۔
(١٢٥) قيد به لانه فى غيرها لا يكون رجعيا اتفاقا۔
(١٢٦) كطلاق بائن اى كقوله انت طالق طلاقا بائنا وهذا توصيف بالشدة معنى لان البائن اشد من الرجعى او اشده اى اشد الطلاق او افحشه او اخبثه او اسوأه وتوصيف الطلاق بهذه الاوصاف انما يكون باعتبار اثره وهو البينونة فى الحال فان قيل لو قال شديدا كان بائنا وفى اشده كان ينبغى ان يكون ثلثا قلنا افعل التفضيل يجئ لمطلق الاثبات كقوله تعالے وبعولتهن احق بردهن او طلاق الشيطان اى كقوله انت طالق طلاق الشيطان او البدعة وكل من هذين الوصفين ينبئ عن البينونة لان السنى هو الرجعى فيكون البدعى فى غير حالة الحيض بائنا او كالجبل اى طلاقا كالجبل او ملاء البيت وكل من هذين الوصفين ينبئ عن الزيادة۔

صفت کرکے بیان کیا تو ہمارے نزدیک بائن واقع ہوگی نہ رجعی
(۱۲۴) امام شافعی رح فرماتے ہین اگر مدخولہ عورت ہے تو او سوقت مین رجعی واقع ہوگی۔
(۱۲۵) مدخولہ کی قید اسلیے لگائی ہے کہ غیر مدخولہ مین بالاتفاق بائن واقع ہوگی۔
(۱۲۶) زیادتی اور شدۃ کے ساتھ صفت کرنے کی یہ مثالین ہین جیسے (تجھپر طلاق ہے طلاق بائن) اس صفت کے اندر شدت معنے کے اعتبار سے پائی جاتی ہے اسلیے کہ بائن رجعی سے شدید ہوتی ہے یا یہ کہا (تجھپر اشد طلاق یا افحش طلاق یا اخبث طلاق یا بدترین طلاق ہے) ان اوصاف کے ساتھ طلاق کا صفت کرنا باعتبار اثر طلاق کے ہے اور اسکا اثر یہ ہے کہ اوسیوقت بینونت ثابت ہو جائے اگر کہا جائے طلاق شدید کہنے سے ایک طلاق بائن پڑتی ہے پس مناسب ہے کہ اشد کہنے سے تین طلاقین واقع ہو جائین تو اسکا یہ جواب ہے کہ کبھی اسم تفضیل مطلق اثبات فعل کے لیے آتا ہے کقولہ تعالی وبعولتهن احق بردهن یعنے اونکے خاوند اونکے لوٹانے کے مستحق ہین۔ یا یہ کہا (تجھپر شیطان کی طلاق یا بدعت کی طلاق) یہ دونون صفتین بینونت کو چاہتے ہین اسلیے کہ طلاق سنی طلاق رجعی ہے پس طلاق بدعی سوائے حیض کی حالت کے بائن ہی ہوگی (یا پہاڑ کے برابر یا گھر بھر کے) یہ دونون وصف بھی زیادتی کو چاہتے ہین۔

(١٢٧) وفي المحيط الاصل في هذا ان الطلاق متى شبه بشئ يقع بائنا عند ابي حنيفة سواء كان المشبه به صغيرا او كبيرا او ذكر مع المشبه به العظم اولا وعندهما ان ذكر معه العظم كان بائنا كقوله انت طالق كعظم السمسم۔

(١٢٧) محیط میں مذکور ہے اس بارہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر طلاق کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دیکر دیجائے تو امام صاحب کے نزدیک وہ طلاق بائن ہوتی ہے خواہ مشبہ بہ کوئی بڑی چیز ہو یا حقیر چیز ہو یا مشبہ بہ کے ساتھ اوسکا بڑا ہونا بھی ذکر کیا جائے یا نہ ذکر کیا جائے اور صاحبین رح کے نزدیک اگر مشبہ بہ کا بڑا ہونا ذکر کیا جائے تو بائن ہوگی جیسے تجھپر اتنی بڑی طلاق ہے جتنا بڑا تل ہوتا ہے۔

(١٢٨) وعند زفران وصف المشبه به بالشدة او بالعظم كان بائنا والا فهو رجعي۔

(١٢٨) امام زفر رح کے نزدیک اگر مشبہ بہ کے ساتھ اوسکی شدت اور بڑے ہونے کا ذکر کیا تب تو طلاق بائن ہوگی ورنہ رجعی ہوگی۔

(١٢٩) قيد بقوله بضرب من الزيادة لانه لو وصفه بما لا ينبئ عن زيادة كقوله احسن الطلاق او اسنه او اعدله يقع رجعيا اتفاقا ولو وصفه بما لا يوصف به الطلاق كقوله انت طالق طلاقا لا يقع عليك او انا مخير فيه يكون رجعيا اتفاقا لان هذا الوصف مناف لمقتضى الطلاق فيلغو۔

(١٢٩) یہ قید کہ طلاق کو ایک قسم کی زیادتی اور شدت کے ساتھ وصف کرے اسلیے زیادہ کی ہے کہ اگر ایسی چیز کے ساتھ وصف کیا جس سے زیادتی سمجھ میں نہیں آتی جیسے تجھپر بہترین طلاق یا زیادہ تر مسنون طلاق یا اعدل طلاق تو بالاتفاق رجعی واقع ہوگی اور اگر ایسی چیز کے ساتھ وصف کیا جسکے ساتھ طلاق موصوف نہیں ہوا کرتی جیسے یہ کہا کہ تجھپر ایسی طلاق جو تیرے اوپر نہ واقع ہو یا ایسی طلاق جسمیں مجھکو اختیار ہے تو بھی بالاتفاق رجعی ہوگی کیونکہ اس قسم کا وصف مقتضائے طلاق کے منافی ہے پس لغو سمجھا جائیگا۔

(١٣٠) له ان وصف الطلاق بالبينونة وبما يدل عليها مخالف لموجبه وهو الرجعة فيلغو كما لو قال انت طالق على ان لا رجعة لي عليك ولنا ان الطلاق يحتمل البينونة كما في الطلاق قبل الدخول بل الاصل فيه البينونة لانه

(١٣٠) امام شافعی رح کے اسباب ہیں کہ طلاق کو اگر شدت یا زیادتی کے ساتھ صفت کیا جائے تو اوس سے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے نہ بائن۔ یہ دلیل ہے کہ طلاق کا بینونت یا اور کسی ایسی صفت سے موصوف کرنا جو بینونت پر دلالت کرے موجب طلاق یعنے رجعت کے مخالف ہے پس لغو ہو جائیگا جیسے کہے تجھپر طلاق ہے اسطرح پر کہ مجھکو تیرے اوپر رجوع کا

رفع لقید النکاح الا ان الرجعة یثبت فی الصریح الغیر الموصوف بالبینونة بالنص فبقی فیما وراءه علی الاصل۔

استحقاق ہوگا۔ اور ہماری یہ دلیل ہے کہ طلاق بینونت کی محتمل ہے جیسے طلاق قبل الدخول میں بلکہ اصل طلاق کے لئے بینونیت ہی ہے اسلیئے کہ وہ رفع قید نکاح کا نام ہے مگر جس طلاق صریح کے اندر جو موصوف بالبینونت ہو نص سے رجوع کرنا

(۱۳۱) وان نوی بتوصیفه ثلثا یقعن لان البینونة متنوعة خفیفة وغلیظة فایهما نوی صحت نیته۔

(۱۳۱) اگر طلاق کو شدت یا زیادت کے ساتھ موصوف کیا اور اس سے تین طلاق کا ارادہ کیا تو تین طلاق واقع ہو جائینگی اسلیئے کہ بینونت کی دو قسمیں ہیں خفیفہ اور غلیظہ دونوں میں سے جسکا ارادہ کریگا اوسکی نیت

(۱۳۲) او بالطول او العرض ای لو قال انت طالق طلاقا طویلا او عریضا جعلناه بائنا۔

(۱۳۲) اگر طلاق کو طول یا عرض کے ساتھ موصوف کیا جیسے تجھ لمبی سے طلاق یا چوڑی سے طلاق تو ہمارے نزدیک وہ طلاق بائن ہوگی۔

(۱۳۳) وقال زفر یکون رجعیا لان هذین الوصفین من صفات الاجسام فیلغوا۔

(۱۳۳) امام زفر رح فرماتے ہیں یہ طلاق رجعی ہوگی اسواسطے کہ طول اور عرض اجسام کے صفات ہیں طلاق کے اندر یہ صفات لگانا لغو ہوگا۔

(۱۳۴) ولنا ان الامر قد یوصف بالطول والعرض ویکنی به عن شدة حکمه فیفید فی الطلاق البینونة

(۱۳۴) ہماری دلیل یہ ہے کہ کبھی ایک چیز کو طول یا عرض کے ساتھ موصوف کیا جاتا ہے اور اس سے اوسکے حکم کی شدت مراد ہوتی ہے پس اسیطرح طلاق کو اسکے ساتھ موصوف کرنا بینونت کا مفید ہوگا۔

(۱۳۵) ویقع لاضافته الی الجملة ای اضافة الزوج الطلاق الی جملة اجزاء المرأة او ما ینوب منابها کانت ای کانت طالق فالخطاب لجملتها او وجهك یعنی وجهك طالق او روحك او جسدك او فرجك او عنقك او رأسك وهذه الفاظ یعبر بها عن الجملة قال الله تعالی ویبقی وجه ربك

(۱۳۵) طلاق بہر حال واقع ہوجاتی ہے خواہ خاوند طلاق کی نسبت عورت کے تمام اجزا کی طرف کرے یا کسی ایسے جزو کے طرف کرے جو کل کا قائم مقام ہو جاتا ہے جیسے کہے تجھپر طلاق ہے کہ یہاں پوری عورت سے خطاب ہے یا کہے تیرے مونہہ پر طلاق ہے یا تیری جان پر یا تیرے بدن پر یا تیرے فرج پر یا تیرے گردن یا سر پر کہ ان الفاظ سے پوری ذات کو تعبیر کرسکتے ہیں قال اللہ تعالی ویبقی وجہ ربك اور تیرے رب کا مونہہ یعنے اوسکی ذات باقی رہیگی اور کہا کرتے ہیں فلاں شخص کی جان جاتی رہی یا بدن ہلاک ہوگیا یعنے ذات ہلاک ہوگئی

ای ذاته ویقال هلك روح فلان او جسده ای نفسه وقال ع م لعن الله الفروج علی السروج اراد بها النساء وقال الله تعالی فظلت اعناقهم لها خاضعین ای ذواتهم ویقال امری حسن مادام راسك ای مادمت باقیا۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اون فرجون یعنے عورتون پر جو زینون پر سوار ہون خدا کی لعنت ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے فظلت اعناقهم لها خاضعین اور گرد نون سے ذاتین مراد ہین اور کہا کرتے ہین جب تک تیرا سر قایم ہے اسوقت تک میرا کام درست ہے یعنے جب تک تو باقی ہے

* * * * *

(۱۳۶) وفی المحیط لو قال رأسك طالق وعنی به اقتصار الطلاق علی الرأس لایبعد ان نقول لا تطلق۔

(۱۳۶) محیط مین مذکور ہے اگر کہا تیرے سر پر طلاق ہے اور اس سے فقط سر پر ہی طلاق دینا مراد لیا تو یہ بات کچھ دور نہین ہے جو ہم کہدین طلاق نہ واقع ہو گی۔

* * * * *

(۱۳۷) او الی جزء شائع کنصفك او ثلثك یعنی اذا قال نصفك طالق یقع لان الجزء الشائع محل للتصرفات کالبیع ونحوه فیکون محلا للطلاق الا ان وقوعه غیر متجز فیقع کاملا۔

(۱۳۷) اگر طلاق کے ایسے جزو کی طرف نسبت کی جو تمام بدن مین مشترک ہے جیسے مثلاً تیرے نصف پر طلاق ہے تو طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ اس قسم کا جزو محل تصرفات ہو سکتا ہے مثل بیع وغیرہ کے پس محل طلاق بھی ہو سکیگا مگر طلاق ایسی چیز ہے کہ اسکا وقوع ایک حصہ بدن پر نہین ہو سکتا لہذا لامحالہ پوری ذات پر واقع ہو گی۔

(۱۳۸) والغیناه ای الطلاق فیما لاینوب ای فی الالفاظ التی لایعبر بها عن جملة البدن کیدك بالرفع علی الحکایة ای کقوله یدك طالق او رجلك وغیرهما مما لایعبر به عن الجملة وقال زفر یقع۔

(۱۳۸) اگر ایسی جزو کی طرف طلاق کی نسبت کے جو بولنے مین تمام بدن کے قایم مقام نہین ہو سکتا جیسے تیرے ہاتھ پر طلاق ہے یا پیر پر یا اور کسی ایسے عضو کی طرف جو کل کے قائم مقام نہین ہو سکتا طلاق کی نسبت کی تو ہمارے نزدیک لغو ہے اور طلاق نہ واقع ہو گی بخلاف امام زفر رحمۃ اللہ کے۔ یدك مرفوع ہے اور اعراب حکائی ہے جیسے یدك طالق پس جسطرح اصل کلام مین واقع ہے اوسیطرح اوسکا اعراب بدستور ہے۔

(۱۳۹) قيد بالطلاق لانه لو اضاف النكاح اليه لايجوز اتفاقا لان الحرمة في غيره يغلب الحل فيه۔

(۱۳۹) طلاق کی قید اسلیے لگائی ہی کہ اگر نکاح کو اوسکی طرف نسبت کیا تو بالاتفاق جائز نہوگا اسلیے کہ اس جزو کی حلت پر اور اجزاء کی حرمت غالب آجائیگی۔

(۱۴۰) له انه جزء مستمتع فيه بعقد النكاح فيكون محلا للطلاق فيسرى منه الى الكل ولنا ان الطلاق رفع القيد فيختص بمحل يضاف اليه النكاح واليد وامثالها لايجوز اضافة النكاح اليها فلايكون محلا للطلاق والاستمتاع باليد انما حل تبعا للحل في جميعها۔

(۱۴۰) امام زفر رح کی دلیل یہ ہی کہ اس قسم کا جزو بھی ایسا ہی کہ عقد نکاح کے سبب سے اوس سے نفع اوٹھایا جاتا ہے پس طلاق کا بھی محل ہوگا اور جب اوسپر طلاق واقع ہوگی تو باقی اجزا مین بھی اوسکا حکم سرایت کر جائیگا اور ہماری یہ دلیل ہی کہ طلاق رفع قید نکاح کا نام ہی لہذا ایسے ہی جزو کی طرف طلاق کی نسبت ہو سکے گی جسکی طرف نکاح کی نسبت ہو سکتی ہی اور ہاتھ اور اوسکے مثل ایسے اجزا ہین کہ نکاح کی نسبت اونکی طرف درست نہین ہی اسواسطے محل طلاق بھی نہوسکینگے

(۱۴۱) فان قيل اليد يعبر بها عن الجسم كما قال الله تعالى تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ اراد به ذاته قال عم على اليد ما اخذت قلنا استعماله غير متعارف وانما جاء على وجه الندرة حتى اذا كان عند قوم يعبرون به عن الجملة وقع الطلاق باي عضو كان۔

(۱۴۱) اور اگر کہو ہاتھ سے بھی کبھی پوری ذات کو تعبیر کیا کرتے ہین کقوله تعالے تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ کہ اوسکی ذات کا ہلاک ہونا مراد ہی یا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی على اليد ما اخذت یعنے جو ہاتھ نے لیا ہی اوسی پر اوسکا وبال ہی یعنے اوسی شخص پر تو اوسکا یہ جواب ہی کہ اسطرح سے اوسکا استعمال بہت کم آیا ہی اور متعارف نہین ہی حتے کہ اگر کسی گروہ مین اس قسم کا استعمال شائع ہو اور ان اجزاء کو بول کر وہ کل مراد لیا کرتے ہون تو خواہ وہ کوئی عضو ہو طلاق واقع ہو جائیگی۔

(۱۴۲) ولو قال نصف تطليقة او ثلثها وقعت كاملة لان الطلاق لايتجزى فذكر بعضه كذكر كله۔

(۱۴۲) اگر کہا تیرے اوپر آدہی یا تہائی طلاق تو پوری ہی طلاق واقع ہوگی اسلیے کہ طلاق کے ٹکڑے نہین ہو سکتے اور ایک ٹکڑے کا ذکر کرنا ایسا ہی ہی جیسے کل کا ذکر کرنا۔

(۱۴۳) وفي المحيط وكذا لو قال نصفها وثلثها وسدسها لانه لم يتجاوز

(۱۴۳) محیط مین مذکور ہی اسیطرح اگر یہ کہا کہ تیرے اوپر نصف طلاق اور اوسکا ثلث اور اوسکا چھٹا حصہ تو ایک ہی

عن مجموع اجزاء تطليقة وان جاوز كما اذا قال نصف تطليقة وثلثها وربعها فالمختار انه يقع ثنتان لانه زاد على اجزاء تطليقة واحدة فلابد ان يكون الزيادة من تطليقة اخرى فيتكامل الزيادة۔

واقع ہوگی اسلیے کہ یہ سب ملکر ایک طلاق کی مجموعہ اجزا سے زیادہ نہین ہوئی اور اگر زیادہ ہو جائین جس طرح آدہی طلاق اور اوسکا تہائی اور اوسکا چوتھائی تو پسندیدہ قول اسوقت مین یہ ہی کہ دو طلاقین واقع ہونگی اسلیے کہ یہ ملکر ایک طلاق کے اجزار سے زیادہ ہوگئی پس لامحالہ وہ زیادتی دوسری طلاق سے ہوگی اور وہ خواہ مخواہ بسبب عدم تجزی کے پوری کرنی پڑیگی۔

(۱۴۴) واما لو لم يضف الاجزاء الى تطليقة واحدة وقال انت طالق نصف تطليقة وثلث تطليقة وسدس تطليقة يقع ثلث لانه اضاف كل جزء الى تطليقة منكرة فاقتضى كل جزء تطليقة على حدة۔

(۱۴۴) اور اگر سب اجزار کے نسبت ایک طلاق کیطرف نہین کی بلکہ یون کہا تیرے اوپر نصف طلاق اور ثلث طلاق اور سدس طلاق تو تین طلاقین واقع ہونگی اسلیے کہ ہر ایک جزو ایک غیر معین طلاق کی طرف نسبت کیا ہی پس ہر ہر جزو ایک ایک طلاق کے وقوع کا مقتضی ہوگا۔

❊ ❊ ❊ ❊

(۱۴۵) او واحدة ونصفا اى لو قال انت طالق واحدة ونصفا قبل الدخول بتلك المرأة اوقعنا ثنتين لا واحدة اى قال زفر يقع واحدة۔

(۱۴۵) اگر کہا تجہپر طلاق ہے ایک اور آدہی اور اوس عورت کے ساتھ دخول نہین کیا تھا تو ہمارے نزدیک دو طلاقین واقع ہون گی نہ ایک جیسا کہ امام زفرح فرماتے ہین۔

❊ ❊ ❊ ❊

(۱۴۶) قيد بقوله قبل الدخول لانه لو قال كذا بعده يقع ثنتان اتفاقا

(۱۴۶) قبل الدخول کی قید اسلیے زیادہ کی ہی کہ اگر بعد از دخول کہا ہو تو بالاتفاق دو واقع ہونگی۔

(۱۴۷) له ان نصف تطليقة تطليقة على حدة فلما بانت بقوله واحدة صادفتها الثانية وهى مبانة فلا يقع كما لو قال لها انت طالق

(۱۴۷) امام زفرح کی دلیل یہ ہی کہ نصف طلاق فی الحقیقت دوسری طلاق ہی اور جب وہ صرف ایک ہی کہنے سے جدا ہوگئی تو اب دوسری طلاق اوسکے ساتھ ایسے وقت مین متعلق ہوئی جسوقت مین وہ جدا ہو چکی ہی پس واقع نہیں

واحدة وواحدة ولنا ان هذا الكلام واحد معنى لانه لا يمكن ان يعبر عن واحدة ونصف باوجز من هذا ولا يفصل بعضه عن بعض فيكون ايقاعا لهذا العدد جملة بخلاف قوله واحدة وواحدة لان التعبير عنه باوجز عنه ممكن بان يقال ثنتين۔

ہو گی جیسے اوس سے کہے تجھپر طلاق ہو ایک اور ایک اور ہماری یہ دلیل ہو کہ فے الحقیقت یہ ایک کلام ہو اسلیے کہ ڈیڑھ طلاق کو اس سے زیادہ اور مختصر لفظون مین نہین بیان کر سکتا اور ایک دوسرے سے جدا نہین ہو پس اس کلام مین دفعۃً دو طلاقین واقع ہو جاینگی بخلاف اوس صورت کے کہ کہے تجھپر طلاق ہو ایک اور ایک اسواسطے کہ اس سے زیادہ مختصر عبارت مین یعنے دو کا لفظ کہکر تعبیر کر سکتا ہے۔

(۱۴۸) اومن واحدة اى لو قال انت طالق من واحدة الى ثلث قالوا قع ثنتان عند ابي حنيفة وكذا في الاقرار يعني لو قال لك عندي من درهم الى عشرة فعليه تسعة عنده۔

(۱۴۸) اگر کہا تیرے اوپر طلاق ہو ایک سے تین تک تو امام صاحب رح کے نزدیک دو طلاق واقع ہو جاینگی اسیطرح اقرار مین بھی ہے کہ مثلاً اگر ایک شخص کہے میرے پاس تیرے ایک سے دس درم تک ہین تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک نو درم لازم ہونگے۔

(۱۴۹) وقالا ثلث اى يقع ثلث في الطلاق وعليه العشرة في الاقرار لان مثل هذا الكلام يراد به الكل في العرف كما لو قال خذ من مالي من درهم الى عشرة فان له اخذ العشرة وانما لم يدخل الطرفان في المثنيا فيما اذا قال بعت من هذ الحائط الى هذا الحائط لانهما لم يجانسا لما بينهما من الارض۔

(۱۴۹) صاحبین رح فرماتے ہین طلاق کے اندر اگر ایسا کہا ہو تو تین طلاقین اور اقرار کرنے سے صورت مذکورہ مین دس درم لازم ہونگے اسلیے کہ عرف مین ایسے کلام سے کل مراد ہوا کرتا ہے جسطرح کوئی کسی سے کہے تو میرے مال مین سے ایک درم سے دس تک لیلے تو وہ شخص اوسکے مال مین سے دس درم لے سکتا ہے۔ اور اگر کوئی کہے مین نے اس دیوار سے اوس دیوار تک زمین فروخت کی تو دونون طرفین اوس شئی مین جسکی وہ غایت ہین یعنے زمین اسلیے نہین داخل ہوتین کہ وہ اوسکے جنس سے نہین ہین۔

(۱۵۰) وله ان الاحتجاج بالعرف

(۱۵۰) امام صاحب رح کی یہ دلیل ہو کہ ہماری دلیل بھی

ایضا لانه یراد من مثل هذا الکلام الاقل من الاکثر والاکثر من الاقل کما یقال سنی من ستین الے سبعین ویراد به ما بینهما فکذا ههنا یقع اکثر من واحدة واقل من ثلث بخلاف ما استشهدا به لان اظهار الجود والکرم دلیل علی ارادة الکل۔

عرف ہی ہے اسلئے کہ عرف کے اندر ایسے کلام سے اکثر سے اقل اور اقل سے اکثر مراد ہوا کرتا ہے جیسے کہا کرتے ہیں میری عمر ساٹھ سے ستر تک ہے اور اس کلام سے ساٹھ سے زیادہ اور ستر سے کم مراد ہوتی ہے ایسے ہی یہاں بھی ایک طلاق سے زیادہ اور تین طلاق سے کم یعنے دو طلاقین واقع ہونگی بخلاف اس صورت کے جس سے صاحبین رح نے استشہاد کیا ہے اسلئے کہ اظہار سخاوت وکرم اسبات پر دلیل ہے کہ کل ہی مراد ہو۔

(۱۵۱) وما اکتفینا بواحدة ای قال زفر یقع واحدة لان الغایة الاولی والثانیة لاید خلان فی المغیا فیبقی المتوسط کقوله بعت من هذا الحائط الی هذا الحائط فان المبیع ما بینهما۔

(۱۵۱) ہمارے نزدیک یہ نہیں ہے کہ صورت مذکورہ مین ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے جیسا کہ امام زفر رح فرماتے ہین سو اسلئے کہ پہلی اور دوسری غایت مغیا مین داخل نہین ہوا کرتین لہذا صرف مغیا یعنے بیچ کی ایک طلاق باقی رہگئی جسطرح یہ کہے مین نے اس دیوار سے اس دیوار تک زمین کو فروخت کیا کہ مبیع صرف زمین ہوتی ہے۔

(۱۵۲) روی ان ابا حنیفة قال لزفر کم سنک قال سنی ما بین ستین الی سبعین فقال له انت اذاً ابن تسع فتحیر زفر۔

(۱۵۲) روایت ہے کہ امام زفر رح سے ایک مرتبہ امام صاحب نے پوچھا آپ کی عمر کیا ہے انھوں نے فرمایا ساٹھ ستر کے درمیان ہے تو امام صاحب فرمانے لگے آپ کی عمر اس حساب سے نو سال کی ہے تو امام زفر رح صاحب متحیر ہو گئے۔

(۱۵۳) او واحدة ای لو قال انت واحدة فی ثنتین او قصدنا واحدة لا ثنتین ای قال زفر یقع ثنتان۔

(۱۵۳) اگر کہا تجھپر ایک طلاق دو مین ایک طلاق تو ہمارے نزدیک ایک واقع ہو گی نہ دو جیسے امام زفر رح فرماتے ہین۔

* * * *

(۱۵۴) او ثنتین فی مثلهما ای لو قال انت طالق ثنتین فی ثنتین فثنتین او قصدنا ثنتین لا ثلثا ای قال

(۱۵۴) اگر کہا تجھپر دو طلاق دو مین دو طلاق تو دو ہی طلاق واقع ہونگی تین نہ واقع ہونگی جیسے امام زفر رحمہ اللہ تعالے

زفر يقع ثلث

فرماتے ہین۔

١٥٥، الخلاف فيما نوى ضرب الحساب وان نوى الظرف يقع في المسئلة الاولى واحدة وفي الثانية ثنتان اتفاقا لان الطلاق لا يصلح ظرفا للطلاق فيلغو الثاني وان نوى الجمع يقع الثلث اتفاقا لان كلمة في يجيئ بمعنى مع۔

١٥٥، یہ اختلاف اوس صورت مین ہو کہ اوسنے ایک اور دو کو دو کے اندر ضرب کرنے کی نیت کی ہو اور اگر ظرفیت کا ارادہ کیا ہے تو مسئلہ اولی مین ایک اور مسئلہ ثانیہ مین دو بالاتفاق واقع ہونگی اسلیے کہ طلاق طلاق کے لیے ظرف نہین ہوسکتی لہذا دوسری لغو جائیگی اور اگر جمع کرنے کا ارادہ کیا ہو تو بالاتفاق تین واقع ہونگی اسلیے کہ فی کا کلمہ مع کے معنے مین آجایا کرتا ہے۔

١٥٦، له ان الضرب في عرف الحساب تضعيف احد العددين بالعدد الاخر فضرب الواحد في العدد لا يؤثر تضعيفا فبقي على حاله وضرب الاثنين في الاثنين اربعة فيقع ثلث اذ لا مزيد عليه ولنا ان الضرب يعمل في تكثير اجزاء الطلاق لا العدد وتكثير اجزاء الطلاق لا يوجب تعدده فان ايقاع طلاق له الف جزء كايقاع طلاق له جزءان فلا يقع اكثر من واحد۔

١٥٦، امام زفر رح کی دلیل یہ ہو کہ عرف حساب مین ضرب ایک عدد کو دوسرے عدد سے تضعیف کرنے کا نام ہے اور ایک ایسی چیز ہے کہ اگر اُسکو کسی عدد مین ضرب دیا جائے تو وہ مفید تضعیف نہین ہوتا اسلیے ایک بدستور رہیگا اور دو کو دو کے اندر ضرب دینے سے چار ہوتے ہین مگر تین واقع ہونگی اسلیے کہ تین سے زیادہ طلاق نہین ہوتی اور ہماری دلیل یہ ہو کہ ضرب دینے سے اجزاء طلاق کے بڑھ جائینگے اور اوسکی تعداد زیادہ نہوگی اور اجزاء کے بڑھنے سے طلاق کے عدد کا بڑھنا لازم نہین آتا اسلیے کہ اوس طلاق کا واقع کرنا جسکے مثلا ہزار جزء ہون اور اوس طلاق کا واقع کرنا جسکے صرف دو جزء ہون برابر ہے پس ایک سے زیادہ نہ واقع ہوگی۔

١٥٧، او بمكة اي لو قال انت طالق بمكة او فيها اي لو قال في مكة طلقت في الحال في كل البلاد لان ذكر المكان لغو لعدم اختصاص الطلاق به۔

١٥٧، اگر عورت سے کہا تجہپر طلاق ہی مکہ مین تو اُسیوقت تمام دنیا مین اوسکے اوپر طلاق کا حکم ہو جائیگا اسواسطے کہ خاص ایک شہر کا ذکر کرنا طلاق کے اندر لغو ہے کیونکہ طلاق اوس شہر کے ساتھ خاص نہین ہے

(۱۵۸) واذا دخلتها اى لوقال انت طالق اذا دخلت مكة او فى دخولك مكة تعلق وقوع الطلاق بدخول مكة اما مع ذكر اذا فظاهر واما مع ذكر فى فلانه للظرف والفعل لايصلح ان يكون ظرفا شاغلا له فحمل على الشرط مجازا بمناسبة ان كلا من الظرف والشرط يكون سابقا على المظروف والمشروط

(۱۵۸) خاوند نے کہا اگر تو مکہ مین داخل ہو تو تجھپر طلاق ہے یا مکہ مین داخل ہونے مین تیرے اوپر طلاق ہے مکہ کے اندر داخل ہونے سے طلاق واقع ہوگی جسوقت مین اگر کا لفظ کہا ہو تب تو ظاہر ہی ہے کہ وہ شرط کے لیے ہوتا ہے اور اگر داخل ہونے مین کا لفظ کہا ہے تو اسلیے کہ وہ ظرفیت کے لیے ہے اور فعل ایسی چیز نہین ہے کہ وہ حقیقت مین طلاق کے لیے ظرف ہوسکے اور طلاق اوسمین سما جائے سو اسواسطے مجازاً شرط کے اوپر محمول کیا جائیگا اس مناسبت سے کہ ظرف اور شرط دونون ...

(۱۵۹) اوغدا اى لوقال انت طالق غدا وقع بطلوع الفجر لان كونها مطلقة فى جميع الغد يستلزم وقوع الطلاق فى اول اجزاءه

(۱۵۹) اگر کہا کل کو تیرے اوپر طلاق ہے تو فجر کے طلوع ہوتے ہی اوسپر طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ تمام کل کے دن مین اوسکا مطلقہ ہونا اوس دن کے پہلے جزء مین بھی مطلقہ ہونے کو مستلزم ہے۔

(۱۶۰) اوفى غد اى لوقال انت طالق فى غد ونوى اخره اى اخر النهار فهو مصدق قضاء عند ابى ح‍

(۱۶۰) اور اگر کہا کل کے دن مین تجھپر طلاق ہے اور آخر دن کی نیت کی تو امام صاحب رح کے نزدیک عند القاضی تصدیق کیا جائیگا۔

(۱۶۱) وقالا يصدق ديانة لاقضاء لانه وصفها بالطلاق فى جميع الغد فاذا ادعى تخصيصه بجزء منه لايصدق قضاء كما فى غدا اى كما لا يصدق اذا قال انت طالق غدا وقال نويت فيه اخر النهار۔

(۱۶۱) صاحبین رح فرماتے ہین عند اللہ اوسکی تصدیق کیجائیگی عند القاضی نہ کیجائیگی جیسے اگر کہے کل کو تجھپر طلاق ہے اور کہے کہ مین نے آخر دن مراد لیا تھا تو اوسکی نیت عند القاضی معتبر نہین ہوتی اور اوسکی وجہ یہ ہے کہ جب اوسنے کہا کل کے دن مین تجھپر طلاق ہے تو تمام کل کے دن مین اوسکو طلاق کے ساتھ موصوف کیا ہے اور جب ایک جزء کے ساتھ تخصیص کا دعوی کیا تو عند القاضی معتبر نہوگا۔

(۱۶۲) وله ان فى للظرفية والظرف

(۱۶۲) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ یہان ظرفیت مراد ہے

يكون مستوعبا مظروفه وقد لا يكون فاذا نوى اخر جزء من الغد فقد نوى محتمل لفظه فيصدق بخلاف قوله غدا الان الفعل اتصل به بغير واسطة فاقتضى استيعابه بان تكون موصوفة بالطالقية فى جميع الغد وذا انما يكون بوقوع الطلاق فى اول النهار كما لو اذا نذر ان يصوم فى رجب يكفيه صوم يوم فيه ولو نذر ان يصوم رجب وجب صوم كله۔

اور ظرف کبھی تو بجمیع اجزاء مظروف سے بھر جاتا ہے اور کبھی خالی رہا کرتا ہے پس جس صورت مین دن کا اخیر حصہ مراد لیا تو ایسے چیز کا ارادہ کیا جسکا لفظ محتمل تھا سو اسوا سطے اسکی تصدیق کیجائیگی بخلاف اوس صورت کے کہ کہے کل کو تجھپر طلاق ہے اسلیے کہ یہان بلا واسطہ فعل طلاق اوسکے ساتھ متصل ہوا اور یہ اسبات کا مقتضی ہے کہ بالاستیعاب فعل طلاق اوسمین پایا جاوے اور دن بھر وہ عورت مطلقہ ہونے کے ساتھ موصوف رہے اور یہ شروع دن مین طلاق واقع ہونے سے ہی ہو سکتا ہے جیسے کوئی شخص رجب کے مہینے مین روزہ رکھنے کی نذر کرے تو ایک روزہ رجب مین رکھنا کافی ہوگا اور اگر رجب کے روزہ رکھنے کی نذر کرے تو تمام مہینہ روزے رکھنے پڑینگے۔

(١٦٣) او اليوم اى لو قال انت طالق اليوم وغدا وقعت واحدة اتفاقا لان المتصفة بالطلاق فى اليوم تصير متصفة به فى الغد ايضا فلا حاجة الى ايقاع طلقة اخرى۔

(١٦٣) اگر کہا آج اور کل تیرے اوپر طلاق ہے تو بالاتفاق ایک طلاق واقع ہوگی اسلیے کہ جب آج کے دن متصف بالطلاق ہوگی تو کل کے دن بھی متصف بالطلاق ہوگی اور دوسری طلاق کے واقع کرنے کی حاجت نہوگی۔

* * * *

(١٦٤) او غدا واليوم اى لو قدم الغد على اليوم اوقعنا ثنتين۔

(١٦٤) اگر یہ کہا کہ کل اور آج تجھپر طلاق ہو تو ہمارے نزدیک دو طلاقین واقع ہونگی۔

(١٦٥) وقال زفر يقع واحدة لان الايقاع واحد والظرف الثانى محمول على الاول لانه للجمع لا للترتيب كما فى المسئلة الاولى۔

(١٦٥) امام زفر رح فرماتے ہین ایک طلاق واقع ہوگی اسلیے کہ ایقاع ایک ہی ہے اور دوسرا ظرف پہلے پر محمول ہے اسواسطے کہ وہ جمع کے لیے ہے نہ ترتیب کے لیے جیسے پہلی صورت مین ہے۔

(١٦٦) ولنا انها اذا طلقت فى غد لا يصير طالقا فى اليوم فينبغى

(١٦٦) ہماری دلیل یہ ہے کہ جب اوسپر کل کے دن طلاق واقع ہوگی تو آج وہ مطلقہ نہین ہو سکتی جبتک کہ دوسری

يقع طلقة اخرى في اليوم تحقيقا لمعنى العطف بخلاف ما سبق لانها اذا طلقت في اليوم يكون طالقا في الغد بهذا الطلاق فلا حاجة الى طلقة اخرى

طلاق نہ واقع ہوا اسلیے عطف کے معنے کا اعتبار کر کے دوسری بھی طلاق واقع ہو گی بخلاف صورت اولی کے اسواسطے کہ جب آج اوسپر طلاق واقع ہو گئی تو کل کے دن میں بھی اسی طلاق سے اوسکو صفت طلاق ثابت ہو گی اور دوسری طلاق کی حاجت نہیں ہے۔

(۱۶۷) اعلم ان الخلاف فيما اذا وجد العطف واما اذا لم يوجد يقع واحدة اتفاقا لانه اذا قال انت طالق غدا اليوم يكون اليوم صفة لغد وهو لا يصلح ان يكون صفة له فيلغو لو قال انت طالق اليوم اذا جاء غد لا يقع قبل غد لانه تعليق وذكر اليوم يكون لبيان وقت التعليق۔

(۱۶۷) جاننا چاہیے کہ اختلاف اوس صورت میں ہے کہ جب عطف پایا جائے اور اگر عطف نہیں پایا جاتا تو بالاتفاق ایک طلاق واقع ہو گی اسلیے کہ اگر یوں کہا تجھپر طلاق ہے کل جو آج کا روز ہے تو آج کا روز کل کی صفت ہوگا اور وہ چونکہ اوسکی صفت نہیں ہو سکتا اسلیے لغو ہوگا اور اگر کہا تجھپر طلاق ہے آج کے دن جب کل کا دن آوے تو کل کے دن سے پہلے نہ واقع ہو گی اسلیے کہ یہ تعلیق ہے اور آج کا دن تعلیق کا وقت بیان کرنے کے لیے ہے۔

(۱۶۸) او كل يوم اي لو قال انت طالق كل يوم ولا نية له بالثلث او قعنا واحدة لا ثلثا في ثلاثة ايام۔

(۱۶۸) اگر کہا ہر روز تجھپر طلاق ہے اور تین کی نیت نہیں کی تو ہمارے نزدیک تین طلاق نہ واقع ہونگی بلکہ ایک واقع ہو گی۔

* * * * *

(۱۶۹) اي قال زفر يقع ثلث في ثلثة ايام قيد بقوله ولا نية لانه لو نوى الثلث صحت ويقع كل يوم واحدة اتفاقا۔

(۱۶۹) امام زفر رح فرماتے ہیں تین روز میں تین طلاقیں واقع ہونگی اور تین کی نیت نہونے کی قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر تین کی نیت کی ہے تو بالاتفاق نیت صحیح ہوگی اور تین دن میں تین طلاق واقع ہونگی۔

(۱۷۰) له ان كلمة كل للعموم والتكرار فيتكرر الطلاق بتكرر اليوم كما لو قال انت طالق في كل يوم ولنا

(۱۷۰) امام زفر رح کی دلیل یہ ہے کہ ہر دن کا لفظ عموم اور تکرار کے لیے ہے پس دن کے مکرر ہونے سے طلاق بھی مکرر ہو گی جیسے کہ ہر دن میں تجھپر طلاق ہے اور ہماری

انه جعل الايام كلها ظرف
واحدا فلم يقتض الا مظروف
واحدا ولهذا قالوا لو حلف لا يكلم
كل يوم من رجب زيدا وكلمه
يوما منه حنث ولو قال في كل
يوم لا يحنث حتى يكلمه في كل يوم
منه بخلاف قوله طالق في كل يوم
لان في حرف جر موضوع لاتصال
معنى الفعل الى ما بعده فيكون
ظرفا للايقاع او الوقوع فيتكرر
بتكرر اليوم لان الفعل في اليوم
الاول ليس نفس الفعل في
الثاني -

١٧١، او امس اى لو قال انت
طالق امس وقد تزوج اليوم
لم تطلق لانه اضاف الطلاق
الى وقت لم يكن مالكا فيه فلغا
كما اذا قال انت طالق قبل ان
اخلق بخلاف ما لو قال لعبده
انت حر امس وقد اشتراه اليوم
حيث يعتق عليه لاقراره له
بالحرية قبل ملكه وهي ينافي
ان يملكه وكونها مطلقة امس لا ينافي
ملكها اليوم بالنكاح وانما لم يجعل
قوله انت طالق انشاء في الحال

یہ دلیل ہو کہ اوس نے تمام دنونکو ایک ظرف قرار دیا ہو
پس اوسکے لیے مظروف بھی ایک ہی ہونا چاہیے و لہذا
اگر کوئی شخص حلف کرے رجب کے ہر دن مین زید سے
کلام نہ کرونگا اور ایک دن رجب مین اوس سے کلام
کرے تو حانث ہو جائیگا اور اگر یہ حلف کرے کہ رجب کے
ہر روز مین زید سے مین کلام نہ کرونگا تو جبتک ہر روز
اوس سے کلام نہ کرے حانث نہو گا بخلاف اس
صورت کے کہ ہر دن مین تجھپر طلاق ہے اسلیے کہ یہان
جو لفظ ظرفیت پر دلالت کرتا ہی وہ فعل کے معنی کو
مظروف کے ساتھ متصل کر دیتا ہی پس اسوقت مین وہ ظرف
ہوگا وقوع کی لیے یا ایقاع کے لیے اور دن کے مکرر ہونیسے وہ
وقوع یا ایقاع بھی مکرر ہوگا کیونکہ اول دن مین جو فعل واقع ہو
وہ بعینہ وہ فعل نہیں ہی جو دوسرے دن مین واقع ہی -

١٧١، اگر ایک عورت سے آج نکاح کیا اور اوس سے کہا
کل (یعنے کل گذشتہ مین تجھپر طلاق ہی تو طلاق نہ واقع
ہو گی اسلیے کہ ایسے وقت کی طرف طلاق کی نسبت کی ہی
کہ جسوقت مین وہ اوسکا مالک نہیں ہی پس لغو ہوگا
جیسے اگر کوئی کہے میرے پیدا ہونیسے پہلے تجھپر طلاق
ہی بخلاف اوس صورت کے کہ ایک غلام کو آج خریدا
اور اوس سے کہے تو کل سے آزاد ہی اسواسطے کہ
یہان آزاد ہو جائیگا اسلیے کہ قبل مالک ہونیکے
اوسکے آزاد ہونیکا اقرار کرتا ہی اور وہ مالک ہونیکے منافی
ہی اور عورت کا کل کے دن مطلقہ ہونا آج کے دن مین
منکوحہ ہونیکے منافی نہیں ہی اور یہان پر انت طالق کو
فی الحال ایقاع طلاق کیلیے انشا نہ کر دانا جائیگا

لانه انما يجعل انشاء اذا تعذر جعله خبرًا لما مر تقريره۔

اسلئے کہ جہان اوسکا خبر کر دانا نا ممکن ہوتا ہے وہان انشا گردانا جاتا ہے چنانچہ اوسکی تقریر گذر چکی۔

(۱۷۲) ولو كان تزوجها من قبل اى قبل الامس طلقت الان اى فى الحال لانه لما قصد الايقاع فى الماضى وهو ليس فى وسعه ثبت به ما فى وسعه وهو الايقاع فى الحال

(۱۷۲) اور اگر کل سے پہلے اوس سے نکاح کیا تھا تو فے الحال اوسپر طلاق واقع ہو گی اسلیے کہ جب اوس نے زمانہ ماضی مین طلاق واقع کرنیکا قصد کیا اور وہ اوسکی قدرت مین نہین ہے تو جو اوسکی وسع مین ہو وہی ثابت ہو گا یعنے اوسوقت طلاق واقع ہو گی۔

(۱۷۳) او الى شهر اى لو قال انت طالق الى شهر يوقعه اى ابو يوسف الطلاق فى الحال وقالا تطلق عند انتهاء الشهر۔

(۱۷۳) اگر کہا انت طالق الى شہر یعنے ایک مہینہ تک تجھپر طلاق ہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک فے الحال طلاق واقع ہو جائیگی و امام صاحب اور محمد رح کے نزدیک مہینہ کے تمام ہونیسے طلاق واقع ہو گی۔

(۱۷۴) هذا اذا لم يكن له نية فان نوى التنجيز يقع فى الحال اتفاقا

(۱۷۴) یہ اختلاف جب ہی کہ اُسنے اسوقت واقع کرنے کی نیت نہ کی ہو اور اگر اوسیوقت طلاق واقع کرنیکی نیت کی ہو تو بالاتفاق فی الحال

(۱۷۵) له ان كلمة الى للتاجيل والطلاق لا يحتمله فيبطل التاجيل فتطلق فى الحال ولهما ان الايقاع يحتمل التاجيل وان كان الواقع لا يحتمله فيجعل تاجيلا للايقاع كالتعليق

(۱۷۵) امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہی کہ الى شہر مین الى کا لفظ تاجیل کے لیے ہی اور طلاق مین احتمال تاجیل کا نہین ہی پس تاجیل باطل ہو گی اور فی الحال اوسپر طلاق ہو جائیگی امام صاحب اور امام محمد رح صاحب کی یہ دلیل ہی کہ ایقاع طلاق محتمل تاجیل ہی اگرچہ طلاق تاجیل کی محتمل نہین ہے۔

(۱۷۶) ولو قال ان لم اطلقك فانت طالق طلقت فى اخر اجزاء حيوته لان الشرط وهو عدم التطليق انما يتحقق باليأس عن الحيوة فان لم يدخل بها فلا ميراث

(۱۷۶) اگر اپنی بیوی سے کہا مین تجھکو طلاق ندون تو تجھپر طلاق ہے تو خاوند کے زندگی کے اخیر جزء مین اوسپر طلاق واقع ہو گی اسلیے کہ شرط طلاق یعنے طلاق کا نہ دینا جب ہی متحقق ہو گا کہ جب زندگی سے نا امیدی ہوجائے پس اگر دخول نہ کیا ہے تو اوس کو ورثہ نہ ملے گا

لانه فار وامرأة الفار انما ترث منه اذا كانت فى العدة وغير المدخول بها لاعدة لها وكذا لو ماتت طلقت قبل موتها لانها اذا بقيت من حيوتها مالا يسع فيه صيغة التطليق تحقق عدم التطليق مع بقاء المحل۔

کیونکہ وہ فار ہے اور فار کی بیوی کو جب ہی ورثہ پہونچتا ہے جبکہ عدت میں ہو اور غیر مدخولہ کے لیے عدت نہیں ہے اسیطرح اگر بیوی مرگئی تو مرنے سے پہلے اوسپر طلاق واقع ہوجائیگی اسلیے کہ جب اوسکی زندگی کا ایک ایسا جزء باقی رہگیا جس میں صیغہ طلاق کو نہیں بول سکتے تو طلاق کا نہ دینا باوجود بقاء محل طلاق کے پایا گیا۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۱۷۷) او متى لم اطلقك اى اذا قال انت طالق متى لم اطلقك طلقت حين سكت لانه اضاف الطلاق الى وقت خال عن التطليق لان متى من ظروف الزمان فاذا سكت وجد الشرط۔

(۱۷۷) اگر خاوند نے کہا انت طالق متى لم اطلقك یعنی جسوقت میں تجھے طلاق نہ دوں اوسیوقت تجھپر طلاق ہے تو خاوند سے سکوت کرتے ہی طلاق واقع ہوجائیگی اسلیے کہ اوس نے ایسے وقت کی طرف طلاق کی نسبت کی ہے جو طلاق سے خالی ہو اسواسطے کہ متى کا لفظ ظروف زمان سے ہے اور اوسکے سکوت کرنیسے شرط یعنے ایسا وقت جس میں طلاق نہ پائی جائے پاگیا۔

(۱۷۸) واذا مثل ان فى الحكم عند ابى حنيفة حتى لو قال انت طالق اذا لم اطلقك تطلق فى اخر جزء حيوته۔

(۱۷۸) امام صاحب رح کے نزدیک حکم کے اندر (اذا) کا حال وہی ہے جو (ان) کا حال ہے پس اگر کہا انت طالق اذا لم اطلقك تو زندگی کے اخیر وقت میں طلاق واقع ہوگی جسطرح ان لم اطلقك کی صورت میں۔

(۱۷۹) وقالا مثل متى فتطلق حين سكت هذا اذا لم يكن له نية وان نوى منه معنى الشرط يكون كان وان نوى معنى الوقت يكون كمتى اتفاقا۔

(۱۷۹) صاحبین رح فرماتے ہیں اذا کا حال (متى) کا سا حال ہے اور سکوت کرنیسے طلاق واقع ہوجائیگی اور یہ اختلاف (اذا) کے اندر اوسوقت ہے کہ اوسنے نیت نہ کی ہو اور اگر شرط کے معنی کی نیت کی ہے تو بالاتفاق اوسکا حال (ان) کا سا ہے اور اگر وقت کے معنی کی نیت کی ہے تو بالاتفاق اوسکا حال (متى) کا سا ہے۔

(۱۸۰) لهما ان اذا للوقت فى الاصل كما قال الله تعالى والليل اذا يغشى ولهذا لو قال انت طالق اذا شئت

(۱۸۰) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ اصل معنی کے اعتبار سے اذا وقت کے لیے آتا ہے کقوله تعالے وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى یعنی قسم ہے رات کی جسوقت ڈھانک لیوے اسیواسطے اگر کہا انتِ طالقٌ اذا شئتِ یعنے جسوقت

لايخرج الامر من يدها اذا قامت من مجلسها كقوله متى شئت وله ان اذا يستعمل للشرط ايضا فاذا اريد به الوقت يقع الطلاق وان اريد به الشرط لا يقع فلا يقع بالشك وفي مسئلة المشية لما صار الامر بيدها لم تخرج بالشك۔

، تو چاہئے اسوقت تجھپر طلاق ہو تو اوس مجلس سے اگر عورت کھڑی ہو جائے تب بھی اوسکو اختیار بدستور رہیگا جس طرح (متی شئت) میں رہتا ہے اور امام صاحب رح کی یہ دلیل ہے کہ اذا شرط کے لیے بھی آتا ہے پس اگر اوس سے وقت مراد لیا جائے تو طلاق سکوت کرنیسے واقع ہو جائیگی اور شرط مراد لی جائے تو نہ واقع ہو لہذا طلاق میں شک واقع ہوگیا اسلیے سکوت کرنیسے طلاق بوجہ شک کے نہ واقع ہوگی بخلاف مسئلہ مشیت کے کہ وہاں چونکہ عورت کو اختیار حاصل ہو گیا ہے تو اب [illegible]

١٨١، فان قلت اذا تردد الامر كان الاحتياط في الوقوع تغليبا لجانب الحرمة قلنا يرجح جانب الحل بالاصالة لانها كانت في عصمته بيقين فلا تطلق بالاحتمال۔

١٨١، اگر کہو کہ جب طلاق کے وقوع اور عدم وقوع میں شک ہو تو طلاق کے واقع کرنے میں احتیاط زیادہ ہے اسلیے کہ جانب حرمت کو غلبہ ہوتا ہے تو اوسکا یہ جواب ہے کہ یہاں جانب حلت کو بوجہ اوسکی اصل ہونیکی ترجیح ہوگی اسلیے کہ شادی کی حفاظت میں تو اوسکا ہونا یقینا ہے پس صرف احتمال وقوع طلاق سے اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی۔

١٨٢، اذ متى لم اطلقك اي لو قال لامرأته متى لم اطلقك واحدة فانت طالق ثلاثا ووصل بيمينه انت طالق او فتاهذه لا اي المطلقة الواحدة لا الثلث اي قال زفر يقع الثلث لانه يوجد له زمان خال عن التطليق وهو زمان قوله انت طالق قبل ان يتكلم بالقاف۔

١٨٢، اگر یہ کہا متی لم اطلقك واحدة فانت طالق ثلاثا یعنی جسوقت میں تجھکو ایک طلاق نہ دوں اسیوقت تجھپر تین طلاق اور پھر ساتھ ہی اوسکے یہ کہدیا انت طالق یعنی تجھپر طلاق ہے تو اب استحسان [illegible] ہے ہمارے نزدیک تو ایک طلاق واقع ہوگی اور امام زفر رح فرماتے ہیں کہ تین واقع ہونگی اسلیے کہ [illegible] پایا گیا [illegible] آیا یعنی جسوقت اوسنے انت طالق کہا ہے اور ابھی قاف کے ساتھ تکلم نہیں کیا ہے۔

١٨٣، ولنا وهو الاستحسان ان زمان البر مستثنى عن اليمين بدلالة حال الحالف لان البر انما يتصور اذا وجد زمان يمكن ايقاع الطلاق فيه فصار كما لو صرح

١٨٣، ہماری دلیل یہ ہے [illegible] استحسان ہے کہ طلاق [illegible] زمانہ سے مستثنی ہے اور حالف کا حال اوسپر قرینہ ہے اسلیے کہ طلاق جبھی دیسکتا ہے جب اتنا زمانہ جس میں کہ طلاق دیسکے پایا جائے تو ایسا ہوا کہ گویا اوسکی تصریح کردی اسلیے کہ جو ثابت

بذلک لان الثابت بالدلالۃ کالثابت بالتصریح۔

بالدلالۃ ہے ایسا ہی ہے جیسے ثابت بالتصریح۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

١٨٤، او قبل قدوم فلان اى لو قال انت طالق قبل قدوم فلان بشهر فقدم بعد شهر اوقعناه اى الطلاق مقتصرا على حال القدوم مقارنا له لا مستندا۔

١٨٤، اگر یہ کہا فلان شخص کے آنیسے ایک ماہ پہلے تجھپر طلاق ہے اور وہ شخص ایک مہینہ کے بعد آیا تو ہمارے نزدیک اوسکے آنیکے وقت طلاق واقع ہوگی۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

١٨٥، اى قال زفر يقع مستندا الى اول الشهر لان القدوم معرّف للوقت المضاف اليه الطلاق لانه اوقع الطلاق فى شهر قبل القدوم فوجب ان يقع من اول الشهر كما اذا قال انت طالق قبل رمضان بشهر فانه يقع من اول شعبان اتفاقا۔

١٨٥، امام زفر رح فرماتے ہین اوس کے آنیسے ایک مہینہ پہلے طلاق کا حکم ثابت ہوگا اسلیے کہ آنیسے وہ وقت جس کی طرف طلاق کی نسبت ہے متعین ہوگیا کیونکہ اوس نے آنیسے ایک مہینہ پہلے طلاق کو واقع کیا ہے پس ابتدا اوس مہینہ سے طلاق واقع ہوگی جیسے کہے تجھپر رمضان سے ایک ماہ پہلے طلاق ہے تو شروع شعبان سے اوسپر بالاتفاق طلاق واقع ہوگی۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

١٨٦، اى ولنا ان القدوم بمعنى الشرط لكونه على خطر الوجود فالحق به فلا يتقدمه الجزاء بخلاف رمضان لانه كائن لا محالة فيكون معرفا لا شرطا فيقع مستندا۔

١٨٦، ہماری دلیل یہ ہے کہ آنا ایک محتمل چیز ہے اسلیے وہ شرط کے معنی میں ہوگی تو اوسکو شرط کے ساتھ ملحق سمجھا جائیگا اور جزا شرط پر مقدم نہین ہوا کرتی اسپر بھی مقدم نہوگی بخلاف رمضان کے کہ وہ تو خواہ مخواہ آنیوالا ہے پس وہ شرط نہوگا بلکہ اوس وقت کا متعین کرنیوالا ہوگا جسکی طرف طلاق کی نسبت کی ہے پس واقع ہین طلاق اوسیوقت کے اندر جسکی طرف

١٨٧، او قبل موته اى لو قال انت طالق قبل موت فلان بشهر فمات فلان لتمامه اى وقت تمام شهر فهو مستند اى الطلاق واقع عند ابى حنيفة من اول الشهر وقالا

١٨٧، اگر کہا فلان شخص کے مرنیسے ایک مہینہ پہلے تجھپر طلاق ہے اور وہ شخص ایک مہینہ پورا ہونیکے بعد مرگیا تو امام صاحب رح کے نزدیک طلاق اوس مہینہ کی شروع کی طرف مستند ہو جائیگی اور اوسیوقت سے طلاق کا حکم ثابت ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک

مقتصرا ای واقع حال الموت

اوسکے مرتے ہی واقع ہوگی

۱۸۸، قید بقوله لتمامه لان فلانا لو مات قبل تمام الشهر لا تطلق اتفاقا لعدم شهر قبل الموت۔

۱۸۸، یہ قید کہ ایک مہینہ پورا ہوجانیکی بعد وہ شخص مرجائے اسلیے لگائی ہے کہ اگر ایک مہینہ سے قبل مرگیا تو بالاتفاق ایک مہینہ پہلے سے طلاق نہ واقع ہوگی اسلیے کہ مرنیسے پہلے ایک مہینہ پایا ہی نہین گیا۔

۱۸۹، لهما ان الشرط شهر قبل الموت ومتصل به وقبلیته لا یثبت الا بالموت فصار کالقدوم وله ان الجزاء لا یقتصر علی المعرف ویقتصر علی الشرط والموت هنا لیس بشرط لان الشرط ما یکون وجوده محتملا والموت کائن لامحالة فیکون الموت معرفا للوقت المضاف الیه الطلاق فیقع فی اول الوقت المضاف الیه کما فی قوله انت طالق قبل رمضان بشهر۔

۱۸۹، صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ وقوع طلاق کی شرط موت سے پہلے کا ایک مہینہ ہی جو موت کے ساتھ متصل ہی اور اوسکی قبلیت موت سے ہی معلوم ہوسکتی ہی پس اوسکا حال آنیکا سا ہی۔ اور امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ جزاء شرط پر تو مقصور ہوتے ہی مگر معرّف پر مقصور نہین ہوتی اور موت یہان پر شرط نہین ہی اسلیے کہ شرط کا وجود محتمل ہوا کرتا ہی اور موت ایسی چیز ہی کہ خواہ مخواہ ہونے والی ہی پس موت شرط نہوگی بلکہ معرّف ہوگی جسکے سبب سے وہ وقت جو طلاق کا مضاف الیہ ہی متعین ہوجائیگا اور اوس وقت کے شروع مین طلاق واقع ہوجائیگی جیسے اس قول مین کہ رمضان سے ایک مہینہ پہلے تجہپر طلاق ہی۔

۱۹۰، وفائدة الطلاق فی الاقتصار والاستناد تظهر فی مسائل منها ان العدة یعتبر عنده من اول الشهر وعندهما من الحال۔

۱۹۰، استناد طلاق اور اقتصار طلاق کا فایدہ کئی صورتون مین ظاہر ہوگا از انجملہ یہ ہے کہ امام صاحب رح کے نزدیک اوس مہینہ کی شروع سے عدت معتبر ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک اسیوقت سے۔

۱۹۱، وفی الجامع الکبیر لقاضی خان الاصح ان العدة من حال الموت اتفاقا وعلیه الفتوی۔

۱۹۱، قاضی خان نے جامع کبیر مین بیان کیا ہے اصح قول یہ ہی کہ مرنیکے وقت سے بالاتفاق عدت معتبر ہوگی اور اسی پر فتوی ہی۔

۱۹۲، ومنها انه لو وطئها فی الشهر یصیر مراجعا عنده خلافا لهما۔

۱۹۲، ازانجملہ یہ ہی کہ اگر اوس مہینے مین صحبت کی تو امام صاحب کے نزدیک رجوع سمجہا جائے گا بخلاف صاحبین رح کے

(۱۹۳) ومنها ان الطلاق اذا کان ثلثا وقد وطئها فی الشهر غرم العقر عنده خلافا لهما۔

(۱۹۳) ازانجملہ یہ ہی کہ اگر تین طلاقین وی ہین اور اوس مہینہ مین اوس سے صحبت کرلی ہی تو امام صاحب رح کے نزدیک عقر یعنی صحبت کی اجرت دینی پڑیگی بخلاف صاحبین رح کے۔

(۱۹۴) او قبل موتی ای لو قال انت طالق قبل موتی بشهر او موتك ای لو قال قبل موتك فمات لتمام الشهر فهو مستند عند ابی حنیفة ولا ارث۔

(۱۹۴) اگر کہا میرے مرنیسے ایک مہینہ پہلے تجھپر طلاق ہی یا تیرے مرنیسے ایک مہینہ پہلے تو امام صاحب رح کے نزدیک شروع مہینہ کی طرف وہ طلاق مستند ہوگی اور اوسکو ورثہ نہین ملیگا۔

(۱۹۵) والغیاه ای قالا لا یقع الطلاق فلها الارث۔

(۱۹۵) صاحبین رح کے نزدیک اوسکا قول لغو ہوگا اور طلاق واقع نہوگی اور اوسکو ورثہ ملیگا۔

(۱۹۶) اقول قوله ولا ارث لا یصح معطوفا علی قوله مستند اذ لا معنی لقوله فهو لا ارث لها بل هو معطوف علی الجملة الاسمیة تقدیره فلا ارث لها۔

(۱۹۶) مین کہتا ہون مصنف رح کا یہ قول (وَلَا اِرْثَ) قول (مُسْتَنَدٌ) پر معطوف نہین ہی اسلیے کہ اس تقدیر پر یہ معنی ہونگے کہ طلاق کے لیے ورثہ نہین ہی اور نہ یہ کوئی بات ہی بلکہ پورے جملہ اسمیہ پر اوسکا عطف ہی اور اصل اوسکی یہ ہی (فَلَا اِرْثَ لَهَا)۔

(۱۹۷) وههنا مسئلتان احدهما قوله فهو مستند اردفت قولهما لکونه غیر معروف منه والاخری لا ارث لها ولم یردف قولهما لکونه فی طرف الاثبات منه انظر کیف اورد الجملة الثانیة دالة علی قول ابی حنیفة وقد جعلها فی الدیباجة من اوضاع الوفاق

(۱۹۷) یہان پر دو مسئلہ ہین ایک تو یہ کہ طلاق مستند ہوگی اوسکے بعد تو صاحبین رح کا قول ذکر کردیا اسواسطے کہ امام صاحب رح کے قول سے وہ سمجھ مین نہین آسکتا تھا اور دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ عورت کو ورثہ نہ ملیگا اوسکے بعد صاحبین رح کا قول کہ اوسکو ورثہ ملیگا نہین ذکر کیا اسلیے کہ بسبب طرف نفی مین واقع ہونیکے اونکے مذہب کو کرنیسے وہ سمجھ مین آجاتا ہی مگر دیکھو کہ یہان پر مصنف علیہ الرحمہ نے جملہ نافیہ کو امام صاحب رح کے مذہب کے بیان کرنیکے لیے ذکر کیا ہی حالانکہ دیباچہ مین بیان کرچکا ہی کہ جملہ نافیہ ائمہ کا اتفاق بیان کرنیکے لیے ہی۔

(۱۹۸) انما قید بالموته بتمام الشهر

(۱۹۸) یہ قید کہ ایک مہینہ پورا کرنیکے بعد وہ مرے ہم نے

لانه لومات قبل تمامه لا يقع الطلاق ولها الميراث اتفاقا كذا في المصفى۔

اسلیے لگا دی ہے کہ اگر اوس سے قبل مرگیا تو طلاق نہ واقع ہو گی اور بالاتفاق اوسکو ورثہ ملیگا۔ کذا فی المصفے۔

* * * * * * *

۱۹۹، وهذا الخلاف مبني على ما سبق من ان الموت معرف للزمان عنده فيقع الطلاق قبله فعليها العدة بالحيض فلا ترث منه ان كان صحيحا في ذلك الوقت وعندهما كالشرط فيبطل تعليق الطلاق به كما لو قال ان مت فانت طالق وعليها عدة الوفاة۔

۱۹۹، اصل اختلاف مذکورہ بالا کا منشا وہی ہے جو ہم بیان کر چکے کہ امام صاحب رح کے نزدیک موت زمانۂ وقوع طلاق کی معرف ہے اور اوسکے پہلے طلاق واقع ہو جائیگی اور عدت طلاق حیض کے اعتبار سے واجب ہوگی اور اگر خاوند اوسوقت میں صحیح تھا تو اوسکا ورثہ عورت کو نہ ملیگا اور صاحبین رح کے نزدیک موت شرط کی مانند ہے اور طلاق کا معلق کرنا اوسکے اوپر باطل ہوگا جیسے کوئی کہے اگر میں مرجاؤں تو تجھپر طلاق ہے۔ پس اوسپر عدت وفات واجب ہوگی اور طلاق نہ واقع ہوگی۔

۲۰۰، او اخرهما املكه او اتزوجها حر وطالق فيه لف ونشر يعني اخر عبد املكه حر واخر امرأة اتزوجها طالق فملك عبدا ثم عبدا او تزوج امرأة ثم امرأة ثم مات فالجزاء واقع على اخرهما مستندا الى وقت الملك والتزوج عند ابي حنيفة وقالا يقع مقتصرا على الموت

۲۰۰، اگر یہ کہا جس غلام کا میں اخیر میں مالک ہوں وہ آزاد ہے یا جس عورت سے میں اخیر میں نکاح کروں اوسپر طلاق ہے اور اول ایک غلام کا مالک ہوا اور پھر اور ایک غلام کا مالک ہوا یا اول ایک عورت سے نکاح کیا اور پھر دوسری عورت سے نکاح کیا بعد ازاں مرگیا پس طلاق یا عتاق ان دونوں سے اخیر کے اوپر واقع ہوگا امام صاحب رح کے نزدیک تو اوسیوقت کی طرف دونوں کا استناد ہوگا جس وقت وہ مالک ہوا ہے یا نکاح کیا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک طلاق و عتاق بوقت موت منحصر ہونگے۔

۲۰۱، وفي النهاية لو قال اخر امرأة اتزوجها فهي طالق فتزوج امرأة ثم اخرى ثم طلق الاولى وتزوجها ثم مات لم تطلق والمطلقة التي تزوجها مرة لان التي اعاد عليها التزوج انصرفت بكونها اولا

۲۰۱، نہایہ میں مذکور ہے اگر یہ کہا کہ جس عورت سے اخیر میں نکاح کروں اوسپر طلاق ہے اور ایک عورت سے نکاح کیا اور پھر دوسری عورت سے نکاح کیا اور پہلی کو طلاق دیدی اور پھر اوس سے نکاح کر لیا اور مرگیا تو اس عورت کو طلاق نہ ہوگی بلکہ اوسکو طلاق ہوگی جس سے ایک مرتبہ نکاح کیا ہے اسلیے کہ جس سے دوبارہ نکاح کیا ہے وہ اول ہونیکی صفت سے متصف

ولا تتصف بكونها اخرا-

۲۰۲، وفائدة الخلاف تظهر في مسائل منها ان العتق عنده يعتبر من جميع المال ان كان صحيحا عند الشراء ومن الثلث ان كان مريضا وعندهما من الثلث مطلقا ومنها ان العبد يرث من قريبه الذي مات بعد الملك عنده ولا يرث عندهما ومنها ان الاخيرة طلقت من حين تزوجها فلا عدة عليها وان دخل بها ولا ميراث لها وعندهما عليها العدة وان لم يدخل بها وترث المرأة لكونه فارا الا ان تحقق الشرط في المرض بمنزلة الايقاع فيه-

۲۰۳، لهما ان الموت كالشرط لان اخرية العبد او المرأة انما يتحقق بالموت اذ قبله كان يمكن ان يملك عبدا اخر او يتزوج امرأة اخرى فيقع الطلاق مقتصرا على الموت كما لو قال ان لم اشتر عليك عبدا فانت حر ثم مات فانه يعتق مقتصرا وله انه علق العتق او الطلاق بفعل موصوف وهو تملك اخر عبد او تزوج اخر امرأة وقد تحقق هذا الفعل من وقت الملك والتزوج

اب آخر ہونیکے ساتھ متصف نہوگی —

۲۰۲، اس اختلاف کا اثر کئی مسئلون مین ظاہر ہوگا از انجملہ یہ ہی کہ امام صاحب رح کے نزدیک اگر غلام کے خریدنے کے وقت وہ صحیح سالم تھا تو کل مال سے اوسکے آزاد ہونیکا اعتبار کیا جائیگا اور اگر مریض تھا تو ثلث مال سے اور صاحبین رح کے نزدیک بہرصورت ثلث مال سے آزاد ہوگا از انجملہ یہ ہی کہ امام صاحب رح کے نزدیک اوس غلام کے مملوک ہوجانیکے بعد اگر کوئی اوسکا قریب مرگیا ہی تو وہ غلام اوسکا وارث ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک وارث نہوگا اور از انجملہ یہ ہی کہ امام صاحب رح کے نزدیک اخیرہ سے نکاح کرتے ہی اوسپر طلاق واقع ہوجائیگی اور عدت واجب نہوگی اگرچہ اوس سے دخول کرے اور وارث نہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک اوسپر عدت واجب ہوگی اگرچہ اوس سے دخول نکیا ہو اور وہ وارث ہوجائیگی اسلیے کہ وہ فار سمجھا جائیگا کیونکہ مرض کے اندر شرط طلاق یا اعتاق کا پایا جانا

۲۰۳، صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ یہان پر موت شرط کے مانند ہی اسواسطے کہ غلام یا بیوی کا آخر ہونا موت سے ہی متحقق ہوگا اسواسطے کہ قبل مرنیکے ہر وقت ممکن ہی کہ دوسرا غلام کو خرید لے یا اور عورت سے نکاح کر لے پس طلاق اور عتاق موت پر مقصور ہونگی جسطرح اگر یہ کہی کہ مین تیرے اوپر کوئی غلام نہ خریدون تو تو آزاد ہی اور پھر وہ مرجائے تو اوسکا عتق موت پر مقصور ہوتا ہی۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی اوسنے طلاق اور عتق کو ایک فعل موصوف کے ساتھ معلق کیا ہے یعنے اخیر غلام کا مالک ہونا اور اخیر عورت سے نکاح کرنا اور یہ فعل اخیر مالک ہونے اور اخیر نکاح کرنیکے وقت سے پایا جاتا ہی اور موت سے صرف اوسکا تعین ہوجاتا ہے

اخر والموت معرف له لا شرطه فیقع من ذلك الوقت۔

کچھہ موت شرط نہیں ہو یہیں اوسیوقت سے طلاق اور عتاق ثابت ہونگی۔

(٢٠٤) او اطولكما ای لو قال لامرأتیه اطولكما عمرا طالق الآن ای فی هذه الساعة اوقعناه علی الباقیة حال موت الاخری لا مستندا یعنی احدٰیهما انما تطلق اذا ماتت الاخری اتفاقا لان المراد منه طول الحیوة فی المستقبل لا فی الماضی حتی اذا كانت احدٰیهما بنت خمس عشر سنین و الاخری بنت خمس وستین لا یطلق العجوز لكن طلاقها یقع مقتصرا علی موت صاحبتها عندنا و مستندا عند زفر۔

(٢٠٤) اگر اپنی دو بیویوں سے کہا تم دونوں میں سے جس کی زیادہ عمر ہوگی اوسپر اسیوقت طلاق ہو ہمارے نزدیک ایک بیوی کے مرنے سے دوسری بیوی کو طلاق ہو جائیگی یعنے یہ تو اتفاقی مسئلہ ہے کہ ایک کے مرنیسے دوسری کو طلاق ہوگی اسلیے کہ زمانہ آیندہ مین زیادہ زندہ رہنا مراد ہے نہ زمانہ ماضی مین حتے کہ اگر ایک کی عمر پندرہ سال اور ایک کی پینسٹھہ سال کی ہے تو بڑھیا پر یہ کہنے سے طلاق نہ واقع ہو جائیگی مگر یہ اختلاف ہے کہ ہمارے نزدیک اوسکی طلاق وقت موت پر ہی مقصور رہیگی اور امام زفر رح کے نزدیک جس وقت خاوند نے یہ بات کہی ہے اوسیوقت کی طرف مستند ہوگی۔

(٢٠٥) له ان الباقیة عرف انها اطول عمرا وقت الكلام فیقع الطلاق من ذلك الوقت ولنا ان الموت فی معنی الشرط فمعناه ان مات احدكما فالاخری طالق فیقتصر علیه۔

(٢٠٥) امام زفر رح کی یہ دلیل ہے کہ جو باقی رہی ہے دوسری کے مرنیسے کلام کے وقت اوسکا عمر مین دراز ہونا معلوم ہوگیا بس اوسیوقت سے طلاق واقع ہوگی اور ہماری یہ دلیل ہے کہ موت شرط کے معنی مین ہے اور فی الحقیقت اوسکے کلام کے یہ معنی ہین کہ اگر تم مین سے ایک مرجائے تو دوسری پر طلاق ہے پس اوسی وقت پر طلاق مقصور ہوگی۔

(٢٠٦) ولو شهد واحد بواحدة واخر بثنتین یعنی اذا ادعت علی زوجها انه طلقها فاقامت شاهدین شهد احدهما بطلقة والاخر بطلقتین فالقاضی لا یحكم

(٢٠٦) اگر عورت نے خاوند پر دعوی کیا کہ اسنے مجھے طلاق دی ہے اور دو گواہ اثبات پر قائم کیے مگر ایک گواہ کہتا ہے ایک طلاق دی ہے اور دوسرا دو طلاق دینے کی گواہی دیتا ہے تو امام صاحب رح کے نزدیک اس صورت مین قاضی کچھہ حکم نہ دیگا۔

لشئ عند ابي حنيفة۔

۲۰۷، وقالا بواحدة اي يقضي بطلقة۔

۲۰۷، صاحبین رح فرماتے ہین صورت مذکورہ مین قاضی ایک طلاق کا حکم دیدیگا۔

۲۰۸، قيد بلفظ الثنتين لانه لوشهد احدهما انه طلقها واحدة وواحدة والاخر شهد انه طلقها واحدة يقبل في الواحدة اتفاقا من الحقائق

۲۰۸، دو طلاق کی قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر بالفرض ایک گواہ کہتا کہ ایک طلاق دی ہے اور دوسرا کہے ایک اور ایک دی ہے تو بالاتفاق ایک طلاق مین اونکی گواہی مقبول سمجھی جائیگی۔

۲۰۹، لهما انهما اتفقا على وقوع طلقة فيقبل شهادتهما فيه كما اذا شهد احدهما بطلقة والاخر بطلقة ونصف وله ان موافقة الشاهدين فيما شهدا به لفظا ومعنى شرط جواز القضاء حتى اذا شهد احدهما بانه قال لها انت برية وشهد الاخر انه قال انت خلية لايقضى لشئ والطلقتان غير طلقة لفظا ومعنى بخلاف ما استشهدا به لانهما اتفقا على لفظ طلقة وذكر نصف طلقة كذكر كله فيكون للتاكيد فيتفقان لفظا ومعنى۔

۲۰۹، صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ ایک طلاق کے واقع ہونے پر دونون گواہ متفق ہین پس ایک کے واقع ہونے مین دونون کی گواہی مقبول ہوجائیگی جیسے ایک گواہ ایک طلاق کی اور دوسرا گواہ ایک طلاق اور نصف طلاق کی گواہی دے اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ جس چیز کی گواہی ہو اوس مین گواہون کا لفظاً اور معنیً متفق ہونا حکم دینے کے لیے ضرور ہے حتے کہ اگر ایک کہے خاوند نے (انت برية) کہا اور دوسرا کہے کہ (انت خلية) کہا ہے تو کچھ حکم نہ دیا جائیگا اور دو طلاقین تو ایک طلاق کے لفظاً اور معنیً دونون طرح سے غیر ہین بخلاف اوس صورت کے جس سے استشہاد کیا ہے اسلیے کہ ایک طلاق کی لفظ پر تو دونون متفق ہین اور نصف طلاق کا ذکر کرنا ایسا ہی ہے جیسے کل کا ذکر کرنا پس وہ تاکید کے لیے ہوگا اور وہ دونون لفظاً اور معنیً باہم متفق ہین

(۲۱۰)، وكذا الخلاف في طلقي اي فيما اذا قال لامرأته طلقي نفسك واحدة فطلقت ثلثا فعند ابي حنيفة لايقع شئ وعندهما يقع واحدة

(۲۱۰)، اگر اپنی بیوی سے کہا اپنی آپ کو تو ایک طلاق دیلے اور اوس نے تین طلاقین دے لین تو امام صاحب رح کے نزدیک کچھ واقع نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی۔

(۲۱۱) لهما انها اتت بما ملكته وهي

۲۱۱، صاحبین رح کی دلیل تو یہ ہے کہ عورت نے اسے [illegible]

واحدة وبزيادة فيقع ما ملكته ويلغو الزيادة كما لو طلقها الزوج الفا يقع ما ملك وهو الثلث ويلغو الزيادة وله انها لم تأت بما ملكته لان الزوج ملكها الواحدة وهي اتت بالثلث فكانت مخالفة مبتدية والثلث اذا لم يثبت لا يثبت ما في ضمنه بخلاف الزوج لانه تصرف بالملك لا بالامر والتفويض۔

ایک طلاق تو وہ دی ہے جسکا خاوند نے اوسکو مالک بنایا تہا اور باقی وہ طلاقین اوس سے زیادہ ہین پس وہ ایک واقع ہو جائیگی اور جو زیادہ ہین وہ لغو ہونگی جیسے اگر خاوند اوسکو ہزار طلاقین دیدے تو اوسیقدر واقع ہونگی جسقدر کا خاوند مالک ہے یعنے تین طلاقین اور باقی لغو جائینگی اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ جو اوس سے وقوع مین آیا ہی وہ اوسکی مالک نہ تہی اسلیے کہ خاوند نے اوسکو ایک طلاق کا مالک کیا تہا اور اوس نے تین طلاقین واقع کرلین پس یہ عورت کی جانب سے مخالفت پائی گئی لہذا تین طلاق دینا باطل ہوگا اور جب تین ثابت نہوئین تو جو اوسکی ضمن مین ہی یعنے ایک۔

(۲۱۲) وردنا شهادتهما بطلاق احدهن عينا مع نسيانهما يعني اذا شهد رجلان على رجل انه طلق احدى نسائه بعينها لكنا نسيناها لا يقبل عندنا ويقبل عند زفر فيحال بينه وبينهن حتى يبين المطلقة منهن۔

(۲۱۲) اگر دو شخصون نے ایک شخص پر اسبات کی گواہی دی کہ اس نے اپنی بیبیون مین سے خاص ایک بیبی کو طلاق دی ہے مگر ہمین یہ یاد نہین کہ وہ کونسی ہے تو ہمارے نزدیک اونکی گواہی مقبول نہوگی اور امام زفر رح کے نزدیک مقبول ہو جائیگی اور اوس شخص کو سب بیبیون کے پاس جانیسے روکدیا جائیگا تاوقتیکہ وہ مطلقہ کی تعیین نہ کردے۔

(۲۱۳) له ان جهالة المطلقة لا يمنع قبول الشهادة كما لو شهد انه طلق احدهن بغير عينها ولنا انهما اعترفا على نفسهما بالغفلة فلا يقبل شهادتهما بخلاف المسئلة المقيسة عليها لانهما لم يقرا على انفسهما بالغفلة۔

(۲۱۳) امام زفر رح کی دلیل یہ ہے کہ خاص مطلقہ کا معلوم نہونا قبول شہادت کا مانع نہین ہے جسطرح اگر وہ یہ گواہی دین کہ اسنے اپنی بیویون مین سے بلا تعیین ایک کو طلاق دیدی ہے تو گواہی قبول ہوگی اور ہماری یہ دلیل ہے کہ وہ دونون جب اپنی غفلت کا اقرار کرتے ہین پس اونکی گواہی کیونکر مقبول ہو سکتی ہے بخلاف مسئلہ مقیس علیہا کے کہ وہ غفلت کے مقر نہین ہین۔

(۲۱۴) وفي المحيط لو طلق احدى زوجتيه فعليه البيان ويجب العدة من وقت البيان لان له حكم الانشاء

(۲۱۴) محیط مین مذکور ہے اگر دو بیبیون مین سے ایک کو طلاق دے تو خاوند پر اوسکا بیان کرنا کہ کس کو دی ہے ضروری ہوگا اور بیانکے وقت سے عدت شمار کیجائیگی اسلیے کہ بیان بمنزلہ انشاء طلاق کے ہے

ولو نسي لا يقربهما احتياطا لان الحل بالتحري في الفروج غير صحيح ولو قرب تعينت الاخرى حملا لفعله على ما يحل شرعا ولو ماتت احدٰهما تعينت الاخرى للطلاق ولو قال عنيت الميتة صدق في حق الميراث فلا يرث عنها ولا يصرف الطلاق على الباقية لانها تعينت له ظاهرا

اور اگر بھول گیا تو احتیاطاً کسی کے پاس نہ جائے اسلیے کہ فروج کی حلت اور حرمت میں اٹکل صحیح نہیں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک کے ساتھ صحبت کرلے تو دوسری طلاق کے لیے متعین سمجھی جائیگی اور اُسکے فعل کو حلت شرعی پر محمول کرینگے اور اگر ایک دونوں میں سے مرگئی تو جو زندہ ہے وہی طلاق کے لیے متعین ہوگی اور اگر خاوند نے مرنیوالی کو کہا میں نے اوسیکو طلاق دی تھی تو حق میراث میں اسکا قول مقبول ہوگا اور اوسکا ورثہ خاوند کو نہ ملیگا اور جو زندہ ہے اوس پر طلاق واقع نہ کیجائیگی اسلیے کہ ظاہر کا لحاظ کرکے طلاق کے لیے اوسکو متعین کیا تھا اور یہاں خاوند کا بیان پایا جاتا ہے۔

۲۱۵۔ ولو مات الزوج قبل البيان ورثتا ميراث امرأة بينهما

۲۱۵۔ اگر بیان کرنیسے پہلے خاوند کا انتقال ہوگیا تو ان دونوں کو ایک بیوی کے برابر ورثہ ملیگا اور برابر دونوں میں تقسیم ہوجائیگا۔

فصل في طلاق غير المدخول بها وفي ايمان الطلاق

فصل غیر مدخولہ کے طلاق اور یمین بالطلاق کے بیان میں

۲۱۶۔ واذا طلق قبل الدخول ثلثا وقعن لان الطلاق المقرون بالعدد لا يقع قبل ذكره فيقعن جملة

۲۱۶۔ اگر قبل از دخول عورت کو تین طلاقیں دیں تو واقع ہوجائینگی اسلیے کہ جب طلاق کے ساتھ عدد کو ذکر کرتے ہیں تو قبل اسکے ذکر کے طلاق واقع نہیں ہوتی لہذا تینوں طلاقیں اکٹھی واقع ہوجائینگی

۲۱۷۔ وفي المشكلات من طلق امرأته الغير المدخول بها ثلثا فله ان يتزوجها بلا تحليل واما قوله تعالى فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره ففي حق المدخول بها۔

۲۱۷۔ مشکلات میں مذکور ہے اگر غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دیں تو بدون اسبات کے کہ دوسرے خاوند سے وہ نکاح کرے اس خاوند کو اوس سے نکاح درست ہے اور اللہ پاک کا یہ قول فان طلقها فلا تحل آہ یعنی پھر اگر خاوند اوسکو طلاق دی تو وہ عورت اوس کے بعد خاوند کے لیے حلال نہیں ہوتی جبتک کہ وہ اوسکے سوا

۲۱۸۔ فان فرق اي قال انت طالق طالق طالق بانت بالاولى لان وقوعها غير متوقف على ما بعدها ولغي الباقي لفوات المحل لانها غير

۲۱۸۔ اگر مدخولہ کو تین طلاقیں اسطرح پر دیں کہ تجھپر طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو پہلے طلاق سے ہی وہ خاوند سے جدا ہوجائیگی اسلیے کہ پہلے کا وقوع مابعد پر موقوف نہیں ہے اور باقی لغو ہوجائینگی بواسطے کہ محل طلاق کا ہو

معتدة۔

(۲۱۹) او قال انت طالق واحدة
وواحدة او قال انت طالق واحدة
قبل واحدة او بعدها واحدة
بانت بواحدة والاصل فيه ان
الظروف وهو قبل وبعد ان لم
يذكر بالضمير يكون صفة لما قبله
وان ذكر به يكون صفة لما بعده
اذ اتحقق هذا فقوله قبل واحدة
صفة لما قبله فبقي الواحدة الاولى
في الوقوع فبانت لا الى عدة وفي
قوله بعدها واحدة البعدية
صفة للواحدة الثانية فيقع الاولى
فلم يبق ايضا محلا للاخرى او قبلها
اي لو قال انت طالق واحدة قبلها
واحدة او قال واحدة بعد واحدة
او مع واحدة او معها اي معها
واحدة وقعتا لان القبلية في قوله
قبلها صفة للثانية فاقتضى ان يكون
الثانية اولا ولا يمكن ايقاع الثانية
متقدمة على الاولى فوقعتا معا واما
قوله بعد واحدة فالبعدية صفة
للاولى فيقتضي تاخير الاولى وهو
غير ممكن بعدما اوجبها فيثبت
ما هو ممكن وهو ان يجمع الثانية

جاتا۔ یا اس باعث سے کہ غیر مدخولہ پر عدت واجب نہیں ہوتی۔
(۲۱۹) اگر یہ کہا تجھپر طلاق ہے ایک اور ایک
یا کہا تجھپر ایک طلاق ہی ایک طلاق سے قبل یا تجھپر ایسی
ایک طلاق ہی جس کے بعد ایک اور ہے تو وہ غیر مدخولہ
ایک ہی طلاق سے جدا ہو جائیگی اور اصل قاعدہ اس
میں یہ ہی کہ یہ ظروف یعنی قبل اور بعد اگر انکے ساتھ ضمیر ذکر
نہ کیجائے تب تو ما قبل کے صفت ہوا کرتے ہیں اور اگر ضمیر ذکر
کیجائے تو ما بعد کے صفت ہوا کرتے ہیں جب یہ بات ثابت
ہو گئی تو (قبل واحدۃ) کا لفظ ما قبل کی صفت ہی پس پہلی
جو ایک ہی وہی پہلے واقع ہو گی جب وہ واقع ہو گئی تو وہ
عورت جدا ہو جائیگی اور عدت واجب ہو گی اور یہ لفظ کہ
(اوسکی پہلے ایک ہی) دوسرے ایک طلاق کی صفت ہی
اسلیے یہاں بھی پہلی واقع ہو گی اور پھر دوسرے کے محل
باقی نہ رہیگی اگر یہ کہا انت طالق واحدۃ قبلہا واحدۃ یعنی
تجھپر ایسی ایک طلاق ہے جس سے پہلے ایک اور ہے
یا بعد واحدۃ کہا یعنی ایسی ایک جو ایک کے بعد ہی یا مع
واحدۃ یعنی ایک کے ساتھ یا معہا واحدۃ یعنی اوسکے ساتھ
ایک ہی تو ان چاروں صورتوں میں دو دو طلاقیں واقع
ہونگی اسواسطے کہ قبلیت قبلہا واحدۃ کی اندر دوسری
طلاق کے صفت ہی اور یہ صفت اسبات کو چاہتی ہے کہ
دوسری طلاق پہلے واقع ہو مگر کسی طرح پر پہلی سے
پیشتر اوسکا واقع ہونا ممکن نہیں ہے اسلیے دونوں
دفعۃً واقع ہونگی اور بعد واحدۃ میں بعدیت پہلے
طلاق کی صفت ہے اور وہ اسبات کو چاہتی ہی کہ پہلی
بعد کو واقع ہووے مگر یہ بھی اوسکے واقع کر دینے کے

بها فيقعان واما كلمة مع فللقران قرنت بالضمير او لانها تقتضى وقوعهما معا۔

بعد نا ممکن ہے پس جو ممکن ہے وہی ثابت ہوگا اور یہ دونون دفعۃً واقع ہونگی اور مع کا کلمہ تو دونون کے معیت کو چاہتا ہی خواہ ضمیر ہو یا نہو اسلیے وہان بھی ساتھ ہی واقع ہونگی

(۲۲۰) او ان دخلت الدار اى لو قال لامرأته ولم يدخل بها ان دخلت الدار فطالق وطالق وطالق او ان تزوجتك اى لو قال لاجنبية ان تزوجتك فطالق وطالق وطالق فدخلت الدار فى المسئلة الاولى وتزوجها فى الثانية فالاولى اى الطلقة الاولى واقعة عند ابى حنيفة

(۲۲۰) اگر غیر مدخولہ سے کہا تو گھر مین داخل ہو تو تیرے اوپر طلاق ہی اور طلاق ہے اور طلاق ہی یا ایک اجنبیہ عورت سے کہا اگر مین تجھسے نکاح کرون تو تیرے اوپر طلاق ہے اور طلاق ہے اور طلاق ہے اور وہ غیر مدخولہ گھر مین داخل ہوئی اور اجنبیہ سے نکاح کر لیا تو امام صاحب کے نزدیک پہلی طلاق واقع ہوگی۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(۲۲۱) وقالا كلها واقعة لانه جمع بين الثلث بحرف الجمع واوقعها حال وجود الشرط فيقع كلها كما اذا اخر الشرط وكما لو جمعها بلفظ الجمع۔

(۲۲۱) صاحبین رح فرماتے ہین صورت مذکورہ مین سب واقع ہو جائنگی اسلیے کہ اوس نے تینون طلاق کو حرف جمع سے عطف کرکے ذکر کیا ہی اور شرط پائے جانیکے وقت اونکو واقع کیا ہی اسلیے سب واقع ہو جائنگی جیسے شرط کو موخر کرنیکی صورتمین اور جمع کے لفظ سے بیان کرنیکی صورتمین سب واقع

(۲۲۲) وله ان المعلق كالمذكور عند الشرط ولو قال لها منجزا انت طالق وطالق يقع واحدة فكذا هذا بخلاف ما اذا اخر الشرط لان صدر الكلام توقف على اخره لوجود المغير ولا كذالك اذا تقدم الشرط وبه تبين ان الجمع بحرف الجمع كالجمع بلفظه فى حق اصل التعليق لا فى حق كيفيته۔

(۲۲۲) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ شرط کے پائے جانیکے بعد معلق کا حال ایسا ہی جیسے اوسیوقت طلاق واقع کرتا اور دفعۃً طلاق واقع کرے اور یہ کہے تجھپر طلاق ہی اور طلاق ہی او طلاق ہی تو ایک واقع ہوتی ہی اسیطرح اس مین بھی ایک ہی واقع ہوگی بخلاف شرط کے موخر کرنیکی صورتکے اسلیے کہ شروع کلام تو اخیر کلام پر جسوقت مین کہ وہ اوسکی معنی مین تغیر پیدا کرتا ہو موقوف ہوا کرتا ہی اور شرط کے مقدم کرنیکی حالتمین یہ بات نہین ہوتی اور اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حرف جمع سے جمع کرنا لفظ جمع کے ساتھ جمع کرنیکی مانند ہی مگر صرف حکم کے معلق ہونیمین نہ اوسکی

(۲۲۳) او بثم ای لو عطف بثم فان قدم الشرط ای لو قال لغیر المدخول بها ان دخلت الدار فانت طالق ثم طالق ثم طالق فالاولی معلقة والثانیة منجزة والثالثة لغو عند ابی حنیفة او اخر ای لو قال لها انت طالق ثم طالق ثم طالق ان دخلت الدار فالاولی منجزة والباقی لغو عند ابی حنیفة۔

(۲۲۳) اگر غیر مدخولہ سے ایسا کہا اور حرف ثم سے عطف کیا اور شرط کو مقدم کیا بایں طور کہ ان دخلت الدار فانت طالق ثم طالق ثم طالق تو اول طلاق امام صاحب رح کے نزدیک دخول دار پر موقوف ہو گی اور دوسرے فی الفور واقع ہو جائیگی اور تیسرے لغو ہو گی۔ اور اگر شرط کو موخر کیا اور کہا انت طالق ثم طالق ثم طالق ان دخلت الدار۔ تو پہلی فی الفور واقع ہو جائیگی اور باقی لغو ہو جائینگی۔

* * * * * * * * * * * *

(۲۲۴) وان قدم الشرط فی المدخول بها فالاولی معلقة والباقی منجز او اخر الشرط فالثالثة معلقة والباقی منجزة۔

(۲۲۴) اگر مدخولہ بیوی سے یہ کہا اور شرط کو مقدم کیا تو امام صاحب رح کے نزدیک طلاق اول تحقق شرط پر موقوف ہو گی اور باقی دو فی الفور واقع ہو جائینگی اور شرط کو اگر موخر کیا ہے تو تیسری جو شرط پر موقوف ہو گی اور دو باقی فی الحال واقع ہو جائینگی

(۲۲۵) وقالا یتعلق الکل ای الثلث مطلقا سواء کانت مدخولا بها اولا وقدم الشرط او اخر لان ثم عطف علی سبیل التراخی فباعتبار العطف یتعلق الکل بالشرط وباعتبار التراخی یکون الثانی مرتبا علی الاول فاذا کانت مدخولا بها یقع الکل علی الترتیب لقیام المحل وان لم یکن مدخولا بها بانت بالاولی ولغا الباقی۔

(۲۲۵) صاحبین رح کے نزدیک بہر صورت تینوں طلاقین تحقق شرط پر موقوف ہونگی خواہ عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اور شرط کو مقدم کرے یا موخر کرے اسلیے کہ ثم کا لفظ عطف کے لیے آتا ہے اور تراخی پر دلالت کرتا ہے عطف کی اعتبار سے تو سب طلاقیں معلق بالشرط ہو جائینگی اور تراخی کے اعتبار سے ایک طلاق پر دوسرے طلاق مرتب ہو گی اب اگر وہ مدخولہ ہے تو تینوں طلاقین بسبب بقاء محلیت طلاق کی ترتیب واقع ہو جائینگی اور اگر غیر مدخولہ ہے تو پہلی ہی طلاق سے جدا ہو جائیگی اور بسبب عدم بقاء محلیت طلاق کی باقی لغو ہو جائینگی۔

(۲۲۶) وله ان المعطوف بثم فی حکم المنقطع عما قبله کانه سکت عن

(۲۲۶) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ معطوف بثم حقیقت میں اپنی ماقبل سے منقطع ہوا کرتا ہے اور ایسا

الاولى واستانف الثانى قولا بكلام التراخى ولو فصل بينهما بالسكوت بان قال انت طالق وسكت ثم قال وطالق ان دخلت الدار كان يمنع التعليق فكذا العطف عنه فاذا قدم الشرط فى غير المدخول بها تعلقت الاولى ثم يجعل مستانفا للطلاق فيتنجز الثانية فتبين ويلغو الثالثة لفوات المحل واذا اخّر الشرط وقعت الاولى والباقيان لغو لانه تعليق فى غير الملك واذا قدم الشرط فى المدخول بها يكون الاولى معلقة والثانية منجزة لعدم تعلقها بالاولى والثانية ايضا لقيام العدة واذا اخّر الشرط وقعت الاولى والثانية منجزتين لعدم تعلقهما بالشرط والعدة قائمة وتعلقت الثالثة لقيام المحل۔

ہو جیسے اول کلام کہکر سکوت کیا اور پھر دیر کے بعد دوسرے کلام کے ساتھہ تکلم کیا اور دونوں کلاموں کے بیچ میں اگر سکوت پایا جائے مثلاً انت طالق کہکر چپ رہے اور پھر کہے وطالق ان دخلت الدار تو وہ سکوت تعلیق بالشرط کا مانع ہوتا ہی پس اسیطرح یہ عطف بھی مانع تعلیق ہوگا اس بنا پر اگر عورت غیر مدخولہ ہی اور شرط کو مقدم کیا ہی تو طلاق اول شرط پر معلق ہوگی اور طلاق دوم کو از سر نو طلاق سمجھیں گے اور وہ فی الحال واقع ہو جائیگی اور وہ جدا ہو جائیگی اور تیسری طلاق لغو ہوگی اسلیے کہ محل طلاق باقی نہیں ہی اور اگر شرط کو موخر کیا تو پہلی واقع ہوگی اور دو دوسری لغو ہونگی اسلیئے کہ اونمین تعلیق غیر الملک ہے۔ اور اگر مدخولہ ہے اور شرط کو مقدم کیا تو پہلی معلق ہوگی اور دوسری فی الفور واقع ہوگی اسواسطے کہ پہلی کے ساتھہ اوسکو تعلق نہیں ہے اسیطرح تیسری بھی بسبب قیام عدت کے فی الفور واقع ہوجائیگی اور اگر شرط کو موخر کیا تو پہلی اور دوسری تو اوسیوقت واقع ہوجائینگی اسلیئے کہ اونکو شرط کے ساتھہ تعلق نہیں ہے اور عدت موجود ہی ہے اور تیسری معلق ہوجائیگی کیونکہ محل طلاق ہنوز باقی ہے۔

(٢٢٧) وتخيز الاجنبية تعليقه بالنكاح كقوله لاجنبية ان تزوجتك فانت طالق۔

(٢٢٧) اگر ایک شخص اجنبیہ عورت سے کہے اگر میں تجھسے نکاح کروں تو تیرے اوپر طلاق ہے تو ہمارے نزدیک یہ تعلیق صحیح ہے۔

(٢٢٨) وقال الشافعى لايجوز لان التعليق تاخير التنجيز وهو لايملك تطليق اجنبية تنجيزا فكذا لك لايملك تعليقا۔

(٢٢٨) امام شافعی رح کے نزدیک یہ تعلیق صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ طلاق کا معلق کرنا فی الحقیقت ایقاع طلاق میں تاخیر کرنا ہوتا ہے اور اجنبی شخص اجنبیہ عورت پر فی الحال ایقاع طلاق کا مالک نہیں ہی پس تعلیق طلاق کا بھی اوسکو اختیار نہوگا۔

(۲۲۹) ولنا ان المعلق کالملفوظ عند الشرط فیکون کانه قال بعد التزوج انت طالق فیقع۔

(۲۲۹) ہماری یہ دلیل ہے کہ طلاق کا ایک شرط کے ساتھ مشروط کرنا ایسا ہی جیسے بعد وجود شرط کی طلاق کا دینا پس ایسا سمجھا جائیگا کہ گویا نکاح کے بعد اوس نے انت طالق کہا۔

(۲۳۰) فان قیل لو علق الطلاق ثم جن عند الشرط تطلق ولو کان کالملفوظ عنده لما وقع لانعدام الاهلیه قلنا هو ایقاع حکما والمجنون اهل له بدلیل ان اخاه عتق علیه اذا اشتراه ولیه وقوله التعلیق تاخیر التنجیز ممنوع بدلیل انه لو قال لامة اذا ولدت ولدا فهو حر صح مع انه لم یملك تنجیز العتق فی الولد المعدوم کذا ذکره صاحب الکافی والحاصل ان الایقاع المعلق سبب فی الحال عند الشافعی والشرط یمنع ترتب اثره علیه ولهذا اشترط الملك وقت التعلیق وعندنا التعلیق یمین فی الحال فلا یشترط صحته علی ملك المحل کالیمین بالله وانما یصیر سببا للطلاق اذا وجد الشرط کالرمی فان عینه لیس بقتل واذا وصل الی المحل یصیر قتلا۔

(۲۳۰) اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اگر کوئی شخص طلاق کو ایک شرط کے ساتھ مشروط کرے اور وقت تحقق شرط کے وہ مجنون ہو جائے تو تمہارے اس قاعدہ کے موافق کہ معلق بالشرط ملفوظ عند وجود الشرط کے حکم میں ہوا کرتی ہے طلاق نہ واقع ہونا چاہیے اسلیے کہ وقت تحقق شرط کے وہ طلاق دینے کا اہل نہیں ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ طلاق کا معلق کرنا حقیقت میں تو ایقاع طلاق نہیں ہے مگر حکما ایقاع طلاق ہے اور مجنون حکما ایقاع طلاق کا اہل ہے اور اوسپر دلیل یہ ہے کہ اگر مجنون کا ولی اوسکی بھائی کو خرید لے تو وہ مجنون کی طرف سے آزاد ہو جاتا ہے حالانکہ وہ حقیقۃ اعتاق کا اہل نہیں ہے باقی رہا امام شافعی رح کا یہ قول کہ تعلیق طلاق فی الحقیقت تاخیر ایقاع ہے اسکو ہم نہیں مانتے اور اوسپر یہ دلیل ہے کہ اگر چھوکری سے کہے اگر تیرے بچہ پیدا ہووے تو وہ آزاد ہے تو یہ کہنا صحیح ہے باوجودیکہ ولد معدوم کو وہ فی الحال آزاد نہیں کرسکتا۔ کذا ذکرہ صاحب الکافی۔ حاصل یہ ہے کہ ایقاع معلق امام شافعی رح کے نزدیک فی الحال سبب طلاق ہے مگر شرط اوسکا اثر مرتب نہیں ہونے دیتی اسلیے امام شافعی رح کے نزدیک تعلیق کے وقت ملکیت کا ہونا شرط ہے اور ہمارے نزدیک فی الحال وہ ایک یمین ہے پس اوسکی صحت ملکیت محل پر موقوف نہیں جس طرح خدا کے ساتھ قسم کھانیکی لیے یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ اوس

(۲۳۱) وفی المحیط هذا اذا صرح النکاح ولو قال کل امرأة اجتمع

(۲۳۱) محیط میں مذکور ہے یہ جب ہے کہ نکاح کی تصریح کردے اور اگر یہ یوں کہا کہ جس عورت سے میں

معها في فراش فهي طالق فتزوج امرأة لا تطلق وكذا لو قال كل جارية فوطئها فهي حرة واشترى جارية فوطئها لم تعتق لان العتق غير مضاف الى الملك۔

ہم بستری کروں اوسپر طلاق ہے اور ایک عورت سے نکاح کیا تو اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی اسیطرح اگر کہا جس چھوکری سے میں صحبت کروں وہ آزاد ہے اور ایک چھوکری خریدی اور اوس سے صحبت کی تو آزاد نہوگی اسلیے کہ غیر مالک کی طرف آزاد ہونیکی نسبت کی ہے۔

(٢٣٢) واجازه اي تعليق الطلاق بالنكاح مع التعميم كقوله كل امرأة اتزوجها فهي طالق وقال مالك لا يجوز۔

(٢٣٢) اگر بلا تخصیص کسی عورت کے طلاق کو نکاح کے ساتھہ معلق کرے اور کہے جس عورت سے میں نکاح کروں اوسپر طلاق ہے تو یہ تعلیق صحیح ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں جائز نہیں ہے۔

(٢٣٣) قيد بالتعميم لانه ان خص بلدا او قبيلة او صفة كما اذا قال كل امرأة اتزوجها من كوفة او من الهند او ثيبا فهي طالق يجوز اتفاقا۔

(٢٣٣) بلا تخصیص کے قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر کسی شہر یا قبیلہ یا اور کسی صفت کے ساتھہ تخصیص کردے مثلا جس کوفہ والی یا ہند والی یا خاوند رسیدہ سے میں نکاح کروں اوسپر طلاق ہے تو بالاتفاق جائز ہے۔

(٢٣٤) له انه اذا عم على نفسه طريق استباحة البضع يكون فيه تعريض نفسه للزنا فلا يجوز ولنا ان هذا يمين ولهذا لو حلف انه لا يحلف فعلق الطلاق بشرط يحنث واليمين معتبر اذا صدر من اهله وما لم يوجد الشرط فهو يمين لا طلاق۔

(٢٣٤) امام مالک رح کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ اپنی جان پر جماع کی اباحت کے طریقہ کو حرام کرتا ہے تو گویا اپنی جان کو زنا میں ڈالتا ہے پس یہ جائز نہوگا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ یمین ہے اسیواسطے اگر ایک شخص نے حلف کیا کہ کبھی حلف نکرونگا اور اوس نے اپنی بیوی کے طلاق کو کسی شرط کے ساتھہ مشروط کیا تو قسم ٹوٹ جائیگی اور یمین کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر ایسے شخص سے صادر ہو جو اوسکی اہلیت رکھتا ہے تو وہ خواہ مخواہ معتبر ہوتی ہے اور جبتک کہ شرط نہ پائی جائے اسوقت تک یہ یمین ہی ہے طلاق نہیں ہے۔

(٢٣٥) وفي الخانية لو قال كل امرأة اتزوجها فهي طالق ان كلمت فلانا فتكلم ثم تزوج لا تطلق ولو

(٢٣٥) خانیہ میں مذکور ہے اگر یہ کہا کہ جس عورت سے میں نکاح کروں اوسپر طلاق ہے اگر میں فلاں شخص سے کلام کروں اور اوس نے اوس شخص سے کلام کیا اور پھر نکاح ہوا تو طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر نکاح کیا اور پھر

تزوج ثم تکلم تطلق وکذا کلما۔

(۲۳۶) ولو قال ان تزوجتک فانت طالق قبلہ ثم نکحھا یوقعہ ای ابو یوسف الطلاق عقیب النکاح وقالا لا یقع بہ شیء۔

(۲۳۷) لہ انہ علق الطلاق بالنکاح وذکر معہ وقتا لا یقدر ایقاع الطلاق فیہ فلغی ذکر الوقت وبقی التعلیق فیقف ولھما ان المعلق بالشرط کالملفوظ عندہ ولو قال عند النکاح انت طالق قبل ان انکحک لا تطلق فکذا ھذا۔

(۲۳۸) واذا علق الطلاق بشرط باحد الفاظہ ای الفاظ الشرط۔

(۲۳۹) کان واذا واذا ما ومتی ومتما وکل وکلما کلمۃ کل لیس من الفاظ الشرط ولھذا ید خل الاسم انما عد منھا باعتبار ان الحکم یتعلق بالفعل الذی یلی مدخولہ کتعلیقہ بالشرط کما اذا قلت کل عبد اشتریتہ فھو حر لا یعتق غیر مشتراہ فی ملکہ ای فی امراۃ مملوکۃ بالنکاح او مضاف الیہ ای الی الملک المراد بہ التعلیق بہ کقولہ ان ملکتک فانت طالق وکذا التعلیق بسببہ وھو التزوج لانہ سبب الملک ومضاف الیہ۔

کلام کیا تو طلاق واقع ہو جائیگی خواہ وہ یہ کہے کہ جب میں کسی عورت سے

(۲۳۶) ایک عورت سے کہا اگر میں تجھسے نکاح کروں تو قبل از نکاح تجھپر طلاق ہے بعد ازاں اوس سے نکاح کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک طلاق واقع ہو جائیگی مگر امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے نزدیک کچھہ نہ واقع ہوگا۔

(۲۳۷) امام ابو یوسف رح کی دلیل یہہ ہے کہ اوس نے طلاق کو نکاح کے ساتھہ مشروط کیا ہے مگر اوسنے اوس شرط کے ساتھہ وقت ایسا ذکر کیا ہے جسمیں وہ طلاق نہیں واقع کر سکتا اسواسطے وقت کا ذکر لغو ہوگا اور صرف تعلیق باقی رہجائیگی لہذا طلاق معلق رہیگی اور اِن دونوں کی دلیل یہہ ہے کہ شرط کا حوال شرط کی پائی جانیکے بعد ایسا ہی جیسے کہ ذکر کیا جاتا مگر جس صورت میں نکاح کے بعد یکہے کہ نکاح کرنے سے قبل تجھپر طلاق ہے تو طلاق واقع نہیں ہوتی لہذا

(۲۳۸) شرط کے الفاظ میں سے کسی لفظ کے ساتھہ طلاق کو جب کسی شرط سے معلق کیا جائے اور عورت منکوحہ ہو یا اوسکی ملوک ہو نیکو طلاق کی شرط کہا

(۲۳۹) شرط کے الفاظ عربی میں یہ ہیں اِنْ اِذَا اِذَا مَا مَتٰی مَتیمَا کُلْ کُلَّمَا مگر کُلْ کا حرف حقیقت میں شرط کے لیے نہیں ہے اسلیے بخلاف اوروں کے یہ اسم پر آتا ہے لیکن چونکہ اسکی مدخول کے ساتھہ جو فعل متصل ہوتا ہے اوسکے ساتھہ حکم اسیطرح معلق ہوا کرتا ہے جس طرح شرط کے ساتھہ اسواسطے کُل کو الفاظ شرط میں شمار کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی کہے کُلُّ عَبْدٍ اِشْتَرَیْتُہٗ فَھُوَ حُرٌّ یعنے جس غلام کو میں خریدوں وہ آزاد ہے تو بجز اوسکے خریدے ہوئے کے کوئی نہیں آزاد ہو سکتا۔

(٢٤٠) صح هذا اذا كان التعليق بصريح الشرط وان كان بمعنى الشرط كقوله المرأة التي اتزوجها طالق فانما يتعلق اذا كانت غير معينة وان كانت معينة كقوله هذه المرأة التي اتزوجها لا يقع الطلاق لانه عرفها بالاشارة ولا يراعى فيها الصفة فبقي قوله هذه المرأة طالق۔

(٢٤١) وانما قيد بملك او مضاف اليه لان التعليق يمين والغرض منه غالباً حمل النفس على الفعل او منعها عنه ولو لم يملكه في الحال حتى يحترز عن الشرط ولم يضفه ايضا الى الملك حتى يحترز عن تحصيل الملك لم ينعقد اليمين لانعدام الغرض منه۔

(٢٤٢) فان قيل لو قال لامرأته اذا حضت فانت طالق فهو يمين وليس فيه ذلك الغرض قلنا العبرة للغالب لا للشاذ۔

ولا يبطل اليمين بزوال الملك حتى اذا قال ان دخلت الدار فانت طالق ثم ابانها وانقضت عدتها ثم تزوجها فدخلت الدار طلقت لان الطلاق ما لم يبلغ ثلثا فمحل اليمين ء اليمين باق ببقاء محله۔

(٢٤٠) مذکورہ بالا میں تعلیق جب صحیح ہوتی ہے جب صریح شرط کے ساتھہ ذکر کرے اور اگر شرط کے معنی وہاں سمجھہ میں آتے ہوں مثلاً وہ عورت جس سے مین نکاح کروں اوسپر طلاق ہے تو وہاں طلاق اوسیوقت معلق ہوگی کہ جب وہ عورت معین نہو اور اگر معین ہے مثلاً یہ عورت جس سے مین نکاح کرونگا اسپر طلاق ہے تو یہاں طلاق نہ واقع ہوگی اسلیے کہ جب اشارہ سے اوسکی تعیین ہوگئی تو اب صفت کا کچھہ اعتبار نہوگا اور ایسا ہوگا کہ اجنبیہ کو کہا اس عورت پر طلاق ہے۔

(٢٤١) طلاق کے اندر ملکیت یا ملکیت کے طرف مضاف ہونیکی اسلیے قید لگائی ہے کہ تعلیق طلاق حقیقت مین ایک طرح کی قسم ہے اور قسم سے اکثر نفس کا کسی کام کرنے یا اوس سے روکنے پر بر انگیختہ کرنا منظور ہوا کرتا ہے اور جس وقت مین اوسپر ملکیت نہین ہے تاکہ اوس شرط سے بچتا ہے یا ملک کے طرف اضافت نہین کی ہے تاکہ ملک حاصل کرنیسے بچتا رہے تو قسم ہونیکی ہی نہین اسواسطے کہ جو اوس سے غرض ہے وہ غرض ہی اسوقت مین متحقق نہوگی ــ

(٢٤٢) اگر کوئی اعتراض کرے کہ ایک شخص اگر اپنی بیوی سے کہے تجھکو حیض آوے تو تیری اوپر طلاق ہے تو یہ بھی قسم ہے مگر جو غرض قسم سے تم نے بیان کی ہے وہ یہان نہین پائی جاتی تو اوسکا جواب یہ ہے کہ اعتبار اکثر کا ہے ملکیت نکاح کے جاتے رہنے سے یہ قسم باطل نہین ہوتی بلکہ بدستور اوسکا حکم قائم رہتا ہے مثلاً اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو گھر مین جاوے تو تجھپر طلاق ہے اور پھر ایک طلاق بائن اوسکو دیدی اور اوسکی عدت گذر گیی اور اوس سے دوبارہ نکاح کر لیا اور پھر وہ گھر مین گئی تو اوسپر طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ جبتک تین طلاقین نہو جائین اوسوقت تک وہ محل قسم ہے اور جبتک محل باقی رہیگی قسم بھی باقی رہیگی ــ

(٢٤٣) فان وجد فيه اي الشرط في ملك انحلت اليمين ووقع المعلق عقيبه اي وقع الجزاء عقيب وجود الشرط والا اي ان لم يوجد فيه بل وجد في غير ملك انحلت اليمين بوجود الشرط ولا يقع اي الطلاق لان المحل غير قابل۔

(٢٤٣) جس شرط کے ساتھ طلاق کو مشروط کیا ہے اگر وہ شرط اوس شئے کی مملوک ہونے کی حالت میں پائی گئی تب تو قسم پوری ہو جائیگی اور اوسکے بعد طلاق بھی ثابت ہو جائیگی اور اگر وہ شرط عورت کے مملوک ہونیکی حالت میں نہیں پائی گئی بلکہ جسوقت وہ اس شخص کی مملوک نہیں ہے اوسوقت میں پائی گئی تو قسم پوری ہو جائیگی اور بسبب عدم محلیت طلاق کے طلاق نہ واقع ہوگی۔

(٢٤٤) ولا يتكرر اي الجزاء بتكرر الشرط الا في كلما لاقتضائها العموم المستلزم للتكرار حتى ينتهي الطلقات الثلث وغيرها لم يقتض العموم فالشرط يتم بوجوده مرة ولا بقاء لليمين بدون الشرط

(٢٤٤) شرط کے بار بار پائی جانیسے مشروط یعنی طلاق بار بار نہ ثابت ہوگی مگر جس جگہ کلما کے لفظ سے شرط کو بیان کیا ہے اسواسطے کہ وہ عموم اوقات کو چاہتا ہے جس کے لیے تکرار لازم ہے یہاں تین طلاقوں تک بار بار کلما کی اندر شرط کے مکرر ہونیسے طلاق بھی مکرر ہوگی۔ اور باقی حروف شرط عموم اوقات کو مقتضی نہیں ہیں لہذا صرف ایک ہی دفعہ شرط کو پائی جانیسے اوسکا حکم تمام ہو جائیگا اور جب

(٢٤٥) وانهينا التكرار بانتهاء الثلث يعني في صورة التعليق بكلما اذا تزوجت بعد الثلث بزوج وعادت اليه فوجد الشرط في الملك الثاني لم تطلق عندنا وقال زفر تطلق لان كلمة كلما للتكرار۔

(٢٤٥) ہمارے نزدیک جسوقت میں کلما کے ساتھ شرط لگائی جائے تو تین طلاق تک شرط کی پائے جانیسے طلاق پائی جاتی ہے بخلاف امام زفر رح کے کہ اونکے نزدیک تین طلاق کے بعد بھی اگر وہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے اور پھر پہلے خاوند سے نکاح کرے اور وہی شرط پائی جائے تب بھی طلاق ثابت ہوگی کیونکہ کلما کا کلمہ تکرار کے لیے آتا ہے۔

(٢٤٦) ولنا انه انما علق بما يملك من الطلقات وقد انتهى ذلك فينتهي اليمين ضرورة۔

(٢٤٦) ہماری یہ دلیل ہے کہ خاوند نے اوسیقدر طلاقوں کو شرط کے ساتھ معلق کیا ہے جسقدر کا وہ مالک ہے اور تین طلاق کے واقع ہونیسے اوسکی ملکیت تمام ہو گئی لہذا قسم بھی لامحالہ ختم ہو جائیگی

(٢٤٧) اعلم ان هذا الخلاف فيما اذا لم يدخل كلما على نفس التزوج وان دخل عليه لا ينتهي التكرار اتفاقا

(٢٤٧) جاننا چاہیے کہ یہ اختلاف اوس وقت میں ہے کہ کلما کا کلمہ نفس نکاح پر نہ داخل ہو یعنے نکاح کو شرط نہ گردانا ہو ورنہ بالاتفاق نکاح کے مکرر ہونیسے

بل يحنث بكل مرة وان كان بعد زوج اخر لان اليمين باعتبار ما يحدث من الملك وهو غير متناه۔

طلاق مکرر ہوگی اگرچہ زوج ثانی سے نکاح کے بعد پہر زوج اول سے نکاح کرے اسواسطے کہ قسم ملک جدید کے حاصل ہونیکی اعتبار سے ہے اور اوسکی کچھ انتہا نہین ہے۔

* * * * * * *

(٢٤٨) فی روایۃ منتقی عن ابی یوسف اذا کانت المرأۃ معینۃ ولو ابهم وقال کلما تزوجت امرأۃ فهی طالق فتزوج امرأۃ طلقت فان تزوجها ثانیا لم تطلق کما اذا قال کلما اشتریت هذا الثوب فهو صدقۃ یلزمه التصدق لکل مرۃ ولو قال کلما اشتریت ثوبا فهو صدقۃ لا یلزمه ذلک الا مرۃ۔

(٢٤٨) امام ابو یوسف رح سے منتقی نے روایت کی ہے یہ جب ہی کہ عورت معین ہو اور اگر بلا تعین یہ کہا ہے کہ جب مین کسی عورت سی نکاح کرون تو اوسپر طلاق ہی اور ایک عورت سے نکاح کیا تو اوسپر طلاق ہو جائیگی مگر دوسری مرتبہ اگر اسی عورت سی نکاح کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی جیسے کوئی شخص ایک کپڑے کی طرف اشارہ کرکے کہی کہ جب مین اس کپڑے کو خرید کرون یہ صدقہ ہی تو ہر مرتبہ خریدنے پر اوسکو صدقہ کرنا لازم ہوگا اور اگر کہے کہ جب مین کوئی کپڑا خریدون تو وہ صدقہ ہے تو صرف ایک مرتبہ ایک کپڑے خریدنے پر اوسکو صدقہ کرنا واجب ہوگا

(٢٤٩) ولو قال کل امرأۃ اتزوجها فهی طالق ان کلمت فلانا فتزوج امرأۃ فکلم فلانا ثم تزوج المرأۃ اخری طلقت التی تزوجها قبل الکلام ولا تطلق التی تزوجها بعد الکلام وکذا لو قال ان فعلت فامرأتی طالق ولیس له امرأۃ فتزوج امرأۃ ثم فعل ذلک لا یحنث فی یمینه من فتاوی قاضیخان

(٢٤٩) اگر یہ کہا کہ جس عورت سے مین نکاح کرون تو اسپر طلاق ہے اگر مین فلان شخص سے بات کرون اور پہر ایک عورت سے نکاح کیا اور اوس شخص سے کلام کیا اور پہر ایک دوسری عورت سے نکاح کیا تو جس سے قبل از کلام نکاح کیا ہے اوسپر طلاق ہو جائیگی اور جس سے بعد از کلام نکاح کیا ہی اوسپر طلاق نہ ہوگی اسیطرح اگر یہ کہا کہ مین یہ کام کرون تو میری جورو پر طلاق ہی اور اوسکے یہ کہتے وقت جورو نہین ہی اور بعد کو ایک عورت سے نکاح کیا اور پہر وہ کام بہی کیا تو وہ اپنی قسم مین حانث نہوگا کذا فی قاضیخان۔

(٢٥٠) وابطلناه تنجیزها ای اذا قال ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا ثم نجزها فقال انت طالق ثلثا فتزوج

(٢٥٠) اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو گہر مین جائے تو تیرے اوپر تین طلاقین ہین اور پہر اوس سے یہ کہا کہ تجہپر تین طلاقین ہین اور اوس نے دوسرے

بزوج اٰخر ثم عادت الیه فدخلت الدار لم تطلق عندنا وقال زفر تطلق۔

خاوند سے نکاح کرکے پہلے خاوند سے نکاح کیا اور گھر مین آئی تو ہمارے نزدیک اب طلاق نہ واقع ہوگی بخلاف امام زفر رح کے۔

(۲۵۱) قید بتنجیز الثلاث لانه لو طلقها ثنتین ثم عادت الیه فدخلت الدار تطلق ثلثا اتفاقا من الحقائق

(۲۵۱) فی الحال تین طلاقین دینے کی قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر وہ طلاقین دین اوپر عورت نے دوسرے خاوند سے نکاح کرکے پہلے سے نکاح کیا اور گھر مین داخل ہوئی تو بالاتفاق اوسپر تین طلاقین

(۲۵۲) له ان زوال الملك لا یبطل التعلیق کما اذا قال لعبده ان دخلت هذه الدار فانت حر ثم باعه وعاد الی ملکه فدخلها عتق ولنا ان تعلیقه کان باعتبار ملکه الموجود وبوقوع الثلث علیها ارتفع الملك ومحلیة الطلاق بالکلیة فیبطل التعلیق بخلاف البیع لان ملك العبد له غیر محدود بصفة الرق فکان محلا۔

(۲۵۲) امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ ملک کے جاتے رہنے سے تعلیق بالشرط نہین جاتی جس طرح کسی شخص نے اپنے غلام سے کہا اگر تو اس گھر مین جاوے تو تو آزاد ہے اور پھر اوس غلام کو فروخت کردیا اور پھر کسی طرح سے وہ غلام اوسکے ملک مین آگیا اور اوس گھر مین گیا تو آزاد ہو جائیگا۔ اور ہماری یہ دلیل ہے کہ طلاق مین شرط کا لگانا ملک موجود کے اعتبار سے ہوتا ہے اور تین طلاق کے واقع ہونیکے سبب سے ملکیت جاتی رہی اور محلیت طلاق بالکل مرتفع ہوگئی لہذا وہ تعلیق بالشرط باطل ہو جائیگی بخلاف بیع کے اسلیے کہ غلام جبتک غلام ہے ہر وقت اوسپر ملکیت حاصل

(۲۵۳) ولحاقه ای لحاق الزوج بدار الحرب حال کونه مرتدا بعد ما علق طلاق امرأته بشرط کالدخول ونحوه ثم دخلت الدار وهی فی العدة مبطل لتعلیقه عند ابی حنیفة یعنی لا تطلق وقالا تطلق قید باللحاق لانه لو لم یلحق لا یبطل تعلیقه اتفاقا

(۲۵۳) اگر ایک مسلمان شخص نے دارالاسلام مین اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط کے ساتھ مثل گھر مین داخل ہونے وغیرہ کے معلق کیا اور پھر وہ مرتد ہوکر دارالحرب کو چلا گیا اور حالت عدت مین مثلا وہ عورت گھر مین داخل ہوئی تو امام صاحب رح کے نزدیک یہ تعلیق بالشرط باطل ہے اور اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی۔ اور دارالحرب مین پہونچ جانیکی قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر دارالحرب کو نہین گیا تو بالاتفاق تعلیق بالشرط باطل نہوگی اور اوسکا حکم قائم رہیگا۔

(۲۵۴) وفائدة الخلاف تظهر فیما اذا جاء تائبا مسلما الینا وتزوج

(۲۵۴) اس اختلاف مذکور کا نتیجہ اوس وقت معلوم ہوگا کہ جب وہ شخص توبہ کرکے اور مسلمان ہوکر دارالاسلام مین آئے اور اوس

هذه المرأة لا ينتقص عدد الطلاق عنده و ينتقص عندهما

عورت سے نکاح کرے تو ہمارے نزدیک تین طلاق کا مالک ہوگا اور طلاق کے عدد میں کمی نہ واقع ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک عدد طلاق میں

(٢٥٥) لهما ان المعلق بالشرط ينزل عند وجوده من غير قصد و ارادة فصار كما لو جنّ و له انه بالارتداد لحق بالجماد وفات اهلية الملك عنه وقيام الملك شرط لوقوع الطلاق المعلق عند وجود الشرط بخلاف الجنون لان الملك لم يزل به۔

(٢٥٥) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ جو طلاق مشروط بشرط ہو شرط کے موجود ہونے ہی بلا قصد اور بلا ارادہ واقع ہو جاتی ہے پس وہ شخص ایسا سمجھا جائیگا جیسے مجنون ہو جاتا اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ مرتد ہونیکے باعث سے وہ ملحق بالجمادات ہوگیا اور مالک ہونیکی اہلیت اوس سے جاتی رہی اور طلاق معلق میں شرط کی موجود ہونیکی حالت میں بھی وقوع کیلیے ملک کا پایا جانا ضرور ہے اور یہاں ملک نہیں پائی جاتی بخلاف جنون کے کہ جنون سے ملکیت نہیں

(٢٥٦) و اوقعنا البائن المعلق بشرط وجد في عدة بائن منجز يعني اذا قال لامرأته ان دخلت الدار فانت بائن ثم طلقها بائنا منجزا فدخلت الدار في عدتها يقع المعلق عندنا۔

(٢٥٦) اگر اپنی بیوی سے کہا تو اس گھر میں جاوے تو مجھسے تجھسے کچھ واسطہ نہیں اور پھر اسکے علاوہ ایک طلاق بائن فی الحال اوسکو دیدی اور اوس طلاق بائن کی عدت میں وہ اوس گھر میں گئی تو ہمارے نزدیک وہ طلاق مشروط بھی واقع ہو جائیگی۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

(٢٥٧) وقال زفر لا يقع لان البائن لا يلحق البائن لانه وضع لازالة القيد وقد زال القيد ولنا ان عدم لحوق البائن بكلام مستانف كان لانه امكن جعله خبرا عن الاول وهو صادق فيه فلم يحتج الى جعله انشاء لانه اقتضاء ضرورة

(٢٥٧) امام زفر رح فرماتے ہیں صورت مذکورہ میں طلاق مشروط نہ واقع ہوگی اسلیے کہ ایک طلاق بائن کے ساتھ دوسرے طلاق بائن نہیں ملسکتی اسلیے کہ طلاق بائن قید نکاح کی دور کرنیکے لیے ہے اور وہ ایک دفعہ زائل ہو چکی اور ہماری یہ دلیل ہے کہ طلاق بائن کو جو دوسرے کلام سے ہو پہلی بائن کے ساتھ ملحق نہ کرنیکی وجہ یہ ہے کہ اس دوسرے کلام کو طلاق اول کا بیان کر دیا سکتے ہیں اور وہ اوس بیان میں صادق ہے اور اوسکو انشاء طلاق کر دینے کی ضرورت نہیں اسلیے کہ اصل میں تو یہ کلام خبر ہوا کرتا ہے مگر اس

(٢٥٨) فان قيل هذا الاحتمال ثابت في قوله انت طالق انت طالق فينبغي ان لا يلحق الصريح بالصريح

(٢٥٨) اگر کہو یہ احتمال تو انت طالق انت طالق میں بھی پایا جاتا ہے تو چاہیے کہ طلاق صریح بھی صریح کے ساتھ نہ ملسکے تو اوسکا یہ جواب ہے کہ یہاں یہ احتمال نہیں ہو سکتا

قلت لاحتمال فيه لان قوله انت طالق متعين للانشاء شرعا فلو قال اردت به الاخبار لا تصدق قضاء وفي مسئلتنا لم يذكر انت بائن ثانيا حتى يجعل خبرا بل وجد اثر التعليق السابق وهو زوال القيد عند وجود الشرط وهي محل للطلاق فيقع وفي الحقائق قلت المراد من المنجز المنجز في الحال ولا يشترط ان يكون منجزا في الاصل فانه لو قال ان فعلت كذا فحلال الله علي حرام ثم هكذا قال لامر اخر ففعل احدهما حتى وقع طلاق بائن ثم فعل الفعل الاخر قال ظهير الدين المرغيناني ينبغي ان يقع كما لو كان الثاني معلقا دون الاول وهذا مما يغتنم ويحفظ۔

کیونکہ انت طالق کا لفظ شرعًا طلاق دینے کے لیے موضوع ہے اگر اسمین یہ کہدے کہ مین نے تو دوسری انت طالق سے طلاق کی خبر دی ہی تو عند القاضی اوسکا قول مقبول نہوگا اور صورت مذکورہ مین انت بائن دوبارہ مذکور نہین کیا گیا ہی تا کہ اوسکو ہم خبر کر سکین بلکہ تعلیق سابق کا اثر یعنی شرط پائیجانے سے نکاح کا جاتا رہنا ایسے وقت مین پایا گیا کہ وہ حالت عدت مین ہے اور محل طلاق ہی اسلیے واقع ہوجائیگی۔ حقائق مین مذکور ہی مین کہتا ہون مصنف کی مراد یہ ہی کہ اوسوقت ایک طلاق بائن کے عدت مین ایک طلاق بائن ہو یہ ضرور نہین ہے کہ یہ طلاق بائن اصل مین فی الفور دی ہو بلکہ چاہی یہ بھی کسی شرط کے ساتھ معلق کرکے دی ہو اور اوس شرط کے پائے جانیسے وہ بالفعل ثابت ہوگئی ہو مثلا کہے اگر مین اس کام کو کرون تو خدا کا حلال میرے اوپر حرام ہے اور پھر دوسرے کسی کام کو بھی اسیطرح کہی اور اون دونون کامونمین سے ایک کام اوس سے صادر ہوجائے تو ایک طلاق بائن واقع ہوجائیگی اور پھر دوسرا کام بھی وہ کرے تو ظہیر الدین مرغینانی کہتے ہین دوسرے طلاق کا بھی واقع ہونا چاہیے جس طرح پہلی فی الفور ہو اور دوسری معلق ہو تو واقع ہوجاتی ہی یہ مسئلہ مغتنمات مین سے ہے اور یاد رکھنے کے قابل ہی۔

(۲۵۹) ولو قال كلما تزوجها فطالق فتزوجها في يوم ثلثا اي ثلث مرات ودخل بها في كل مرة الزمه اي محمد الزوج باربعة مهور ونصف مهر واباها اي قال محمد بانت منه بثلث طلقات۔

(۲۵۹) اگر کہا جب مین اوس عورت سے نکاح کرون اوسپر طلاق ہے اور ایک دن مین اوس عورت سے تین مرتبہ نکاح کیا اور ہر مرتبہ اوس سے صحبت کی تو امام محمد رح کے نزدیک ساڑھے چار مہر اوسپر لازم ہونگے اور تین طلاقین اوسپر پڑجائینگی اور علاحدہ ہوجائیگی۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

(۲۶۰) وحكما بطلقتين ومهرين ونصف مهر۔

(۲۶۰) امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسپر دو طلاقین واقع ہونگی اور ڈھائی مہر دینے پڑینگے۔

(٢٦١) وهذا الخلاف مبني على ما تقدم في النكاح من ان المبانة اذا نكحها الزوج في عدتها وطلقها قبل الدخول بها فعليها اتمام العدة الاولى لان الدخول في النكاح الاول ليس بدخول في الثاني عندہ فعليها عدة مستقلة عندهما لان الدخول في الاول دخول في الثاني فمحمد يقول بالتزوج الاول طلقت ولها نصف المهر وبالدخول بعده مهر آخر وبالتزوج الثاني طلقت ايضا ولها نصف مهر وبالدخول الثاني مهر ايضا وبالتزوج الثالث والدخول الثالث لها مهر ونصف مهر فصار اربعة مهور ونصف مهر وهما يقولان بالتزوج الاول والدخول بعده لها مهر ونصف مهر وبالتزوج الثاني مهر تام لان هذا الطلاق بعد الدخول لكون الدخول الاول دخولا في الثاني وبالدخول الثاني صار مراجعا ولا يجب شيء ولا اعتبار بالتزوج الثالث لان نكاح المنكوحة غير صحيح۔

(٢٦١) اصل اس اختلاف کا منشا وہی ہے جو باب نکاح مین بیان ہو چکا کہ جس عورت کو طلاق بائن دیجائے اور پھر خاوند اوسکی عدت مین اوس سے نکاح کرے اور قبل از دخول اوسکو پھر طلاق دیدے تو اوسکو پہلی عدت کا پورا کرنا پڑتا ہی اسواسطے نکاح اول مین دخول کرنا امام محمد رح کے نزدیک نکاح ثانی مین دخول نہ سمجھا جائیگا اور اون دونون کے نزدیک ایک جدا عدت اوسپر لازم ہوگی کیونکہ نکاح اول مین دخول کرنا نکاح ثانی مین دخول نہ سمجھا جائیگا۔ اس بناء کے موافق امام محمد رح صورت مذکورہ مین فرماتے ہین کہ پہلی مرتبہ نکاح کرتے ہی اوسپر طلاق ہوگی اور نصف مہر اوسکے لیے لازم ہوگیا اور پھر اوسکے بعد دخول کرنیسے ایک مہر اور لازم ہوا اور دوسری مرتبہ بھی نکاح کرتے ہی اوسپر طلاق ہوگئی اور نصف مہر واجب ہوگیا اور اوسکے بعد بھی دخول کرنیسے ایک مہر اور واجب ہوا اسیطرح تیسری مرتبہ نکاح کرنے اور دخول کرنیسے ڈیڑھ مہر واجب ہوا غرض ہر دفعہ نکاح اور دخول سے ڈیڑھ مہر واجب ہوگا اور سب ساڑھے چار مہر واجب ہونگے۔ اور امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح صاحب فرماتے ہین اول مرتبہ نکاح کرنے اور دخول کرنیسے ڈیڑھ مہر واجب ہوا اور دوسری مرتبہ نکاح کرنیسے ایک پورا مہر واجب ہوگا اسلیے کہ یہ طلاق بعد الدخول ہے کیونکہ اول نکاح مین دخول کرنا دوسرے نکاح مین دخول سمجھا جاتا ہی اور اب جو دوسرے نکاح مین دخول کیا ہے اوس سے رجعت ثابت ہو جائیگی اور کچھہ نہ واجب ہوگا اور تیسرے نکاح کا کچھہ اعتبار نہین اسلیے کہ پہلے ہی سے وہ نکاح مین ہے اب اوسکا نکاح صحیح نہین ہی۔

(٢٦٢) او بائنا يعني لو قال كلما

(٢٦٢) اگر کہا جب مین اوس سے نکاح کرون جب ہی وہ

تزوجها فبانت فتزوجها فی یوم ثلث مرات فدخل بها فی کل مرة الزمه بتلك المهور ای قال محمد لها اربعة مهور و نصف اعتبارا بالمسئلة السابقة وهما بخمسة و نصف و بانت بثلاث اتفاقا هما قالا وجب لها بالنکاح الاول وبالدخول بعده مهر و نصف مهر وبالنکاح الثانی طلقت ثانیا ولها مهر کامل لانه طلاق بعد الدخول علی اصلهما ومهر اخر بالدخول بعده للشبهة ولم یصر به مراجعا لان الطلاق بائن وبالنکاح ثالثا طلقت ثالثا ولها مهر وبالدخول بعده مهر اخر فصار خمسة مهور ونصف مهر ثلثة مهور وجبت بثلثة دخول و نصف مهر بالنکاح الاول ومهران بالنکاحین الاخرین۔

مجھسے علیحدہ ہو اور ایکدن مین اُس سے تین مرتبہ نکاح کیا اور ہر مرتبہ دخول کیا تو امام محمد رح کے نزدیک پہلے مسئلہ کے اوپر قیاس کر کے ساڑہے چار مہر لازم ہونگی اور امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ساڑہے پانچ واجب ہونگے اور اسپر تو سب کا اتفاق ہے کہ تین طلاقین واقع ہو کر علحدہ ہو جائیگی امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک پہلی مرتبہ نکاح کرنے اور اوسکی بعد دخول کرنیسے ڈیڑہ مہر واجب ہو گیا اور دوسری مرتبہ نکاح کرنیسے دوسری مرتبہ اوسکا طلاق ہوئی اور ایک پورا مہر اور واجب ہوا اسلیے کہ طلاق بعد الدخول ہے اونکے قاعدہ کے موافق اور اوسکے بعد دخول کرنیسے بسبب شبہت کے ایک مہر اور واجب ہوا اور یہ دخول یہان رجعت نہ سمجھا جائیگا کیونکہ طلاق بائن ہے اور تیسری مرتبہ نکاح کرنیسے تیسری طلاق واقع ہوگی اور ایک مہر واجب ہوگا اور پہر دخول کرنیسے ایک اور واجب ہوگا اس حساب سے ساڑہے پانچ مہر واجب ہونگے تین مہر تو تین مرتبہ دخول کرنیسے اور آدہا مہر نکاح اول سے اور دو مہر دوسرے دو نکاحون سے

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

(٢٦٣) ولو اختلفا فی الشرط ای فی اصله او فی تحققه کان القول له لانه منکر والبینة لها لانها مدعیة

(٢٦٣) خاوند بیوی مین اگر شرط کے اندر اختلاف ہوا خواہ شرط کے مقرر ہی ہونیمین خواہ اوسکے پائے جانے مین تو خاوند کا قول ہی معتبر ہوگا اسلیے کہ وہ منکر ہے اور عورت سے بینہ لیجائیگی کیونکہ وہ مدعیہ ہے۔

(٢٦٤) فان استفید منها ای ان کانت الشرط معروفا من جهتها

(٢٦٤) اگر اس قسم کی شرط ہے جو عورت کے بیان سے معلوم ہو سکتی ہے تو اوسکے حق مین اوسیکا

اعتبر قولها في حقها لانها امينة في الشرع ولهذا اقبل قولها في العدة اذا اخبرت بانقضائها ويحرم وطيها اذا اخبرت برؤية الدم ويحل اذا اخبرت بانقطاعه

قول معتبر ہوگا کیونکہ اوسبات مین وہ شرع کی طرف سے امانت دار ہے اسلیے عدت کے اندر اوسکا قول معتبر ہوتا ہے جب وہ عدت کے گذرنیکی خبر دے اور اوس سے صحبت حرام ہو جاتی ہی اگر وہ اپنے آپ کو حیض مین بیان کرے اور صحبت حلال ہو جاتی ہی جب وہ حیض کے منقطع ہونیکی خبر دے

(٢٦٥) كان حضت فانت طالق وفلانة اي اذا قال لامرأته ان حضت فانت طالق وفلانة فاخبرت بانها حاضت طلقت خاصة لان اخبارها في المعنى شهادة بطلاق ضرتها فلا يسمع لانها متهمة في حقها۔

(٢٦٥) اگر خاوند کہے کہ تجھکو حیض آوے تو تیرے اوپر اور فلان عورت کے اوپر طلاق ہی اور اوس نے اپنا حائضہ ہونا بیان کیا تو خاص اوسیکو طلاق ہو گی کیونکہ اوسکا اسپنے حیض کی خبر دینا فی الحقیقت اپنی سوکن کی طلاق کی گواہی دینا ہے پس اوسکا قول معتبر نہوگا کیونکہ سوکن کے حق مین اوسکے ساتھہ گمان بد ہوتا ہی۔

(٢٦٦) وفي التبيين انما تقبل قولها اذا اخبرت والحيض قائم فان انقطع لاتقبل قولها لانها ضرورية يشترط فيه قيام الشرط هذا اذا كذبها الزوج فان صدقها تطلق ضرتها ايضا لثبوت الحيض في حقها بتصديقه۔

(٢٦٦) تبیین مین مذکور ہے اوسکا قول اوسوقت مقبول ہوگا کہ حالت حیض مین خبر دے اور اگر حیض منقطع ہو جانیکے بعد خبر دے تو اوسکا قول مقبول نہوگا اسلیے کہ وہ ضرورت کے سبب سے ثابت ہوتی لہذا شرط کا موجود ہونا اوسکے لیے ضرور ہے مگر سوکن کے اوپر اوسوقت طلاق واقع ہو گی کہ خاوند اوس عورت کی تکذیب کرے اور اگر خاوند نے اوسکی تصدیق کی تو سوکن کو بہی طلاق ہو جائیگی اسلیے کہ خاوند کے تصدیق کرنیسے سوکن کے حق مین بہی حیض ثابت ہو جائیگا۔

(٢٦٧) ويشترط استمرار الدم ثلثا اي ثلث ايام يعني لاتطلق بمجرد رؤية الدم لاحتمال ان ينقطع فيما دون الثلث فاذا تمت ثلثة ايام كان دم حيض فيقع الطلاق من زمان الرؤية حتى لولم يكن

(٢٦٧) حیض کے اندر یہ شرط ہی کہ تین دن تک برابر خون دیکہے فقط خون کے دیکہنے سے طلاق واقع نہوگی اسلیے کہ یہ ہو سکتا ہے تین روز سے کم مین منقطع ہو جائے مگر جب تین دن تمام ہو جائینگے تو وہ حیض کا خون شمار کیا جائیگا اور جب سے دیکہا ہے اوسیوقت سے طلاق ثابت ہو گی حتی کہ اگر مدخولہ نہین ہے اور خون دیکہنے کے بعد

مدخولا بها فتزوجت بعد الروية بزوج اخر ثم تمادالدم ثلثة صح نكاحها۔

اور پھر کسی دوسرے سے نکاح کر لیا اور پھر تین روز تک خون آتا رہا تو نکاح صحیح ہوگا۔

(٢٦٨) فان قال حيضة يعني لو كان قال ان حضت حيضة فانت طالق فطهارتها اي يشترط طهارتها ولا تطلق قبلها لان الحيضة اسم للكاملة وكمالها بانتهائها وذلك بالطهر منها وكذا لو قال نصف حيضة لانها لا يتنصف۔

(٢٦٨) اگر یہ کہا ہے کہ تجھکو ایک حیض آوے تو تجھپر طلاق ہی تو اوسوقت مین طلاق کے لیے حیض سے اوسکا پاک ہوجانا ضرور ہے اور پاک ہونیسے پہلے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک حیض جب ہی ہو سکتا ہے کہ جب وہ تمام ہو جائے اور اوسکا تمام ہوجانا یہی ہو کہ اوس سے پاک ہوجائی اسیلیے اگر یہ کہا ہی تجھکو نصف حیض آوے تو تجھپر طلاق ہی تو پاک ہونا ضروری ہے اسلیے کہ حیض کی تنصیف نہین ہو سکتی۔

(٢٦٩) ولا لتعليق بحبها وبغضها اي اذا قال ان كنت تحبيني وتبغضيني فانت طالق وفلانة فقالت في المجلس احبك او ابغضك طلقت لان المحبة امر باطن انما يعرف من جهتها ولا تطلق فلانة لما سبق۔

(٢٦٩) خاوند نے کہا اگر تجھکو میرے ساتھ محبت ہے یا کہا عداوت تو تجھپر طلاق ہی اور فلان عورت پر طلاق ہی اور اوسی جگہ عورت نے یہ کہدیا کہ مجھے تیرے ساتھ محبت ہے یا عداوت ہے تو طلاق ہوجائیگی اسلیے کہ یہ باطنی امر ہین اوسکے کہنے سے ہی معلوم ہو سکتے ہین اور دوسرے عورت کو طلاق نہو گی اور اوسکی وجہ گذر چکی۔

(٢٧٠) قيدنا بقولنا في المجلس لانها لو قالت بعده لا تطلق لان التعليق بحبها يشبه بتخييرها من حيث ان فيه جعل الامر اليها اختيارها۔

(٢٧٠) یہ قید کہ اوسی جگہ وہ محبت یا عداوت کو بیان کردے اسلیے لگائی ہی کہ اگر بعد کو کبھی کہا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسلیے کہ اوسکی محبت کو شرط کرنا ایسا ہے جیسا کہ اوسکو طلاق کا اختیار دیدینا کیونکہ اسمین بھی طلاق اوسکی اختیار مین ہوتی ہے۔

(٢٧١) فان قال بقلبك اي ان قال ان كنت تحبيني بقلبك فانت طالق فقالت احبك وكذبها الزوج عكس

(٢٧١) خاوند نے کہا اگر تو دل سے مجھکو چاہتی ہی تو تجھپر طلاق ہے اور اوس نے کہا مین تجھے دل سے چاہتی ہون اور خاوند نے کہا تو جھوٹ کہتی ہے تو

اى قال محمد لا تطلق واوقعاه اى قالا تطلق۔

امام محمد رح کے نزدیک طلاق نہ واقع ہوگی مگر امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہوجائیگی۔

(٢٧٢) قيد نا بتكذيب الزوج لانه لو صدقها يقع الطلاق عليها اجماعًا كذا فى المصفى۔

(٢٧٢) خاوند کے جھٹلانیکی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر خاوند نے اوسکی تصدیق کی تو باجماع ائمہ اوسپر طلاق واقع ہوجائیگی۔ کذا فی المصفی۔

(٢٧٣) اقول قوله واوقعاه فى طرف النفى من قوله عكس وكان عليه ان لا يردف قولهما وانما اردفه لكونه غير صريح فى النفى ولو قال مكان قوله عكس ما اوقع لكان قولهما معلوما منه صريحا وكان اخصر

(٢٧٣) مین کہتا ہون مصنف کا قول (واوقعاه) طرف نفی مین واقع ہوا ہے اس قول سے (وعکس) اسلیئے اوسکے بعد اسکے ذکر کرنیکی ضرورت نہین تھی مگر چونکہ قول اول صراحۃً دوسرا قول سمجھ مین نہین آتا لہذا اوسکے ذکر کرنیکی ضرورت ہوئی اور اگر (عکس) کی جگہ (ما اوقع) کا لفظ کہتا تو ان دونون کا قول امام محمد رح کے اس قول کے بیان کرنیسے سمجھ مین آجاتا اور مختصر بھی بہت ہوتا۔

(٢٧٤) له انه لما قيد المحبة بالقلب ابطل كون اللسان خلفا عما فى القلب وحقيقة الحب فيه غير معلومة ولهما ان المحبة لما يكون بالقلب فتقييدها به واطلاقها سواء

(٢٧٤) امام محمد رح کی دلیل عدم وقوع طلاق مین یہ ہے کہ جب اوس نے صورت مذکورہ مین محبت کو قلب کے ساتھ مقید کیا ہے تو اوس نے دل کی بات پر زبانی بات کی قائمقام ہونیکو باطل کردیا اور دل کے اندر حقیقۃً محبت کا پایا جانا معلوم نہین ہوسکتا لہذا طلاق نہ واقع ہوگی اور ان دونوں کی دلیل یہ ہے کہ محبت تو ہمیشہ دل سے ہوتی ہے تو اوس مین دل کی قید لگانا اور نہ لگانا دونون برابر ہین

(٢٧٥) وفى النهاية هذه المسئلة تفارق المسئلة الاولى بوجهين احدهما ان هذه يقتصر على المجلس لما فيه من معنى التخيير بجعله امر الطلاق الى اختيارها وفى مسئلة الحيض لا يقتصر كسائر التعليقات والثانى لو كانت كاذبة فى مسئلة

(٢٧٥) نہایہ مین مذکور ہے اس صورت اور پہلی صورت یعنی حیض کی صورت مین دو طرح سے فرق ہوا اول تو یہ کہ مجلس پر مقصور ہے اسواسطے کہ اسمین تخییر کے معنی پائے جاتے ہین اسلیئے کہ طلاق کو خاوند نے اسکے اختیار پر کردیا ہے۔ اور حیض کے ساتھ مشروط کرنیکی صورتمین مجلس پر منحصر نہین ہے جیسے اور شرطوں کا حال ہے دوسرا فرق یہ ہے کہ حیض کی صورتمین اگر عورت نے جھوٹ بولا تو عند اللہ طلاق نہ واقع ہوگی اور محبت کے ساتھ مشروط کرنیکی صورتمین

الحیض لا یقع فیما بینه و بین الله و فی مسئلة المحبة یقع لان حقیقة المحبة و البغض مما لا یوقف علیه لان القلب ینقلب لا یستقر علی شیء فصار الشرط هو الاخبار عن المحبة و قد وجد-

عند اللہ بھی واقع ہو جائیگی اسلیے کہ حقیقت مین محبت اور عداوت ایسی چیز ہی کہ آدمی اوسپر پورے طور سے واقف نہین ہو سکتا اسواسطے کہ آدمی کا دل لوٹ پوٹ ہوتا رہتا ہی اور ایک ٹھکانے سے نہین رہتا پس محبت کا شرط کرنا فی الحقیقت بیان محبت کا شرط کرنا ہی اور بیان موجود ہی ہی۔

فصل فی الاختیار والمشیة

فصل اختیار دینے اور خواستگاری طلاق کے بیان مین

(۲۷۶) و اذا قال اختاری ینوی الطلاق تقید بالمجلس لما روی عن عمر و عثمان رضی الله عنهما انهما قالا فی حق الزوجة المخیرة لها الخیار ما دامت فی مجلسها-

(۲۷۶) اگر خاوند نے بیوی سے کہا (اختاری) یعنے تو خود مختار ہو جا اور اس سے اوسنے طلاق مراد لی ہے تو یہ اسی مجلس پر منحصر ہوگا اسواسطے کہ حضرت عمر رض اور حضرت عثمان رض سے مروی ہی کہ اونہون نے مخیّرہ کے حق مین فرمایا ہی کہ جبتک وہ اپنی مجلس مین ہی اوس وقت تک اُسکو اختیار ہی۔

(۲۷۷) قید بقوله ینوی لان لفظ اختاری من الکنایات یحتمل انه اراد تخییرها فی غیر امر الطلاق-

(۲۷۷) یہ قید کہ خاوند اوس سے طلاق کی نیت کرے اسواسطے زیادہ کی ہی کہ (اختاری) کا لفظ کنایات کے قبیلہ سے ہی اور اوس مین یہ بھی احتمال ہی کہ سوا طلاق کے اور کسی چیز مین اوس کو اختیار دینا مراد لیا ہو۔

(۲۷۸) فان تبدل المجلس حقیقة بان ینتقل عنه الی مجلس آخر سواء انتقلت بنفسها او بغیرها او حکما بان تشتغل بعمل آخر لان مجلس الاکل غیر مجلس الکتابة بطل خیارها لوجود دلیل الاعراض عما فوض

(۲۷۸) اگر (اختاری) کے کہنے کے بعد مجلس حقیقةً یا حکماً بدلگئی تو عورت کا اختیار باطل ہو جائیگا حقیقةً بدل جانیکی صورت یہ ہی کہ وہ اوس جگہ سے دوسری جگہ چلی جائے خواہ خود یا کسی اور طرح سے اور حکماً کی یہ صورت جو کہ ایک کام سے دوسرے کام مین مشغول ہو جائے اس لیے کہ کھانے کی مجلس اور ہی اور لکھنے کی دوسری ہی

(۲۷۹) و کذا لو قامت من مجلسها وان تذهب او زادت فی النفل

(۲۷۹) اگر عورت اوس جگہ سے کھڑی ہو جائے یا چلی جائے یا نماز نفل مین اون دو رکعت سے علاحدہ

علی رکعتین۔

(۲۸۰) واما لو کانت قائمة فجلست او متکئة فقعدت او طلبت اباها للمشورة او شهودا للشهادة او اکلت شیئا یسیرا او لبست ثوبا من غیر ان تقوم لا یبطل۔

(۲۸۱) وان اختارت نفسها ای قالت اخترت نفسی۔

(۲۸۲) کانت بائنة ولو قالت طلقت نفسی فی جواب قول الزوج اختاری فالمذکور فی الهدایة انها رجعیة وفی شرح الوافی الصواب انها بائنة لان العامل فی وصف الطلاق تخییر الزوج دون ایقاعها ولهذا لو امرها بایقاع البائن واوقعت رجعیا او بالعکس وقع ما امر به دون ما اوقعته۔

(۲۸۳) فان قیل المفوض الیها الاختیار وکان ینبغی ان لا یقع التطلیق جوابا کما لو قالت اخترت نفسی فی جواب قوله طلقی نفسك قلنا التطلیق دخل فی ضمن التخییر فقد اتت ببعض ما فوض الیها فصلح جوابا بخلاف الاختیار فانه لیس

جس میں اوسکو اختیار دیا گیا ہی اور نماز شروع کر دی تو

(۲۸۰) اگر عورت کھڑی تھی اوسکے کہنے کے بعد بیٹھ گئی یا کسی چیز سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی اور یہ سنکر سیدھے بیٹھ گئی یا مشورہ کے لیے اپنے باپ کو بلایا یا گواہوں کو گواہی کے لیے بلایا یا اوسکے بعد تھوڑی سی چیز کھالی یا کپڑا پہن لیا اور جگہ سے کھڑے نہ ہوئی تو ان صورتوں میں اختیار باطل نہ ہوگا

(۲۸۱) اگر عورت نے خاوند کے اس قول کے جواب میں اوسی مجلس کے اندر کہدیا کہ میں خود مختار ہوگئی تو یہ طلاق بائن ہوگی

(۲۸۲) اگر خاوند کے قول کے جواب میں یہ کہا کہ میں نے آپکو طلاق دے لی تو ہدایہ میں مذکور ہی کہ یہ طلاق رجعی ہی اور شرح وافی میں مذکور ہی ٹھیک بات یہ ہی کہ یہ طلاق بائن ہی اس واسطے کہ طلاق کے بائن ہونے نہونے میں خاوند کے اختیار دینے کو دخل ہی عورت کے طلاق واقع کرنے کو اس میں کچھ دخل نہیں ولہذا اگر خاوند نے طلاق بائن واقع کرنے کا عورت کو حکم دیا اور اوس نے طلاق رجعی اپنے اوپر واقع کرلی یا اس کے عکس کیا تو جیسے طلاق کا خاوند نے حکم دیا ہی ویسی ہی طلاق واقع ہوگی جس طرح کی عورت نے واقع کرلی ہی وہ نہ واقع ہوگی

(۲۸۳) اگر کوئی یہ بات کہے کہ خاوند تو اوسکو اختیار طلاق دیتا ہی لہذا عورت اگر اوسکی جواب میں کہے اپنے آپکو طلاق دے لی تو طلاق نہ واقع ہونی چاہیے جس طرح اگر خاوند یہ کہے کہ تو اپنے آپکو طلاق دے لے اور وہ جواب میں یہ کہے کہ میں نے اپنی جان کا اختیار لیلیا تو ہماری طرف سے یہ جواب ہی کہ اختیار طلاق میں طلاق دینا بھی شامل ہی جب اوس نے یہ کہا کہ میں نے

من الفاظ الطلاق الا فی جواب التخيير۔

اپنے آپ کو طلاق دے لی تو جو چیز اوسکے سپرد کی گئی تھی اوس میں ایک جزء کو اوسنے لے لیا۔

(۲۸۴) ولم يوقعوا قلنا وان نواها اى الزوج خلافا لمالك مر بيان خلافه فى الكنايات۔

(۲۸۴) خاوند کے (اختاری) کہنے اور بیوی کے (اخترت نفسی) کہنے سے کسی کے نزدیک تین طلاقیں نہیں واقع ہو سکتیں اگرچہ خاوند تین کی نیت کرے سوا امام مالک کے اور کنایات کی بابت میں تو امام مالک کا بیان گذر چکا ہے

(۲۸۵) وانما لم يصح نية الثلث فى الاختيار مع صحتها فى سائر الكنايات لان الاختيار لا يتنوع الى غليظة وخفيفة كما يتنوع الابانة۔

(۲۸۵) سب الفاظ کنایات میں تو تین طلاق کی نیت صحیح ہو جاتی ہے مگر اختیار کے اندر تین کی نیت صحیح نہیں ہوتی اسواسطے کہ جس طرح بینونت غلیظہ اور خفیفہ ہوا کرتی ہے اختیار کی یہ قسمیں نہیں نکلتیں۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

(۲۸۶) ولا بد من ذكر النفس فى كلامه بان قال اختارى نفسك او كلامها بان تقول اخترت نفسى حتى لو خلا كلام كليهما عن ذكر النفس لا يقع لان الاختيار اذا وقع مبهما فى كلامين لا يصح ان يكون احدهما مفسرا للآخر

(۲۸۶) دونوں کے کلام میں سے ایک کے کلام میں طلاق کے واقع ہونے میں جان کا ذکر ضروری ہو خواہ خاوند یہ کہے کہ تو اپنی جان کے مختار ہو جا یا خاوند کچھ نہ کہے وہی کہہ دے کہ میں نے اپنی جان کا اختیار لے لیا پس اگر دونوں میں سے کسی کے کلام میں جان کا ذکر نہ ہوا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ جب دونوں کلاموں میں اختیار مبہم واقع ہوا ہو تو ایک دوسرے کی تفسیر نہیں ہو سکتا۔

(۲۸۷) وفى النهاية لو ذكر فى احد الكلامين ما يقوم مقام النفس كما لو قال اختارى اختيارة فقالت اخترت او قال اختارى فقالت اخترت اختيارة كان كذكر النفس لان الهاء دليل الوحدة والمرة انما ينص عليها فيما يحتمل العدد والمحتمل له اختيارها

(۲۸۷) نہایہ میں مذکور ہے اگر دونوں کلاموں میں سے ایک کلام میں ایسی چیز ذکر کر دی جو قائم مقام نفس کی ہو جیسے خاوند نے کہا ایک دفعہ تو اختیار لیلے اور بیوی نے کہا میں نے اختیار لے لیا یا خاوند نے کہا تو اختیار لیلے اور اوس نے کہا میں نے ایک دفعہ اختیار لے لیا تو ایسا ہی ہوگا جیسے نفس کا ذکر کر دیا اس لیے کہ دفعات ایسی چیز میں نکل سکتی ہیں جس میں تعداد کا احتمال ہو اور تعداد کا احتمال عورت کے اختیار میں

نفسها لا اختيار الزوج۔

(۲۸۸) وفي الفوائد التاجية هذا إذا لم يصدقها الزوج انها اختارت نفسها اما اذا صدقها فيقع الطلاق بتصادقهما وان خلا كلامهما عن ذكر النفس ولو قال اختاري نفسك اليوم وبعد غد فردت اليوم اثبتناه اي الخيار بعد الغد۔

ہوسکتا ہے نہ خاوند کے اختیار میں کیونکہ وہ تو ہر وقت مختار ہے

(۲۸۸) فوائد تاجیہ میں مذکور ہے یہ جب ہے کہ خاوند اس بات میں بیوی کی تصدیق نہ کرے کہ اوس نے اپنی نفس کا اختیار لے لیا ہے اور اگر خاوند نے تصدیق کردی تو خواہ مخواہ اون کی باہم تصدیق کرنے سے طلاق واقع ہوجائیگی اگرچہ دونوں کا کلام نفس کے ذکر سے خالی ہو۔ اگر خاوند نے کہا آج اور کل کے بعد تو اپنی جان کا اختیار لیلے اور عورت نے اُس دن اختیار لینے کو رد کر دیا تو کل کے بعد عورت کو اختیار طلاق ہوگا۔

* * * * * * * * * * *

(۲۸۹) وقال زفر لا يثبت لانه خيار واحد في وقتين وبالرد في احدهما يبطل كما لو قال اختاري نفسك اليوم وغدا۔

(۲۸۹) امام زفر فرماتے ہیں کل کے بعد بھی اختیار ثابت نہ ہوگا اسلیے کہ وہ ایک ہی اختیار ہے جو دو وقتوں میں دیا جاتا ہے اور ایک وقت میں رد کرنے سے دوسرے وقت میں بھی اختیار باطل ہوجائیگا جیسے یہ کہے کہ تو آج اور کل اپنا اختیار لیلے۔

(۲۹۰) ولنا انه ذكر للخيار وقتين وتخلل بينهما وقت لا يثبت فيه الخيار فلابد للظرفين من المظروفين فالثابت لهما يكون خيارين بخلاف قوله اليوم وغدا لاتصال الوقتين فكان ذكر الغد لامتداد الامر الاول فكان الخيار فيه واحدا۔

(۲۹۰) ہماری دلیل یہ ہے کہ اوسنے اختیار کے دو وقت بیان کیے اور ایک وقت اوسکے بیچ میں داخل کردیا کہ جس میں اوسکو اختیار ثابت نہیں ہے لہذا ان دو ظرفوں کے لیے مظروف بھی دو ہی چاہئیں پس اوسکو اس طرح سے دو اختیار ثابت ہونگے بخلاف اوس صورت کے کہ کہے آج اور کل تو اختیار لیلے کیونکہ یہاں دونوں وقت متصل ہیں اور کل کا ذکر پہلے ہی دن کی اختیار کو بڑھانے کی غرض سے ہی پس یہ دونوں ان کا ایک ہی اختیار ہے۔

(۲۹۱) ولو كرر اختاري ثلثا اي لو قال لامرأته اختاري اختاري اختاري فقالت اخترت الاولى او الوسطى او الاخيرة فهي ثلث اي الطلقات ثلث عند ابي حنيفة

(۲۹۱) اگر تین مرتبہ کہا کہ اختیار لیلے اختیار لیلے اختیار لیلے اور اوس نے کہا میں نے پہلے کو اختیار کرلیا یا اخیر کی کو یا درمیان کی کو تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک تین طلاقیں ہوجائینگی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ایک ہی طلاق ہوگی۔

وقالا واحدة۔

٢٩٢، ولا حاجة هنا الى نية الزوج ولا الى ذكر النفس اتفاقا بدلالة التكرار لان اختيار الطلاق هو الذى يتكرر واختيار الزوج لا يتكرر هذا هو المذكور فى الهداية لكن المذكور فى البدائع والمحيط والزيادات النية شرط فيها۔

٢٩٢، يہان پر بالاتفاق خاوند کی نیت کرنے نفس کے ذکر کرنیکی ضرورت نہین ہے اسلیئے کہ تکرار کرنیسے طلاق اور نفس سمجہہ مین آسکتا ہے اسواسطے کہ عورت ہی کو طلاق کا اختیار مکرر ہوسکتا ہے اور خاوند کا اختیار مکرر نہین ہوتا ہدایہ مین اسیطرح مذکور ہے لیکن بدائع اور محیط اور زیادات مین مذکور ہے کہ اسمین بھی نیت طلاق شرط ہے۔

٢٩٣، وفى التبيين ينبغى ان يكون حذف النية فيها لشهرتها لا انها ليست بشرط

٢٩٣، تبیین مین مذکور ہے بہتر یہ ہے کہ کہا جائے نیت چونکہ ایک لابدی اور مشہور چیز ہے اسلیئے اوسکو ذکر نہین کیا ہے یہ بات نہین ہے کہ نیت شرط ہی نہین۔

٢٩٤، قيد بقوله اخترت الاولى لانه لو قالت اخترت التطليقة الاولى يقع واحدة اتفاقا ولو قالت اخترت او اخترت نفسى بمرة يقع ثلثا اتفاقا كذا فى الكافى۔

٢٩٤، یہ قید کہ عورت کہے پہلے کو مین نے اختیار کرلیا اسلیئے لگائی ہے کہ اگر اوس نے کہا مین نے پہلی طلاق کو اختیار کرلیا تو بالاتفاق ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر صرف یہ کہا کہ مین نے اختیار کرلیا یا مین نے ایک مرتبہ اپنے نفس کے لیئے اختیار کرلیا تو بالاتفاق تین طلاق واقع ہونگی۔ کذا فى الكافى

٢٩٥، لهما ان الزوج فوض اليها ثلث طلقات فى ضمن ثلث اختيارات فاذا قالت اخترت الاولى يكون معناه اخترت موجبها وهى طلقة واحدة وله ان الكلام اذا لغى فى حق الاصل لغى فى التبع وكلامها هذا يفيد الترتيب اصالة

٢٩٥، صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ خاوند نے تین اختیارات کی ضمن مین تین طلاقین اوسکے سپرد کیا ہے پس جب اوس نے کہا مین نے پہلی کو اختیار کرلیا تو اوسکی یہ معنی ہونگی کہ پہلے کی موجب کو اختیار کرلیا اور اوسکا موجب ایک طلاق ہے اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ جب ایک کلام اصل مفہوم کی اعتبار سے لغو ہوگیا تو جو اوس سے بالتبع مفہوم ہوتا ہے

والافراد تبعا واذا بطل في حق الترتيب اذ لا ترتيب بين الطلقات بطل في حق الافراد فبقي مجرد قولها اخترت فيقع الثلث كما لو اقتصر عليه ابتداءً۔

اوسکے اعتبار سے بھی لغو ہو جائیگا اور عورت کا یہ کلام اصل معنی کی اعتبار سے ترتیب کا مفید ہے اور بالتبع افراد طلاق کو چاہتا ہے اور جب ترتیب کی اعتبار سے وہ باطل ہے اسواسطے کہ طلاقون کی اندر ترتیب نہین ہے پس طلاق کا ایک ہونا بھی باطل ہوگا اب صرف (اخترت) کی معنی رہگئے لہذا تین طلاقین واقع ہونگی جسطرح پہلے

۲۹۶) ومن ثلث اي اذا قال اختاري من ثلث طلقات ما شئت فلها اختيار واحدة اي لها ان تطلق نفسها واحدة او ثنتين لا غير اي ليس لها ان تطلق الثلث عند ابي حنيفة وقالا لها ان تطلق ثلثا ان شاءت لان هذا الكلام يستعمل للاستيعاب والعموم كما يقال خذ من طعامي ما شئت وله ان من ان جعلت للتبيين تكون عامة في كل الثلث وان جعلت للتبعيض تكون عامة في بعضها فلا يقع الثالثة بالشك بخلاف الطعام لان دلالة الحال يقتضي الجود ووقوع الثلثة مما يحترز عنه۔

۲۹۶) اگر بیوی سے کہا تین طلاقون مین سے جسقدر تو چاہے اختیار کرلے تو وہ اپنے آپ کو ایک یا دو طلاقین دیسکتی ہے اور امام صاحب رح کے نزدیک تین طلاقین نہین دیسکتی صاحبین رح فرماتے ہین اگر چاہے تو وہ تین طلاقین بھی دیسکتی ہے اسواسطے کہ یہ کلام استیعاب اور عموم کے لیئے بولا جاتا ہے جیسے کوئی کہے میرے مال مین سے تو جسقدر چاہے لیلے اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ یہان دو احتمال ہوسکتے ہین یا تو تین طلاقین بیان واقع ہوئی ہین تب تو تینون مین حکم عام ہوگا اور تینون واقع ہونی چاہیین اور ایک احتمال یہ ہے کہ مراد یہ ہو کہ تین طلاقون کے اندر سے یعنی اونکا ایک جز تو اختیار کرلے تو اوسکے موافق تیسری طلاق نہین واقع ہوسکتی پس ان دو احتمالون کی وجہ سے تیسری کے وقوع مین شک ہوگیا اور شک سے طلاق نہین واقع ہوتی بخلاف کھانے کے کہ قرینہ حالیہ جود کا مقتضی ہے اور تین طلاقون کا واقع کرنا ایسی چیز ہے کہ اوس سے احتراز چاہیئے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

۲۹۷) ولو قال طلقي نفسك تقيد بالمجلس لانه في معنى تخيير زوجته في امر الطلاق وخيار المخيرة

۲۹۷) اگر خاوند نے کہا اپنی جان کو طلاق دے لے تو یہ اوسی جلسہ کے ساتھہ خاص ہوگا اسلیئے کہ یہ بھی ایسا ہی ہے جیسے طلاق کے امر مین عورت کو اختیار دینا اور مخیرہ کے

نفسها مقید بالمجلس باثار الصحابة فکذا هذا بخلاف قوله طلقی ضرتك حیث لا یتقید بالمجلس لانها لیس فی معنی المخیرة۔

اختیار مجلس ہی پر مقصور ہونا آثار صحابہ سے ثابت ہے ایسے ہی یہ بھی ہے بخلاف اسبات کے کہ اوس سے کہا اپنی سوکن کو طلاق دیدے کہ یہ اختیار اوس جلسہ کے ساتھ مخصوص نہوگا کیونکہ وہ مخیرہ کے معنی مین نہین ہے

(٢٩٨) ولیس له الرجوع ای لیس للزوج ان یرجع عن کلامه لان فیه معنی الیمین اذ هو تعلیق الطلاق بتطلیقها والیمین تصرف لازم لا یصح الرجوع عنه لان الغرض منه الحمل علی شیء او المنع منه فاذا صح الرجوع عنه لا یفید فائدة فکذا ما فی معناه۔

(٢٩٨) خاوند یہ کہہ دینے کے بعد کہ اپنے آپ کو تو طلاق دی لے اپنے کلام سے رجوع نہین کر سکتا اسلیئے کہ حقیقت مین قسم ہے کیونکہ وہ یمین طلاق کو اوسکی طلاق دینے پر معلق کیا ہے اور قسم ایک تصرف لازم ہے اور اوس سے رجوع نہین ہو سکتا اسواسطے کہ قسم سے ایک کام کرنے یا اوس سے باز رہنے پر نفس کا برانگیختہ کرنا مقصود ہوتا ہے اور جب اوس سے رجوع صحیح ہو جایا کرے تو اوسکا پھر کیا فائدہ جب قسم مین رجوع صحیح نہین ہو تو جو اوسکے معنی مین ہے اوس مین بھی صحیح نہوگا۔

(٢٩٩) فان طلقت ولم یکن له نیة او نوی واحدة کانت رجعیة وان نوی ثلثا فاوقعتها ای طلقت نفسها ثلثا وقعت ولو نوی ثنتین لم یصح الا ان یکون امة سبق توجیهه فی اول فصل الکنایة۔

(٢٩٩) اگر خاوند نے کہا کہ تو اپنی جان کو طلاق دی لے اور ایک طلاق کی نیت کی یا کچھ نیت نہین کی اور عورت نے اپنی ذات کو طلاق دیلی تو ایک رجعی طلاق واقع ہو جائیگی اور اگر تین کی نیت کی تھی اور عورت نے تین طلاقین دی لین تو تین ہی واقع ہو جائینگی اور اگر دو طلاق کی نیت کی تو نیت صحیح نہوگی مگر جس صورت مین بیوی جاریہ ہو اسکی وجہ فصل کنایہ کی شروع مین بیان ہو چکی

(٣٠٠) او متی شئت ای اذا قال لها طلقی نفسك متی شئت عم ولم یقید بالمجلس لان کلمة متی عامة فی الاوقات وکذا اذا ما ومتما

(٣٠٠) اگر کہا جب تو چاہے آپ کو طلاق دے لے تو یہ اختیار ہمیشہ کے لیئے ہوگا اور اوسی جلسہ پر مقصور نہوگا اسلیئے کہ کلمہ متی تمام اوقات کے لیئے عام ہے اسیطرح اگر کہا جس وقت تو چاہے یا جس زمانہ مین تو چاہے۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(٣٠١) او وکل به ای الزوج رجلا بطلاق امرأته عم وصح الرجوع

(٣٠١) اگر ایک شخص کو اپنی بیوی کی طلاق کے لیئے وکیل کیا تو یہی ہر وقت کے لیئے عام ہوگا کیونکہ تو اس میں ایک طرح کی استعانت ہے اور وہ

لانه توكيل والتوكيل ستعانة فلا يلزم المجلس

اور وہ مجلس کے ساتھ مخصوص نہین ہے مگر رجوع کر سکیگا۔

(۳۰۲) او ان شئت اى لو قال طلق امرأتى ان شئت قيده بالمجلس ومنعنا عزله۔

(۳۰۲) اگر ایک شخص سے کہا تو چاہے تو میری بیوی کو طلاق دیدے تو ہمارے نزدیک اوسی جلسہ کے ساتھ مخصوص ہے اور وکیل کو معزول نہین کر سکتا۔

(۳۰۳) وقال زفر لا يتقيد به ويملك عزله لانه توكيل وتقييده بالمشية لغو لانه انما يعمل بمشيته كما لو قال بع عبدى هذا ان شئت۔

(۳۰۳) امام زفر رح فرماتے ہین مجلس کے ساتھ مخصوص نہوگا اور وکیل کو معزول کر سکیگا اسلیئے کہ وہ توکیل ہے اور اوسکی مشیت کے ساتھ مقید کرنا فضول ہے کیونکہ وہ تو جو چاہیگا وہی کریگا جیسے کسی سے کہے اگر تو چاہے تو میرے غلام کو فروخت کر دے۔

(۳۰۴) ولنا انه تمليك لان تعليقه بالمشية يدل على اثبات المالكية له اذ المالك هو الذى يتصرف عن مشيئة نفسه بخلاف البيع لانه غير قابل للتعليق فبطل ذكر المشيئة ومعنى التمليك فيه۔

(۳۰۴) ہماری دلیل یہ ہے کہ وہ مالک کرنا ہے کیونکہ مشیت کی قید لگانا اوسکے لیئے مالکیت ثابت کرنیکی دلیل ہے اسواسطے کہ مالک وہی ہوتا ہے کہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے بخلاف بیع کے کہ اوسمین معلق ہونیکی صلاحیت نہین ہے پس وہان مشیت کا ذکر اور تملیک کے معنی باطل ہین۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

(۳۰۵) وفى المحيط لو قال طلق امرأتى ان شاءت لا يصير وكيلا ما لم تشاء ولها المشيئة فى مجلس علمها فاذا شاءت فصار وكيلا فطلاقه انما يقع فى مجلس مشيئتها ينبغى ان يحفظ هذا فان البلوى فيه عامة والوكلاء يوخرون الايقاع غافلين عن هذا۔

(۳۰۵) محیط مین مذکور ہے اگر ایک شخص سے کہا اگر میری بیوی چاہے تو تو اوسکو طلاق دیدے تو جبتک وہ نہ چاہیگی یہ شخص وکیل نہو سکیگا اور جس جلسہ مین عورت کو اسبات کا علم ہوا اوسی جلسہ مین چاہ سکتی ہے جب اوس نے طلاق کو چاہا یہ شخص وکیل طلاق ہو جائیگا اور جس جلسہ مین عورت نے چاہا ہے اوسی جلسہ مین اوسکو طلاق دیسکیگا۔ یہ مسئلہ یاد رکھنے کے قابل ہے اسلیئے کہ اکثر ایسے اسکا دستور ہو گیا ہے اور وکیلون کو کچھ خبر نہین ہوتی اور بعد اوس جلسہ علم کے جب چاہتے ہین طلاق دیدیتے ہین۔

(۳۰۶) او انت طالق كيف شئت فهو اى الطلاق واقع رجعيا عند ابى حنيفة مطلقا اى شاءت فى

(۳۰۶) اگر کہا جیسے تو چاہے ایسی ہی تیرے اوپر طلاق ہے تو امام صاحب کے نزدیک خواہ اوس جلسہ مین وہ چاہے یا نہ چاہے ایک طلاق رجعی واقع ہو جائیگی مگر اوسکا بائن ہونا

المجلس او لم تشاء والكيفية اى كيفية الطلاق الواقع من كونه بائنا او واحدا او ثلثا متعلقة عن ابيحنيفة بمشيتها في المجلس ان نوى فان شاءت بائنا او ثلثا يقع ان وافق نية الزوج حتى لو لم يوافقها لغا تصرفها فبقى ايقاع الزوج وهذا ابناء على مذهبه من ان الرجعي يجوز ان يجعل بائنا او ثلثا وعلى ان المرأة مدخول بها اذ لو لم يكن كذلك لا مشية لها اصلا عنده وعندهما لها المشية في اصل الطلاق كما في الوصف -

یا ایک یا تین ہونا اوسی جلسہ مین اوسکے چاہنے پر موقوف ہوگا بشرطیکہ خاوند نے بھی اوسکی نیت کی ہو پس اگر عورت نے طلاق بائن چاہی یا تین طلاقین چاہین تو واقع ہو جاینگی بشرطیکہ خاوند کی نیت کے مطابق ہو اگر اوسکی مطابق نہو تو عورت کا تصرف لغو ہو جائیگا اور صرف خاوند کے طرف سے ایقاع طلاق باقی رہجائیگا اسکی بنا امام صاحب رح کی مذہب پر ہے کہ طلاق رجعی بائن یا تین طلاقین ہو سکتی ہے اور اسبات پر کہ عورت مدخولہ ہو اسواسطے کہ اگر غیر مدخولہ ہو تو امام صاحب رح کے نزدیک اوسکے چاہنے کو کچھ دخل نہین ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اصل طلاق کے اندر بھی اوسکے چاہنے کو دخل ہے جس طرح وصف طلاق کے ثابت ہونے مین دخل ہے -

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

(۳۰۷) وان لم يحضره النية يعتبر مشيتها جريا على موجب التخيير لانه اقامها مقام نفسه وهو يقدر ان يجعله بائنا او ثلثا بعدما وقع رجعيا فكذا من قام مقامه واوقعاه عليها اى الطلاق على مشيتها اصلا اى وقوعا ووصفا لان وصف الطلاق مفوض اليها فلو وقع في الحال رجعيا يلزم وقوع الوصف بلا مشيتها وهو لا يجوز فيتعلق اصله بوصفه كما لو قال لها انت طالق كم شئت -

(۳۰۷) اگر خاوند نے یہ کہتے وقت کچھ نیت نہین کی تو عورت کے چاہنے کا تخییر کے معنی لحاظ کرکے اعتبار ہوگا اسواسطے کہ عورت کو اوس نے اپنا قائمقام کردیا اور خود تو وہ اوسکو رجعی واقع ہونیکے بعد بائن یا تین طلاق کر سکتا ہے تو وہ بھی کر سکیگی - صاحبین رح کے نزدیک ہر طرح سے طلاق اوسکے چاہنے پر موقوف ہے واقع بھی اوسیوقت ہوگی جب وہ چاہیگی اور رجعی یا بائن یا تین طلاقین بھی جب ہی ہونگی جب وہ چاہیگی اسلئے کہ طلاق کی صفت کو خاوند نے اوسکے حوالہ کیا ہے پس اگر فی الحال رجعی واقع ہو تو بدون اوسکے چاہنے کے صفت طلاق کا واقع ہونا لازم آئیگا اور یہ نہین ہو سکتا جسطرح وصف کا واقع ہونا اوسکی چاہنے پر موقوف ہے اسیطرح اصل طلاق کا واقع ہونا چاہیے یہ ایسے کہ

(۳۰۸) وله ان التفويض فى الوصف يستدعى وجود الاصل لان المعدوم لا يستوصف كما قال القائل يقول خليلى كيف صبرك بعدنا فقلت وهل صبر فيسأل عن كيف بخلاف كم شئت لان كلمة كم للعدد والطلاق المقارن بالعدد لا يقع بدونه۔

(۳۰۸) امام صاحب رح کی صورت مذکورہ مین بدون چاہے عورت کے طلاق رجعی واقع ہوجانے پر یہ دلیل ہے کہ صفت طلاق کی سپرد کرنا اصل طلاق کی وجود کو مقتضی ہے کیونکہ معدوم کی صفت نہین ہوسکتی جیسے کسی شخص نے کہا ہے کہ میرا دوست کہتا ہی ہمارے بعد تجھے کیسی صبر ہوگا تو مین نے کہا صبر ہی کب ہوگا جو تو اوسکی کیفیت دریافت کرتا ہی بخلاف اوس صورت کی کہ خاوند کہے جسقدر تو چاہے اوسقدر تیرے اوپر طلاق ہی اسواسطے کہ یہان عدد طلاق مراد ہے

(۳۰۹) او ان شئتما اى لو قال لامرأتيه ان شئتما فانتما طالقتان شرطنا المشيئة به اى بالطلاق عليهما منهما اى على المرأتين من المرأتين يعنى انما تطلقان عندنا اذا شاءت كل واحدة منهما طلاقهما حتى لو شاءت احديهما دون الاخرى او ماتت او شلتا طلاق احديهما لا يقع عندنا۔

(۳۰۹) اگر خاوند نے اپنی دو بیویون سے کہا اگر تم دونون چاہو تو تم دونون پر طلاق ہے تو ہمارے نزدیک طلاق واقع ہونے مین دونون کا دونون کی طلاق چاہنا شرط ہے یعنے ہر ایک اس بات کو چاہے کہ دونون پر طلاق واقع ہوجائے تب تو واقع ہوگی ورنہ نہین حتے کہ اگر ایک نے نہ چاہا یا ایک مرگئی یا دونون نے یہ چاہا کہ ہم مین سے ایک کو طلاق ہوجائے تو ہمارے نزدیک کسی پر طلاق نہ واقع ہوگی۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۳۱۰) وقال زفر يقع على التى شاءت لانه اضاف المشيئة اليهما فيفرد كل منهما فيها كما لو قال ان ركبتما دابتيكما۔

(۳۱۰) امام زفر رح فرماتے ہین صورت مذکورہ مین جس نے طلاق چاہی ہے اوسپر واقع ہوجائیگی اسواسطے کہ اوس نے دونون کیطرف چاہنے کی نسبت کی ہے پس ہر ایک اپنے چاہنے مین منفرد ہوگی جیسے کہے اگر تم دونون اپنی سواری پر سوار ہو

(۳۱۱) ولنا ان الشرط لا يتوزع على اجزاء المشروط والشرط مشيئتهما طلاقهما فلا ينزل الجزاء الا عند كمال الشرط كما لو قال ان كلمتما

(۳۱۱) ہماری دلیل یہ ہے کہ شرط مشروط کی اجزاء پر منقسم نہین ہوا کرتی اور یہان دونون کے دونون کی طلاق چاہنے کو شرط کیا ہے پس جزا یعنے شروط اوسیوقت ثابت ہوگا جب یہ شرط پوری پوری پائی جائیگی جیسے کہے اگر تم دونون زید سے بات کرو

زيداً فطلقها بخلاف ما ذكره لان القياس متروك فيه للعرف۔

تو تم دونوں پر طلاق ہے بخلاف اوس صورت کے جس پر امام زفر رح نے قیاس کیا ہے اسواسطے کہ عرف کی وجہ سے اوس میں قیاس نہیں چلا سکتے۔

(٣١٢) او انت طالق غدا ان شئت اثبتنا الخيار في الغد لا في المجلس اي قال زفر لها الخيار في المجلس

(٣١٢) اگر کہا کل تیرے اوپر طلاق ہو اگر تو چاہے تو کل کے دن ہمارے نزدیک اوسکو اختیار ثابت ہوگا نہ اس جلسہ میں جیسا کہ امام زفر رح فرماتے ہیں۔

(٣١٣) قيد بتاخير الشرط اذ لو قدمه فقال ان شئت فانت طالق غدا ففي ظاهر المذهب ان لها الخيار في المجلس اتفاقا وعن ابي حنيفه ان لها الخيار في الغد ايضا اذا قدم الشرط لانه ملكها مشية الطلاق وهو موقت بالغد فكذا مشيته۔

(٣١٣) ہم نے شرط کو موخر کرکے اسلیئے بیان کیا ہے کہ اگر شرط کو مقدم کرکے کہا کہ تو چاہے تو کل تیرے اوپر طلاق ہے تو ظاہر مذہب کے اعتبار سے بالاتفاق اوسکو مجلس میں ہے اختیار طلاق ہوگا اور امام صاحب رح سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ کل کے دن میں بھی اوسکو اختیار ہوگا اگر شرط کو مقدم کیا ہے اسواسطے کہ خاوند نے طلاق کو چاہنے کا اوسکو مالک کیا ہے اور طلاق کل کے ساتھ موقت ہے پس اوسکا چاہنا بھی کل میں پایا جائیگا۔

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

(٣١٤) لزفر ان الطلاق مضاف الى الغد والمشية مطلقة فيقتصر على المجلس ولنا في الفرق ان الشرط اذا قدم يكون المشية في الحال ويقع عند اقيد الطلاق صورة مشيتها ان تقول شئت ان اكون طالقا غدا واذا اخر يكون المفوض اليها طلاقا موجلا فيقتصر على المجلس كما لو ملكها طلاقا معجلا بقوله طلقي نفسك يقيد بالمجلس فكذا المؤجل۔

(٣١٤) امام زفر رح کی دلیل فقط اوسی جلسہ میں اختیار ثابت کرنے پر یہ ہے کہ طلاق کے نسبت تو کل کے طرف ہے اور مشیت کے نسبت کسی چیز کی طرف نہیں ہے لہذا صرف مجلس کے ساتھ ہی مخصوص ہوگی ہمارے نزدیک دونوں صورتوں میں فرق کرنے کی یہ وجہ ہے کہ جب شرط مقدم کیجائے تو مشیت تو فی الحال ثابت ہوگی اور کل کا دن طلاق کیلئے قید ہوگا اور اوسکے چاہنے کی صورت یہ ہوگی کہ میں اسبات کو چاہتی ہوں کہ کل کو مجھپر طلاق ہوجائے اور شرط موخر کیجائے تو گویا ایک طلاق معجل اوسکے اختیار میں دیدی پس یہ اختیار اوس جلسہ کے ساتھ مخصوص ہوگا جیسے طلاق معجل کا اختیار اوسی جلسہ تک ہوتا ہے مثلاً اگر بیوی سے کہے اپنی جان کو تو طلاق دیدے تو وہ

(۳۱۵) او ثلثا اى لو قال انت طالق ثلثا الا ان تشاء واحدة فشائتها اى قالت شئت طلقة يحكم بها اى ابو يوسف بوقوع طلقة لان المفهوم من هذا الكلام انها اذا شاءت واحدة يقع عليها ولا يقع الثلث

(۳۱۵) اگر کہا تجھے تین طلاقین ہین مگر جو تو ایک چاہے اور اوس نے ایک طلاق چاہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک ایک طلاق واقع ہو جائیگی اسواسطے کہ اوس کے کلام سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ اگر ایک چاہے گی تو اوس صورت مین تیرے اوپر ہی ایک ہوگی اور تین نہونگی

(۳۱۶) والغاها اى قال محمد لا تطلق لان معنى هذا الكلام ان لم تشاء واحدة فانت طالق ثلثا لان الا ان اصله للغاية قال الله تعالى الا ان تقطع قلوبهم فان دخل فيما يتوقت جعل غاية فان دخل فيما لا يتوقت حمل على الشرط مجازا والطلاق مما لا يتوقت فاذا تشاءت الواحدة لا يقع شئ كما لو قال انت طالق ثلثا الا ان يقدم فلان فقدم فلان لا يقع شئ-

(۳۱۶) امام صاحب رح اور امام محمد صاحب رح کے نزدیک اوسکا کلام لغو ہو جائیگا کیونکہ اوسکے یہ معنی ہین کہ اگر تو ایک نہ چاہے تو تیرے اوپر تین ہین اسواسطے کہ عربی مین (الا ان) کا لفظ اصل معنی کے اعتبار سے غایت کے لیے آتا ہے کقولہ تعالے (الا ان تقطع قلوبہم) پس اگر ایسی چیز پر داخل ہو جو موقت ہوا کرتی ہے تب تو اوسکی غایت ہوتا ہے اور اگر ایک غیر موقت چیز پر داخل ہو تو مجازاً شرط کی اوپر محمول ہوتا ہے اور طلاق غیر موقت چیز ہے پس اگر اوس نے ایک طلاق چاہی تو کچھہ نہ واقع ہوگا جیسے کہی تیرے اوپر تین طلاقین مگر جو فلان شخص آگیا اور وہ شخص آگیا تو کچھہ واقع نہوگا-

(۳۱۷) او ان شاء الله اى لو قال انت طالق ان شاء الله متصلا لم يوقعه وقال مالك يقع لان شرطه تحقق اذ لو لم يشاء الله لما اجرى على لسانه التطليق ولنا ان مشية الله وقوعه غير معارضة فلا يقع مشيته كما لو علق بمشية انسان غائب لا توقف عليه والجارى على لسانه تعليق

(۳۱۷) اگر کہا تیرے اوپر طلاق ہے اگر خدا چاہے تو کسی کے نزدیک طلاق نہین واقع ہوتی مگر امام مالک رح فرماتے ہین واقع ہو جاتی ہے امام مالک رح کی دلیل یہ ہے کہ اوسکی شرط یعنی مشیت الٰہی متحقق ہوگئی اسواسطے کہ اگر خدا نہ چاہتا تو اوس کی زبان سے طلاق نہ نکلوا تا ہماری یہ دلیل ہے کہ یہ تو معلوم نہین ہوا کہ خدا نے اوسکا وقوع چاہا ہے پس مشیت الٰہی متحقق نہ سمجھی جائیگی جیسے کسی غائب آدمی کی مشیت کو شرط کیا ہے جسپر آگاہی نہین ہو سکتی- اور باقی رہا اوسکی زبان سے طلاق کا نکلنا تو اوسکا یہ جواب ہے کہ اوس نے ایسی

لا تطليق۔

زبان سے طلاق دی تو نہیں ہو بلکہ طلاق کو معلق بالشرط کیا ہے۔

(٣١٨) وفي المحيط لو سكت قدر ما يتنفس له الانسان او عطس ثم قال ان شاء الله صح الاستثناء لمكان العذر۔

(٣١٨) محیط میں مذکور ہے اگر طلاق دیکر بقدر ایک سانس کے تھم گیا یا اوس نے چھینک لیا اور پھر ان شاء اللہ کہا تو استثناء صحیح ہوگا اسواسطے کہ اسمیں عذر کے گنجایش ہے۔

(٣١٩) ولو حرك لسانه بالاستثناء ولم يكن مسموعا يصح عند الكرخي ولا يصح عند الهندواني۔

(٣١٩) اگر فقط زبان ہلادے اور ان شاء اللہ کا لفظ سننے میں نہ آیا تو کرخی کے نزدیک صحیح ہے اور ہندوانی کے نزدیک طلاق پڑجائیگی۔

(٣٢٠) وفي الزيادات لو قال انت طالق بمشية الله او بارادته لا يقع لانه مستعمل للتعليق ولو قال لمشية الله او لارادته يقع لان اللام للتعليل فكانه قال انت طالق لان الله شاء۔

(٣٢٠) زیادات میں ہے اگر کہا تیرے اوپر طلاق ہے بمشیت الٰہی یا بارادۂ الٰہی تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی اسلئے کہ یہ بھی شرط کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور اگر کہا خدا کے چاہنے سے یا اوس کے ارادہ سے تو طلاق واقع ہوجائیگی اسلئے کہ یہاں ارادہ اور مشیت علت سمجھا جائیگا اور گویا یہ کہا کہ تیرے اوپر طلاق ہے اسواسطے کہ خدا نے چاہا ہے۔

(٣٢١) ولو قال بامر الله يقع في الحال لانه مستعمل للتحقيق ولو قال في امر الله او في ارادته لا يقع لان حرف في مجاز عن الشرط۔

(٣٢١) اگر کہا تیرے اوپر طلاق ہے بحکم الٰہی تو فی الفور واقع ہوجائیگی اسلئے کہ یہ ایک امر کے تحقیق کرنے کے واسطے کہا جاتا ہے۔ اور اگر کہا حکم الٰہی یا ارادہ الٰہی میں تو واقع نہ ہوگی اسلئے کہ یہ بھی شرط کے لئے ہے۔

(٣٢٢) او ثلثا وثلثا اي لو قال انت طالق ثلثا وثلثا او قال لعبده انت حر وحر ان شاء الله فالمعطوف فصل فلا يقع الطلاق اي قال ابو حنيفة طلقت ثلثا وقالا لا تطلق لان التكرار شائع فيحمل عليه تصحيحا لكلامه فلا يبطل اتصال

(٣٢٢) اگر کہا تیرے اوپر طلاق ہیں تین اور تین انشاءاللہ یا اپنی غلام سے کہا تو آزاد ہے اور آزاد انشاءاللہ تو دوسرا لفظ جدا سمجھا جائیگا یعنی امام صاحب رح کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہوجائینگی اور غلام آزاد ہوجائیگا۔ اور صاحبین رح کے نزدیک طلاقیں نہ واقع ہونگی اور غلام نہ آزاد ہوگا اسلئے کہ تکرار اکثر کیا کرتے ہیں تو اوسکے کلام کے صحیح کرنیکے لئے تکرار پر ہی محمول کیا جائیگا اور استثناء کا متصل

الاستثناء۔

کرنا باطل ہوگا

(۳۲۳) وله ان قوله وثلثا لغو لا فائدة فيه اذ التغليظ فهم مما قبله ولا يجوز ان يكون تاكيد التخلل واو العطف فيمنع المعطوف عن اتصال الاستثناء فيقع۔

(۳۲۳) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ دوسرا لفظ لغو ہے اور اوسکا کچھ حاصل نہیں اسلئے کہ حرمت مغلظہ تو پہلی کہنے سے پہلی اوسکو ثابت ہو چکی اور حرف عطف کی موجودگی ہونیکی وجہ سے تاکید بھی نہیں ہو سکتا پس اس معطوف کی حائل ہونیکی وجہ سے معطوف علیہ کے ساتھ استثناء متصل نہو سکیگا لہذا واقع ہوجاینگی۔

(۳۲۴) او انشاء الله اي لو قال انشاء الله انت طالق يجعله اي ابو يوسف هذا القول تعليقا وهما تطليقا۔

(۳۲۴) اگر انشاء اللہ کو مقدم کرکے کہا انشاء اللہ تیرے اوپر طلاق ہے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ قول تعلیق ہے اور باقی دونوں کے نزدیک طلاق ہے۔

(۳۲۵) له ان المبطل متصل بالايجاب فيبطل حكمه كما لو اخر قوله ان شاء الله ولهما ان الموضوع لارتباط الجملتين وهو الفاء منتف هنا فلا تيصل بلا اداته فيبقى قوله انت طالق منجزا بخلاف تاخير الشرط لان الجزاء حينئذ يكون موقوفا على ما بعده لوجود المغير فيه ولو استثنى من الثلث ثنتين اي لو قال انت طالق ثلثا الا ثنتين وقعت واحدة

(۳۲۵) امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہے کہ ایجاب کے ساتھ اوسکا مبطل موجود ہے لہذا اوسکا حکم باطل ہو جائیگا جس طرح موخر کرنیکی صورت میں۔ امام صاحب رح اور امام محمد صاحب رح کی یہ دلیل ہے کہ دو جملوں میں باہم ارتباط کے لئے جو حرف موضوع ہے یعنی (ف) یا اردو میں (تو) وہ یہاں نہیں پایا جاتا اور بدون حرف ارتباط کے اونمیں اتصال نہیں ہو سکتا جب اتصال نہوا تو صرف ایک جملہ طلاق کا بدون شرط کے رہگیا جو فی الفور طلاق کے لئے ہے بخلاف شرط کے موخر کرنیکی صورت کی کہ وہاں پر جزاء بخواہ جزاء اپنی مابعد پر موقوف ہوگی کیونکہ اوسکے اندر ماقبل کا بدلنے والا یعنے استثنا موجود ہے۔

(۳۲۶) او واحدة بالنصب اي لو استثنى من الثلث واحدة وقال انت طالق ثلثا الا واحدة فثنتان ولو قال انت طالق ثلثا الا ثلثا وقع ثلث لبطلان الاستثناء۔

(۳۲۶) اگر تین طلاقوں میں سے دو کو خارج کردیا اور کہا تیرے اوپر تین طلاقیں ہیں مگر دو تو ایک واقع ہوگی۔ اور اگر تین میں سے ایک کو خارج کردیا اور کہا تیرے اوپر تین طلاقیں ہیں مگر ایک تو دو واقع ہونگی اور اگر کہا تیرے اوپر تین طلاقیں ہیں مگر تین تو تین واقع ہونگی اسلئے کہ یہاں

وفی المحیط اذا اوقع اکثر من ثلث ثم استثنی منه الثلث کان الاستثناء من جملة الکلام لا من الثلث۔

فصل فی طلاق الفار

(۳۲۷) ومن ابان امرأته فی مرضه ای فی مرض موته بلا سوالها ولا برضاء منها وهو ما یکون الهلاك فیه غالبا حتی اذا طلق راکب السفینة امرأته لا یکون فارا ولو انکسرت السفینة ثم طلق یکون فارا ثم مات فی العدة نورثها ای نعطی لها میراثا منه۔

(۳۲۸) وقال الشافعی لا یرث۔

(۳۲۹) قید بالابانة واراد بها الثلث لان الرجعی لا یقطع الارث سواء وقع فی المرض او فی الصحة اتفاقا والابانة فی تحقیق الخلاف متصورة فی الثلث لان الکنایات کلها رواجع عنده

(۳۳۰) وقیدنا بمرض الموت لانه اذا طلقها بائنا فی مرض ثم صح ثم مات لا ترث اتفاقا وقیدنا بکون الطلاق بلا سوالها لانه لو طلقها بسوالها لا ترث اتفاقا وقید بموت الزوج لانها لو ماتت لا یرثه الزوج منها اتفاقا من الحقائق۔

استثنا باطل ہے ۔
محیط میں مذکور ہے اگر تین طلاق سے زیادہ دین اور تین کا اوسمیں سے استثنا کیا تو وہ سب میں سے خارج کیجائینگی یہ نہیں کہ تین ہی میں سے خارج کیجائیں ۔

فصل طلاق فار کی بیان میں

(۳۲۷) اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت میں بلا اوسکی سوال اور بلا اوسکی رضامندی کے طلاق بائن دیدی اور اوسکی حالت عدت میں مرگیا تو ہمارے نزدیک اوسکو ورثہ ملیگا ۔ مرض الموت وہ مرض ہے جس سے مریض اکثر جانبر نہو سکے حتے کہ اگر کشتی میں بیٹھا ہوا اپنی بیوی کو طلاق دی تو وہ فار نہ شمار کیا جائیگا اور اگر کشتی شکست ہوجانیکے بعد طلاق دی تو فار ہوگا ۔

(۳۲۸) امام شافعی رح کے نزدیک اوس مطلقہ کو ورثہ نہیں پہونچتا ۔

(۳۲۹) طلاق بائن کی اسلیے قید لگائی ہے کہ رجعی بالاتفاق مانع ورثہ نہیں ہوتی خواہ مرض کے حالت میں ہو یا صحت کے حالت میں اور بائن سے بھی تین طلاقین یہان مراد ہیں اسواسطے کہ اختلاف مذکور اوسیوقت ثابت ہوگا کہ جب تین طلاقین دے اسواسطے کہ امام شافعی رح کے نزدیک سب کنایات طلاق رجعی ہوتے ہین ۔

(۳۳۰) مرض الموت کی قید ہم نے اسلیئے لگائی ہے کہ اگر ایک مرتبہ مرض کی حالت مین طلاق بائن دی اور پھر صحیح وسالم ہوگیا اور پھر مر گیا تو بالاتفاق عورت وارث نہوگی اور خاوند کے مرنیکی صورت اسلیئے ذکر کی ہے کہ اگر عورت مرگئی تو خاوند بالاتفاق وارث نہوگا ۔ من الحقائق ۔

(٣٣١) له ان الزوجية زالت بجميع احكامها فلا يستحق الارث ولنا ان الزوج قصد ابطال ارثها فيرد عليه قصده الى انقضاء العدة دفعا للضرر عنها فيجعل النكاح باقيا حكما ما بقيت العدة۔

(٣٣١) امام شافعی رح کی دلیل یہ ہے کہ طلاق دینے سے علاقہ زوجیت کا بجمیع احکامہا جاتا رہا لہذا ورثہ کے مستحق نہ ہوگی اور ہماری یہ دلیل ہے کہ ایسی وقت میں طلاق دینے سے خاوند نے ورثہ کی اور اوسکا حق باطل کرنا چاہا ہے لہذا عورت سے ضرر دفع کرنے کے لئے انقضائے عدت تک اوسکا یہ قصد رد کر دیا جائیگا اور تا بقائے عدت حکماً نکاح کو باقی سمجھیں گے۔

(٣٣٢) اعلم ان الفرار كما يثبت من جانب الزوج يثبت من جانب الزوجة كما اذا ارتدت وهي مريضة فماتت يرثها زوجها لانها فارة عن ميراثه كذا في النهاية۔

(٣٣٢) جاننا چاہئے کہ جس طرح خاوند کی طرف سے گریز ہوا کرتے ہیں بیوی کی طرف سے بھی ہوتی ہے تو وہاں خاوند وارث ہو جاتا ہے جس طرح اپنی مرض الموت کی حالت میں عورت مرتد ہو کر مر جائے تو خاوند اوسکا وارث ہوگا اسلئے کہ وہ خاوند کو ورثہ دینے سے گریز کرتی ہے۔ کذا فی النہایہ۔

(٣٣٣) وشرطا كونها في العدة وقال مالك ترث بعد العدة ما لم يتزوج لقول ابي بن كعب رضي الله عنه امرأة الفار ترث ما لم يتزوج ولنا ما روي عن عمر امرأة الفار ترث ما دامت في العدة وما رواه يحتمل ان يراد به ما لم يتمكن من التزوج اي ما دامت في العدة وما رويناه محكم فالاخذ به اولى۔

(٣٣٣) سب ائمہ کے نزدیک عورت کو ورثہ پانیکے لئے عدت میں ہونا شرط ہے مگر امام مالک رح فرماتے ہیں بعد انقضائے عدت کی بھی ورثہ پائیگی جبتک دوسرے سے نکاح نکرے اسواسطے کہ ابی بن کعب فرماتے ہیں فار کی بیوی جبتک وارث ہے کہ جبتک نکاح نکرے ہماری دلیل حضرت عمر رض کا قول ہے کہ فار کی بیوی جبتک عدت میں ہوتی ہی ورثہ پاسکتی ہے اور وہ جو امام مالک نے روایت بیان کی ہے اوسکے یہ معنی ہو سکتے ہیں جبتک نکاح نکرسکے اوس وقت تک ورثہ پاسکتی ہے اور وہ عدت کی مدت ہے اور جو روایت ہم نے بیان کی ہے وہ محکم ہے اور اوسی پر عمل اولی ہے۔

(٣٣٤) وجعلها اي ابو يوسف عدة مطلقة الفار طلاقا بائنا بالاقراء

(٣٣٤) مرض الموت میں جس عورت کو طلاق بائن دیگئی ہے امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسکی عدت تین حیض ہیں اور

ای بالحیض و هما بابعد الاجلین ای فالاعد تها بالجمع بین ثلث حیض و اربعة اشهر و عشرا

امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے نزدیک اوسکی عدت ابعد الاجلین ہے یعنے اگر چار مہینے دس روز کی مدت تین حیضون سے زیادہ ہی تو چار مہینہ دس روز عدت ہے اور اگر اسکی عکس ہی تو تین حیض عدت ہونگی۔

(٣٣٥) انما قیدنا طلاقها بالبینونة لانه اذا کان رجعیا فعلیها عدة الوفات اتفاقا

(٣٣٥) طلاق کے اندر بائن کے قید اسلئے لگائی ہے کہ اگر مرض الموت میں اوسکو طلاق رجعی دی ہے تو بالاتفاق اوسکی عدت عدت وفات ہے۔

(٣٣٦) له ان نکاحها زال بالطلاق لا بالموت فلا یلزمها عدة الوفاة کما لو طلقها بسوالها و توریثها کان لزجر الزوج لفراره و لهما ان نکاحها اذ ابقی فی حق الارث فبقاءها فی حق العدة اولی لانها اسرع ثبوتا من الارث و لهذا لا تستحق الارث بنکاح فاسد و العدة تستحق به۔

(٣٣٦) امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ اوسکا نکاح طلاق سے زائل ہوا ہے نہ موت سے پس عدت وفات نہ لازم ہوگی جس طرح عورت کی کہنے سے طلاق دی اور باقی رہا وارث کا پانا تو وہ خاوند کے گریز کرنیکی وجہ سے جو اوسکا زجر منظور ہے اسواسطے ہی۔ امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے دلیل یہ ہی کہ جب حق ارث میں اوسکا نکاح باقی سمجھا جاتا ہے تو حق عدت میں بطریق اولے باقی ہوگا اسواسطے کہ بنسبت ارث کی عدت کا ثابت ہونا آسان ہی والنداانکاح فاسد سے استحقاق ارث نہین ہوتا اور عدت لازم ہوتی ہی

(٣٣٧) و لو علقه ای طلاق امرأته فی صحته بفعل اجنبی فوجد الشرط فی مرضه منعنا الارث و قال زفر لها الارث۔

(٣٣٧) اگر صحت کی حالت مین اپنی بیوی کی طلاق کو کسی دوسرے آدمی کے ایک فعل کے ساتھ معلق کیا اور بحالت مرض الموت مین وہ شرط پائی گئی تو ہمارے نزدیک اب عورت وارث نہوگی امام زفر رح فرماتے ہین وارث ہوگی

(٣٣٨) قیدنا بان یکون التعلیق فی الصحة اذ لو کان التعلیق و الشرط فی المرض ترثت اتفاقا سواء کان مما له بد او لا لانه بالتعلیق او بمباشرة الشرط قصد ابطال حقها

(٣٣٨) حالت صحت میں معلق کرنیکی قید اسلئے لگائی ہے کہ اگر تعلیق بالشرط اور تحقق شرط حالت مرض میں ہی ہوا تو بالاتفاق عورت وارث ہوگی خواہ اوس شرط سے بچنا ممکن ہو یا نہو اسواسطے کہ شرط لگانے یا شرط کی عمل میں لانے سے وہ عورت کا حق باطل کرنا چاہتا ہے۔

(٣٣٩) وقيد بمرضه لان الشرط اذا وجد في صحته لا يكون فارًا اتفاقًا۔

(٣٣٩) حالت مرض میں شرط کی پائے جانیکی قید اسواسطے لگائی ہو کہ اگر حالت صحت میں شرط پائی گئی تو بالاتفاق اوسکو فار کا حکم نہوگا۔

(٣٤٠) فان قلت ينبغي ان يكون فارًا لانه متمكن من ابطاله بالفئ قلت لا يتمكن منه لانه يلزمه ضرر وهو وجوب الكفارة فلم يكن متمكنا مطلقا۔

(٣٤٠) اگر کہو اس شخص کو فار کا حکم ہونا چاہئے اسواسطے کہ رجوع کرنے سے اوسکو یہ شخص باطل کرسکتا ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ یہ نہیں ہوسکتا تھا اسلئے کہ اسوقت میں اوسکا نقصان ہوتا ہے یعنے اوسپر کفارہ واجب ہوجائیگا پس مطلقًا یہ ممکن نہیں ہے۔

(٣٤١) له ان المعلق بالشرط كالمنجز عند وجوده فصار ايقاعا في المرض ولنا انه حين علق الطلاق لم يكن حقها متعلقا بماله والمرض لم يوجد من الزوج فلم يكن فارًا

(٣٤١) امام زفر رح کی دلیل یہ ہے کہ معلق بالشرط کا حال وجود شرط کی بعد غیر معلق کا سا حال ہوتا ہے پس یہ حالت مرض کے اندر ایقاع طلاق سمجھا جائیگا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب اوس نے طلاق کو معلق بالشرط کیا ہے اوسوقت تک عورت کا حق اوس کے مال میں متعلق نہوا تھا اور مرض ایسی چیز ہے کہ خاوند کی طرف سے

(٣٤٢) او بفعلها الضروري اي اذا علق الصحيح طلاق امرأته بفعلها الذي لا بد لها منه طبعًا كالاكل والشرب ونحوهما او شرعًا كالصوم والصلوة وكلام الاب ففعلته في المرض اي مرض الزوج ابطل محمد توريثها وقالا ترث منه لانه فارّ۔

(٣٤٢) اگر خاوند نے حالت صحت میں طلاق کو عورت کے ایک ایسے فعل کے ساتھ مشروط کیا جس کے کئے بغیر چارہ نہیں ہے خواہ طبعًا جیسے کھانا پینا وغیرہ یا شرعًا اوسکے بغیر چارہ نہیں ہے جیسے نماز روزہ یا اپنی باپ سے کلام کرنا اور خاوند کے حالت مرض میں عورت نے اوس کام کو کیا تو امام محمد رح کی نزدیک وہ عورت ورثہ نپائیگی اور امام صاحب رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رح کی نزدیک عورت کو ورثہ ملیگا کیونکہ وہ فار سمجھا جائیگا

(٣٤٣) قيد بفعلها لانه لو علق بفعل نفسه سواء كان مما لا بد له منه او له بد منه يكون فارًا اتفاقا وقيد بالضرورة لان فعلها

عورت کی فعل کی قید اسلئے لگائی ہے کہ اگر اپنی فعل کے ساتھ معلق کیا

(٣٤٣) اور ضروری فعل ہونیکے اسواسطے قید لگائی ہے کہ اگر غیر ضروری فعل کے ساتھ مشروط کیا ہے تو بالاتفاق وارث نہوگی

لوكان لها منه بدلا ترث اتفاقا

(۳۴۴) له ان فعل التطليق لم يوجد في حال تعلق حقها بماله فلا يكون فارًّا كما لو علقه بفعل اجنبي ولهما انها باضطرارها صارت مكرهة فينتقل فعلها الى الزوج فصار كالتعليق بفعل نفسه۔

(۳۴۴) امام محمد رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ طلاق دینے کا فعل اوس ایسے وقت میں نہیں پایا گیا کہ عورت کا حق اوسکے مال میں ثابت ہو گیا ہو اسلیئے وہ فار نہ سمجھا جائیگا جسطرح اجنبی کے فعل کے ساتھ معلق کرے اور ان دونوں کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ فعل ضروری کے ساتھ معلق کیا ہے اور اوسکے کیے بغیر عورت کو چارہ نہیں ہے اسواسطے وہ مکرہ سمجھی جائیگی اور اسکا یہ فعل زوج کی طرف منسوب ہوگا

(۳۴۵) ولو اقر المريض مرض الموت بانقضاء عدتها من طلاقها في الصحة بان قال كنت طلقتك في صحتي وانقضت عدتك فصدقته في ذلك القول فاقر لها بدين او عين او اوصى لها بوصية فمات من مرضه فلها الاقل منهما اي من ما اقر لها او اوصى ومن ميراثها عند ابي حنيفة وحكما بصحتهما اي صحة الاقرار والوصية لها۔

(۳۴۵) اگر مرض الموت کے حالت میں خاوند نے اوس طلاق کی عدت گزر جانیکا اقرار کیا جو حالت صحت میں دیچکا تھا یعنے اوس سے کہا میں نے جو تجھکو اپنی صحت کی حالت میں طلاق دی تھی اوسکی عدت گزر گئی اور عورت نے بھی اسبات کی تصدیق کی اور پھر خاوند نے کسی دین یا عین کا اوسکے لیئے اقرار کیا یا اوسکے لیئے کوئی وصیت کی اور اوسی مرض میں مر گیا تو امام صاحب رحمہ کی نزدیک ورثہ اور ان دونوں یعنے دین اور وصیت میں جو کم ہوگا وہی اوسکو دیا جائیگا اور صاحبین رحمہ کی نزدیک اقرار اور وصیت صحیح ہونگے۔

(۳۴۶) قيدنا بمرض الموت لانه لو لم يكن كذلك يصح اقراره ووصيته لها اتفاقا وقيد بتصديقها لانها لو كذبته لا يصح اقراره لها اتفاقا۔

(۳۴۶) مرض الموت کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر ایسا نہیں ہے تو بالاتفاق عورت کے لیئے طلاق کے بعد اقرار اور وصیت صحیح ہوتی ہے

(۳۴۷) لهما انهما بتصادقهما على الطلاق ومضي العدة ارتفع النكاح بينهما

(۳۴۷) اور عورت کی تصدیق کرنیکی قید اسلیئے لگائی ہے کہ اگر عورت نے تکذیب کی تو بالاتفاق اوسکے لئے اقرار اور وصیت صحیح نہیں ہے۔

بجميع علائقه فصارت اجنبية وله انه متهم فيه لاحتمال ان يجعل اقراره وسيلة الى ايصال النفع لها اكثر من ميراثها لشدة ميله اليها فلا يعتبر قول المتهم فيجب عليها العدة من وقت اقراره وعليه الفتوى۔

صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ جب دونوں نے طلاق اور انقضائے عدت کی باہم تصدیق کر لی تو جمیع علائق نکاح جاتا رہا اور وہ بالکل اجنبیہ ہو گئی۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ اس تصدیق خاوند کے ساتھ بدگمانی ہو سکتی ہے ممکن ہے کہ اوس نے محبت کی وجہ سے عورت کو نفع پہونچانے کی غرض سے یہ اقرار کیا ہو تا کہ حصہ سے زیادہ اوسکو ملجائے لہذا متہم کا قول مقبول نہو گا اور وقت اقرار سے اوسپر عدت واجب ہو گی اور اسی پر فتویٰ ہے۔

(۳۴۸) وفی النهاية ما تاخذه تلك المرأة فبطريق الميراث لا الدين حتى لو توى بعض التركة يتوى عليها كسائر الورثة ولو كان بطريق الدين لما كان عليها لكن ليس لها ان تأخذ من عين التركة اذا لم يعطها الورثة لان فى زعمها ما يأخذه بطريق الدين كذا ذكره الامام التمرتاشى۔

(۳۴۸) نہایہ میں مذکور ہے اس عورت کو جو دیا جائیگا وہ بطور وراثت کے دیا جائیگا نہ بطور دین کے لہذا اگر کچھ مال ہلاک ہو گیا تو جیسے اور وارثوں کا ہلاک ہو گا ایسے ہی اسکا بھی اور اگر بطور دین کے ہوتا تو عورت کے حق میں ہلاک نہ سمجھا جاتا۔ اور اگر وارث اوسکو کچھ نہیں تو وہ عین ترکہ سے اپنا حق نہیں لے سکتی ہے اسواسطے کہ وہ تو اپنی زعم میں بطور دین کے لیتی ہے۔ امام تمرتاشی نے ایسا ہی ذکر کیا ہے

فصل فى الرجعة

فصل رجعت کے بیان میں

(۳۴۹) ويراجع اى الزوج المعتدة من رجعى اى من الطلاق الرجعى وان لم ترض المرأة لاطلاق قوله تعالى وبعولتهن احق بردهن اى ازواجهن اولى برجعتهن وفى الاية اشارة الى شرطية العدة للرجعة اذ بعد انقضائها لا يبقى البعلية

(۳۴۹) جس نے اپنی بیوی کو رجعی طلاق دی ہو اور ہنوز وہ عدت میں ہو تو وہ اوس سے رجوع کر سکتا ہے اگرچہ بیوی ناراض ہو اس لیے کہ اللہ پاک کا فرمان عام ہے اور اوس میں کچھ قید نہیں ہے وبعولتهن احق بردهن یعنے اونکے خاوند اونکے ساتھ رجوع کرنے کے مستحق ہیں۔ آیہ میں رجعت کے لئے عدت شرط ہونیکی طرف بھی اشارہ ہے اسلئے کہ انقضائے عدت کے بعد بعلیت یعنے خاوندی باقی نہیں رہتی اور نکاح منقطع ہو جاتا ہے۔

لانقطاع النکاح۔

٣٥٠، وفی المحیط ولو قال للمبانة ان راجعتك فانت طالق ثم تزوجها بعد انقضاء عدتها انطلق لانها لما لم یکن محلا للرجعة انصرف الیمین الی النکاح مجازا۔

٣٥٠، محیط میں مذکور ہے جس عورت کو بائنہ طلاق دی ہو اوس سے خاوند نے کہا اگر میں تجھ سے رجوع کروں تو تیرے اوپر طلاق ہے اور انقضاء عدت کے بعد اوس سے نکاح کرلیا تو اوسپر طلاق واقع ہو جائیگی اسواسطے کہ محل رجعت تو وہ تھی ہی نہیں پس اس یمین میں رجعت سے مجازاً نکاح مراد ہوگا۔

٣٥١، ولا تحرم به ای بالطلاق الرجعی الوطئ وقال الشافعی یحرم لزوال النکاح وفی قوله تعالی بردهن اشارة الیه لان الرد اعادة الزائل۔

٣٥١، طلاق رجعی سے صحبت حرام نہیں ہوتی مگر امام شافعی رحمہ کے نزدیک صحبت حرام ہو جاتی ہے اسواسطے کہ نکاح زائل ہو گیا اور آیت کے اندر بردهن میں اسکی طرف اشارہ ہے کیونکہ رد زائل چیز کے اعادہ کا نام ہے۔

٣٥٢، ولنا قوله تعالی فامسکوهن سمی الرجعة امساکا وهو استدامة القائم علی ان ملك المتعة لو کان زائلا لتوقف الرجعة علی رضاها وعلی انشاء الملك بعقد جدید ولما وقع الطلقة الثانیة فی العدة ولفظ البعل فی الآیة یدل علی قیام لان البعل هو الزوج حقیقة۔

٣٥٢، ہماری دلیل یہ آیت ہے فامسکوهن یعنی انہیں روکنا ہے تو یہ سے موافق کہ رجعت کا نام امساک رکھا اور وہ ایک موجود چیز کو باقی رکھنے کا نام ہے علاوہ بریں اگر ملک متعہ زائل ہو جاتی تو رجعت عورت کی رضامندی پر موقوف ہوتی اور عقد جدید سے ملک حاصل کرنیکی ضرورت ہوتی اور حالت عدت میں دوسری طلاق نہ واقع ہو سکتی اور آیت کے اندر بعل کا لفظ ہی جو حقیقت میں خاوند کے معنے میں ہے قیام ملکیت پر دلالت کرتا ہے۔

٣٥٣، ویثبت بالقول کراجعتك ورددتك وامسکتك لانه صریح فی معناه۔

٣٥٣، خاوند کے زبان سے کہنے سے رجعت ثابت ہوتی ہے جیسے میں نے تجھ سے رجوع کر لیا یا تجھی روکر لیا یا روک لیا اسواسطے کہ یہ الفاظ صریحاً رجعت پر دلالت کرتے ہیں۔

٣٥٤، وفی المحیط قال لها انت عندی کما کنت او انت امرأتی یصیر مراجعا اذا نوی لانه یحتمل

٣٥٤، محیط میں مذکور ہے اگر عورت سے کہا تو اب بھی میرے نزدیک ایسی ہی ہے جیسے پہلے تھی یا تو میری بیوی ہے تو رجعت ہو جائیگی جبکہ رجعت کی نیت کیے ہو اسواسطے

ان يكون صادقا فی حق الميراث۔

کہ حق ورثہ میں بھی اوسکا یہ قول سچ ہو سکتا ہے۔

۳۵۵، و نثبتها ای الرجعة بالفعل كاللمس بشهوة والنظر الى الفرج بشهوة و فی الكفاية اراد به الفرج الداخل۔

۳۵۵، ہمارے نزدیک فعل سے بھی رجعت ہو جاتی ہے جیسے شہوت سے چھونا یا شہوت سے فرج کی طرف دیکھنا کفایہ میں مذکور ہے فرج سے داخل فرج مراد ہے۔

۳۵۶، و قال الشافعی لا یصح الرجعة الا بالقول عند القدرة عليه و هذا بناء علی ان الرجعة عنده استباحة الوطیٔ فلا یکون بالفعل کاصل النکاح۔

۳۵۶، امام شافعی رح کے نزدیک اگر زبان سے کہنے پر قادر ہو تو بغیر کہے رجعت نہیں ہو سکتی اور اسکے بنا ایسی بات پر ہے کہ امام شافعی رح کے نزدیک رجعت صحبت کے حلال کرنیکا نام ہے پس وہ فعل سے نہوگی جس طرح اصل نکاح فعل سے نہیں ہو سکتا

۳۵۷، ولنا انها استدامة الملك فيثبت بالفعل المختص به۔

۳۵۷، اور ہمارے نزدیک رجعت ملک قائم کے باقی رکھنے کا نام ہے لہذا اوس فعل سے جو ملک کے ساتھ مختص ہے رجعت ثابت ہو جائیگی

۳۵۸، و فی القنية تزوج مطلقة الرجعية فی عدتها و وطيها لا يصير مراجعا لان التزوج لغو و الوطیٔ بناء عليه فيكون كالاجنبية طلقها رجعيا ثم جن و راجعها بالفعل دون القول

۳۵۸، قنیہ میں مذکور ہے اگر مطلقہ رجعی سے حالت عدت میں خاوند نے نکاح کر لیا اور اوس سے صحبت کی تو اوسکو رجعت کا حکم نہوگا اسواسطے کہ نکاح کرنا لغو ہے اور صحبت اوسکے اوپر مبنی ہے پس ایسا ہوا جیسے ایک شخص نے اجنبی عورت کو طلاق رجعی دی اور پھر وہ مجنون ہو گیا اور فعل سے اوسکی ساتھ رجوع کیا نہ قول سے۔

۳۵۹، و فی المحيط الرجعة بالقول اولی بالاتفاق

۳۵۹، محیط میں مذکور ہے رجعت بالقول بہتر ہے کیونکہ

۳۶۰، قيد بالشهوة لان النظر و المس بدونها لا يكون رجعة لانه قد يحل بلا نكاح كما فی الطبيب فلا يختص بالملك۔

۳۶۰، شہوت کی قید اسلئے لگائی ہے کہ بدون شہوت کے چھونا یا دیکھنا رجعت نہوگا اسواسطے کہ یہ تو بلا نکاح کے بھی کبھی حلال ہوتا ہے جیسے طبیب کے لئے پس ملک کے ساتھ مختص نہیں ہے

۳۶۱، قال قاضی خان هذا اذا كان الفعل من الرجل و ان كان من المرأة

۳۶۱، قاضی خان نے بیان کیا ہے یہ جب ہے کہ مرد کی جانب سے فعل پایا جائے اور اگر عورت کی جانب سے ہو کچھ ہو گا

كما اذا نظرت الى فرجه و قبلته بشهوة فعلى الخلاف بين ائمتنا عند ابي يوسف لا يكون رجعة لانها انما يكون من جانب الزوج وعندهما يكون رجعة لان فعل الرجل انما يكون رجعة حملا لفعله على الحل فيستوى فيه الرجل و المرأة ولهذا لو دخلت فرجه في فرجها و هو نائم يكون رجعة۔

شہوت سے بوسہ لیلے یا اسکی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھلے تو اسکی رجعت ہونیمیں ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے امام ابو یوسف رح کے نزدیک رجعت نہیں ہے اسواسطے کہ رجعت خاوند کیطرف سے ہوتی ہے اور امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے نزدیک رجعت ہے اسلئے کہ خاوند کا فعل رجعت اسلیئے ہوتا ہے کہ اسکی فعل کو مباح ہونے پر محمول کرسکتا ہیں اور اسمیں مرد اور عورت برابر ہیں ولہذا اگر مرد سوتا ہو تو عورت اسکا ذکر اپنی فرج میں داخل کرے تو رجعت ہو جائیگی۔

٣٦٢، اعلم ان قبلتها بشهوة انما يكون رجعة اذا صدقها في كونها بشهوة فان كذبها لا يكون رجعة ولا يمكن اثبات الشهوة ببينة لانها غيب۔

٣٦٢، جاننا چاہیئے کہ عورت کا شہوت سے بوسہ لینا رجعت جب ہوگا کہ خاوند اوسکے شہوت سے ہونیکی تصدیق کرے اور اگر خاوند نے تکذیب کی تو رجعت نہوگی۔ اور شہوت ایسی چیز نہیں جس پر بینہ قائم ہو سکے اسواسطے کہ وہ غیر محسوس چیز ہے۔

٣٦٣، وفي التبيين ان تزوجها في العدة لا يكون الرجعة عند ابي حنيفة لان انشاء النكاح في المنكوحة باطل فلا يثبت ما في ضمنه وعند محمد يكون رجعة لان العمل بحقيقة النكاح متعذر فجعل مجازا عن الرجعة وبه يفتى۔

٣٦٣، تبیین میں مذکور ہے اگر حالت عدت میں اوس سے نکاح کیا تو امام صاحب رح کی نزدیک رجعت نہو گی اسواسطے کہ نکاح کے موجود ہوتے نکاح کرنا باطل ہے پس جو چیز اوسکے ضمن میں ہے وہ بھی باطل ہو گی امام محمد کے نزدیک یہ رجعت ہے اسواسطے کہ نکاح کی حقیقی معنے پر یہاں عمل کرنا محال ہے لہذا مجازاً اوس سے رجعت کے معنی لیے جائینگے اور اسی قول پر فتوی ہے۔

٣٦٤، قال القدوري الوطئ في الدبر ليس برجعة والفتوى على انه رجعة

٣٦٤، قدوری نے بیان کیا ہے دبر میں جماع کرنیسے رجعت نہیں ہوتی اور فتوے یہی ہی کہ رجعت ہو جاتی ہے۔

٣٦٥، ويستحب الاشهاد بشاهدين

٣٦٥، رجعت کے اوپر دو شخصوں کو گواہ کر دینا مستحب ہے۔

على الرجعة تحرزا عن التجاحد ولا نوجبه وقال الشافعي في القديم الاشهاد شرط وهو قول مالك وهذا اعجب من مالك حيث لم يشترط في النكاح الاشهاد وجعله شرطا على الرجعة۔

تاکہ انکار کا موقع نہو سکے ہمارے نزدیک گواہ کرنا واجب نہیں ہے اور امام شافعی رح کا پہلا قول یہ ہے کہ گواہ کرنا رجعت کی شرط ہے اور یہی امام مالک رح کا قول ہے مگر امام مالک رح کی یہ عجیب بات ہے کہ نکاح میں تو وہ گواہ شرط نہیں کرتے اور رجعت میں شرط کرتے ہیں۔

* * * * *

(۳۶۶) له ان الله تعالى قال عقيب ذكر الرجعة واشهدوا ذوي عدل منكم والامر للوجوب ولنا اطلاق النصوص الدالة على الرجعة ولانه تصرف بالرجعة في خالص حقه فلا يتوقف على علم الغير والامر في الاية للاستحباب لانه مذكور بعد ذكر المفارقة ايضا وهو قوله تعالى او فارقوهن بمعروف والاشهاد ليس بشرط في المفارقة فكذا في الرجعة۔

(۳۶۶) امام شافعی رح کی دلیل شہادت کی شرط کرنے پر یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ رجعت کے ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے واشهدوا ذوي عدل منكم یعنے اور گواہ کرو دو صاحب عدل کو اپنے لوگوں میں سے۔ اور امر وجوب کیلئے آتا ہے اور ہماری دلیل جو نصوص رجعت پر دلالت کرتے ہیں انکا مطلق ہونا ہے اور اسواسطے کہ اوس نے رجعت سے اپنی خالص حق میں تصرف کیا ہے اور دوسرے کے علم کی اوس میں کچھ حاجت نہیں ہے اور یہ امر کا صیغہ آیت کے اندر استحباب کے لئے ہے اسواسطے کہ اسکے پہلے چھوڑنے کے اوپر بھی گواہ کرنے کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ چھوڑنے میں بالاتفاق گواہ کرنا شرط نہیں ہے ایسا رجعت میں بھی۔

(۳۶۷) ومنعناه من السفر بها اي بمطلقته الرجعية حتى يشهد على رجعتها وقال زفر له ذلك لقيام النكاح بينهما ولهذا احل وطئها۔

(۳۶۷) ہمارے نزدیک مطلقہ رجعیہ کے ساتھ سفر کرنا درست نہیں ہے جب تک رجعت پر گواہ نہ کر دے امام زفر کی نزدیک سفر کے لئے بھی گواہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسواسطے کہ نکاح اونمیں قائم ہے واسطے صحبت حلال ہے۔

(۳۶۸) ولنا قوله تعالى لا تخرجوهن من بيوتهن والاية نزلت في الطلاق الرجعي بدلالة السياق وهو قوله تعالى يا ايها النبي

(۳۶۸) ہماری دلیل آیہ لا تخرجوهن الاية ہے یعنے انکو انکے گھروں سے مت نکالو اور یہ آیت طلاق رجعی کے باب میں نازل ہوئی ہے بدلالت سیاق یعنے یا ایہا النبی

إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ۔

اذا طلقتم النساء کے —

(٣٦٩) قيد بالرجعة لان السفر بالمبانة ممنوع اتفاقا۔

(٣٦٩) رجعت کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ جس کو طلاق بائن دی ہے اوس کے ساتھ بالاتفاق سفر ممنوع ہے۔

(٣٧٠) ولو ادعى الرجعة فى العدة اى قال كنت راجعتك بعد انقضائها اى انقضاء العدة فان صدقته فى دعواه فهى امرأته والا اى ان كذبته فالقول قولها بغير يمين عند ابى حنيفة وقالا مع اليمين والخلاف فى هذه الجملة الاسمية راجع الى القيد الاخير وهذا احد الاشياء الستة التى لا استحلاف فيها عنده خلافا لهما سيأتى بيانها فى الدعوى

(٣٧٠) اگر خاوند نے بعد انقضائے عدت کی دعوے کیا مین نے عدت مین تجھسے رجوع کرلیا تھا پس اگر عورت نے اوسکے اس دعوے کی تصدیق کی تب تو وہ اوسکی بیوی ہے ورنہ عورت کا انکار معتبر ہوگا اور امام صاحب رح کی نزدیک اوس سے قسم بھی نہ لیجائیگی مگر صاحبین رح کی نزدیک قسم کے ساتھ عورت کا قول مقبول ہوگا۔ اور اس کلام کے اندر اختلاف صرف قید اخیر یعنے قسم لینے کے اندر ہے اور یہ صورت منجملہ اون چھ صورتون کے ہے جہان امام صاحب رح کی نزدیک حلف نہین لیا جاتا اور صاحبین رح کی نزدیک لیا جاتا ہے جنکا بیان کتاب الدعوی مین آئیگا۔

(٣٧١) ولو قال راجعتك فاجابته اى قالت مجيبة له انقضت عدتى اوقال زوج الامة كنت راجعتك فيها اى فى عدتك فصدقه مولاها وكذبته فالقول قولها عند ابى حنيفة اى لم يصح الرجعة فيهما اى فى المسئلتين يستحلف المرأة هنا اتفاقا لان فائدة اليمين النكول وهو بذل عنده وبذل الامتناع من الزوج والاحتباس فى منزل الزوج جائز بخلاف الرجعة وغيرها من الاشياء الستة فان

(٣٧١) اگر خاوند نے اوس سے کہا مین نے تجھسے رجوع کرلیا اور اوس نے اوسکے جواب مین کہا میری تو عدت بھی گزرچکی۔ یا چھوکری سے اوسکی خاوند نے کہا ہیں نے عدت مین تجھسے رجوع کرلیا تھا اور اوسکے مالک نے بھی اس کی تصدیق کی مگر چھوکری نے انکار کیا تو دونون صورتون مین امام صاحب رح کی نزدیک عورت کا قول معتبر ہوگا اور رجعت صحیح نہوگی۔ اور یہان عورت سے بالاتفاق حلف طلب کیا جائیگا اسواسطے کہ قسم اسلیئے طلب کیجاتی ہے کہ اگر اوس سے انکار کردے تو نکول کا حکم ثابت کرکے مدعی کا دعوی ثابت ہوجائے اور قسم سے انکار کرنا امام صاحب کے نزدیک اقرار نہیں شمار کیا جاتا بلکہ بذل ہے یعنے اپنی مال کا چھوڑ دینا ہے اور نکاح سے چند روز باز رہنا اور خاوند کے گھر میں بیٹھا رہنا ایسے چیزیں ہیں

بذ لها لا يجوز ثم اذا اكملت تثبت الرجعة بناء على ثبوت العدة لنكولها كذا في التبيين-

(۳۷۲) وقالا صحت رجعته وفي الحقائق محل النزاع ما لو اجابته متصلا بكلامه لانها لو سكتت ساعة ثم اجابته يصح الرجعة اتفاقا

(۳۷۳) قيد بالرجعة لانه لو قال طلقتك وقالت انقضت عدتي يقع اتفاقا وهو الاصح قيد بتصديق المولى وتكذيبها لانه لو كذبه المولى وصدقته فالقول للمولى اتفاقا لانه بتكذيبه صارت منقضية العدة في الحال وظهر ملك المتعة له فلم يقبل قولها في ابطاله بخلاف مسئلة المتن لان المولى بالتصديق في الرجعة قد اقر بقيام العدة عند الرجعة فلم يظهر ملكه مع العدة-

(۳۷۴) لهما في المسئلة الاولى ان عدتها باقية الى ان تخبر بانقضائها ورجعته سبقت اخبارها فيصح ولا يقبل اخبارها لانها متهمة ولهذا لو قال طلقتك فقالت مجيبة له انقضت عدتي يقع الطلاق وله

مین وہ بدل کر سکتی ہی اور ترک منازعت کے غرض سے اُسکو اختیار کر سکتی ہی بخلاف رجعت اور باقی پانچ چیزوں کے جنمین بذل نہین ہو سکتا ہی مگر صورت مذکورہ مین یہ بات ضرور ہی کہ اگر عورت نے حلف سے

(۳۷۲) صاحبین رحہ کی نزدیک دونون صورت مذکورہ مین رجعت ثابت ہو جائیگی اور عورت کے انکار کا کچہ اعتبار نہوگا حقائق مین مذکور ہے محل نزاع وہ صورت ہی کہ عورت خاوند کے کلام کے ساتھہی اسکو جواب دی اور اگر کچہ دیر سکوت کیا اور اوسکی بعد جواب دیا تو بالاتفاق رجعت صحیح ہو جائیگی

(۳۷۳) رجعت کی قید اسواسطے لگائی ہی کہ اگر خاوند نے یہ کہا کہ مین نے تجھے طلاق دیدی اور اوس نے جواب مین کہا میری تو عدت بہی گذر گئی تو طلاق بالاتفاق واقع ہو جائیگی اصح قول یہی ہی مولی کے تصدیق اور جہوکری کے تکذیب کے قید صورت لگائی ہی کہ اگر مولی نے تکذیب کے اور جہوکری نے تصدیق کے تو بالاتفاق مولی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مولی کے تکذیب کر نیسے جہوکری کے عدت اوسیوقت منقضی سمجہی جائیگی اور مولی کو ملک متعہ ثابت ہو جائیگی لہذا جہوکری کا قول مولی کے ملک متعہ باطل کرنے مین مقبول نہوگا بخلاف اصل مسئلہ کی کہ مولی نے سبب رجعت کی تصدیق کی تو گویا رجعت کے وقت عدت کی قایم ہونیکا اقرار کر لیا اور باوجود عدت کی مولی کی لئے ملکیت متعہ نہ ظاہر ہو گی-

(۳۷۴) صاحبین رحہ کی پہلی مسئلہ مین یہ دلیل ہی کہ جبتک وہ انقضاء عدت کے خبر دی اوسوقت تک اوسکی عدت باقی تہے اور رجعت اوسکی خبر دینے سے پہلی پائی گئی پس رجعت صحیح ہو گی اور اوسکا انقضاء عدت کا خبر دینا معتبر نہوگا اسواسطے کہ اس خبر دینے مین وہ متہم بالکذب ہے ولہذا اگر خاوند نے کہا مین نے تجھے طلاق دیدی اور اوسکی جواب مین عورت نے کہا میری عدت

ان قوله راجعتك انشاء وقولها انقضت عدتي اخبار فيقتضي سبق المخبر عنه فيقبل قولها لانها امينة في اخبار رحمها ومسئلة الطلاق على الخلاف ولئن سلم انها وفاقية فالطلاق يقع باقراره بعد انقضاء العدة والمراجعة لا يثبت به كذا في الكافي ولهما في الثانية ان المولى مالك منفعة بضع امته فيقبل اقراره فيها كما لو اقر بنكاحها وله ما مر من الدليل في المسئلة الاولى۔

گذر گئی تو طلاق واقع ہو جائیگی۔ اور امام صاحب رحہ کی دلیل یہ ہے کہ خاوند کا یہ قول کہ میں نے تجھسے رجوع کیا انشاء ہے اور عورت کا یہ قول کہ میری عدت گذر گئی خبر ہے اور مخبر عنہ کو چاہتا ہے لہذا اوسکا قول معتبر ہوگا کیونکہ اپنی رحم کی خبر دینے میں عند الشرع وہ امانتدار سمجھی گئی ہے اور مسئلہ طلاق پر جو صاحبین رحہ نے قیاس کیا ہے وہ خود خلافی مسئلہ ہے اور اگر اتفاقی بھی سمجھا جائے تو طلاق خاوند کے اقرار کرنے سے بعد انقضاء عدت کی بعد واقع ہو جائیگی اور مراجعت ایسی چیز نہیں ہے کذا فی الکافی اور دوسرے مسئلہ میں صاحبین رحہ کی دلیل یہ ہے کہ مولی کو اپنی چھوکری پر منفعت بضع کی مالکیت حاصل ہوتی ہے لہذا اس بارہ میں اوسکا قول معتبر ہو جائیگا جس طرح مولی اوسکی نکاح کا اقرار کرلے اور امام صاحب رحہ کی دلیل اس میں بھی وہی ہے جو پہلے مسئلہ میں ہے جب معتدہ طلاق کا تیسرا حیض دس دن کے منقطع ہو جائے تو ہمارے نزدیک اوس سے رجعت نہیں ہو سکتی اگرچہ غسل نہ

(۳۷۵) واذا انقطع الدم في الثالثة اي دم المعتدة في الحيضة الثالثة لعشرة ايام قطعنا الرجعة بدون غسل وقال زفر لا ينقطع ما لم يغتسل هذا الخلاف في المسلمة لانها لو كانت كتابية ينقطع الرجعة بلا غسل اتفاقا لانها غير مخاطبة بالشرائع۔

(۳۷۵) امام زفر رحہ فرماتے ہیں تاوقتیکہ غسل نہ کرلے رجعت ہو سکتی ہے یہ اختلاف مسلمان عورت میں ہے اسواسطے کہ اگر کتابیہ ہے تو بالاتفاق بلا غسل کرنے کے رجعت کا زمانہ منقطع ہو جائیگا اسواسطے کہ وہ شرائع کے ساتھ مخاطب نہیں ہے۔ اور منجملہ اونکے غسل بھی ہے۔

(۳۷۶) له الطلاق قوله عم الزوج احق برجعتها ما لم تغتسل ولنا ان الحيض لا يكون اكثر من عشرة فاذا تمت خرجت عن الحيض يقينا وانقضت عدتها ضرورة۔

(۳۷۶) امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خاوند عورت سے رجوع کرنیکا مستحق ہے جب تک وہ نہ غسل کرے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ دس روز سے زیادہ حیض نہیں ہوتا جب دس روز تمام ہو گئے تو یقیناً حیض سے خارج ہو گئی اور لامحالہ اوسکی عدت گذر گئی۔

(٣٧٧) وان انقطع لاقل اى فيما دون عشرة لم ينقطع الرجعة الا بالغسل لان الايام ايام الحيض والدم ممكن العود فلا بد من ان يتقوى باغتسالها۔

(٣٧٧) اگر تیسرا حیض دس روز سے کم میں منقطع ہوا ہی تو تا وقتیکہ غسل نہ کرے رجعت ہو سکتی ہے مگر جب غسل کر لیگی رجعت نہ ہو سکے گی اسواسطے کہ دس دن تک حیض کے ہی دن ہیں اور ہو سکتا ہی کہ پھر حیض آنے لگے لہذا یہ بات ضروری ہی کہ غسل کرکے اسکو قوت دیجائے کیونکہ غسل کرنیسے ایک قسم کا یقین انقطاع حیض کا

(٣٧٨) او يمضى وقت صلوة وفى الحقائق اذا انقطع لاقل منها كما ينقطع بالاغتسال ينقطع بمضى اقرب اوقات الصلوة اليها بحيث يجب الصلوة فى ذمتها بان تجد بعد الانقطاع من الوقت ما يسع الاغتسال والتحريمة وعند زفر لا ينقطع الا بالاغتسال

(٣٧٨) انقطاع رجعت کیلئے یا تو غسل شرط ہی یا یہ ہونا چاہیے کہ ایک نماز کا وقت انقطاع حیض کے بعد گذر جائے اگرچہ غسل نہ کرے اور حقائق میں مذکور ہی اگر دس روز سے کم میں انقطاع حیض ہو جائے تو جسطرح غسل کرنیسے رجعت کی زمانہ کا انقطاع ہو جاتا ہی اسیطرح ایک نماز کا وقت گذرنیسے بھی جو اسکی ساتھ ملا ہوا ہے رجعت کا زمانہ منقضی ہو جاتا ہے اسطرح کہ اسکی ذمہ پر وہ نماز واجب ہو جائے باین طور کہ انقطاع حیض کے بعد اسقدر وقت

(٣٧٩) اقول على هذا كان ينبغى ان يقول المصنف وان ينقطع لاقل منها ما قطعناها ليدل على خلاف زفر وانت تدرى انه قال لم ينقطع وهى صيغة الوفاق لانها مخاطب بادائها فيكون فى حكم الطاهرات۔

(٣٧٩) میں کہتا ہوں اسقدر پر مصنف کو یہ کہنا مناسب تھا کہ اگر دس روز سے کم میں حیض منقطع ہو جائے تو ہمارے نزدیک رجعت تمام نہیں ہوتی تاکہ امام زفر رح کا اختلاف معلوم ہو جاتا اور تم دیکھتے ہو کہ یہاں مصنف نے یہ کہا ہی کہ اسکی رجعت منقطع نہو گی اسواسطے یہاں رجعت منقطع ہو جاتی ہی کہ اسوقت میں ادائے نماز کے ساتھ وہ مخاطب ہو جاتی ہی اور طاہرات کا حکم اسکو ثابت ہو جاتا ہے۔

(٣٨٠) او بالتيمم مع الصلوة يعنى اذا لم يجد الماء فتيممت وصلت مكتوبة او نافلة انقطع الرجعة وقيل ينقطع بالشروع فيها لانها فى حكم الطاهرات والصحيح انها انما ينقطع بعد الفراغ ليتقرر الحكم بجواز الصلوة الا يرى انها لو رأت

(٣٨٠) اگر غسل کرنیکے لئے پانی نہ ملا اور تیمم کرکے نماز فرض یا نفل پڑھ لی تو رجعت منقطع ہو جائیگی۔ مگر بعض کے نزدیک نماز کے شروع کرتے ہی رجعت کا انقطاع ہو جائیگا اسواسطے کہ وہ طاہرات کے حکم میں ہے اور صحیح یہ بات ہے کہ نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد رجعت منقطع ہو گی تاکہ جواز نماز کا حکم ثابت ہو سکے دیکھو اگر وہ نماز میں پانی کو دیکھلے تو نماز باطل ہو جائیگی اور اگر نماز کے بعد دیکھا

الماء في الصلوة يبطل تيممها وان رأت بعد الفراغ لا يبطل۔

تو باطل نہ ہوگی۔

(۳۸۱) وقطعها اي محمد الرجعة بالتيمم وحده وقالا لا تنقطع به

(۳۸۱) امام محمد رح کے نزدیک صرف تیمم کے کرنے سے رجعت کا انقطاع ہوجائیگا امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک رجعت

(۳۸۲) له ان التيمم نزل منزلة الاغتسال في التطهير ولهذا احل الصلوة به ولهما انه تلويث حقيقة وانما جعل طهارة مطلقة في حق الصلوة لضرورة ان لا يتضاعف الواجبات على المكلف اذا امتد فقد الماء وجعل ايضا طهارة فيما يتعلق بها من مس المصحف وقرأته والرجعة ليست من توابعها فلا يجعل طهارة في حقها۔

(۳۸۲) امام محمد رح کی دلیل یہ ہے کہ تیمم پاکی میں قائم مقام غسل کے ہے اسیواسطے نماز اوس سے جائز ہے۔ اور اون دونوں کی دلیل یہ ہے کہ فی الحقیقت تو تیمم پاکی نہیں ہے بلکہ بدن کو خاک سے آلودہ کرنا ہے مگر نماز کے حق میں اوسکو طہارت مطلقہ گردان لیا ہے خواہ وضو کی حاجت ہو یا غسل کی اس ضرورت سے کہ اگر بالفرض ایک زیادہ مدت تک پانی نہ میسر ہوا تو بہت سے واجبات مکلف کے ذمہ پر جمع نہ ہوجائیں اور جب نماز میں طہارت گردانی گئی کی وجہ سے جو اوسکی متعلقات ہیں جیسے قرآن کو چھونا یا قرآن پڑھنا اونمیں بھی اوسکو طہارت کا حکم ہے اور رجعت کوئی نماز کی توابع میں سے نہیں ہے لہذا رجعت کے باب میں اوسکو طہارت نہ سمجھا جائیگا

(۳۸۳) وفي الحقائق وضع المسئلة في الرجعة اذ ليس لها التزوج بآخر اتفاقا موضع الخلاف مجرد التيمم حتى لو صلت معه ينقطع حق الرجعة اتفاقا لانه لما حكم بطهارتها في حق صحة الصلوة حكم بطهارتها في حق الرجعة۔

(۳۸۳) حقائق میں مذکور ہے مسئلہ کے اندر رجعت کی صورت اسواسطے لی ہے کہ نکاح اوسکو اس حالت میں بالاتفاق درست نہیں ہے محل نزاع یہی ہے کہ صرف تیمم کر لینے سے کہ اگر اوسکے ساتھ نماز بھی پڑھ لے تو بالاتفاق حق رجعت منقطع ہوجائیگا اسواسطے کہ جب نماز کے حق میں اوسکو طہارت کا حکم دیا گیا تو حق رجعت میں بھی طہارت کا حکم دیا جائیگا

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۳۸۴) فان قيل قال محمد فيما سبق اقتداء المتوضئ بالمتيمم غير جائز متمسكا بان التيمم طهارة ضرورية فلم جعله في حق الرجعة طهارة

(۳۸۴) اگر کہو امام محمد رح نے سابق میں بیان کیا ہے اگر شخص وضو والا تیمم والے کا مقتدی ہو تو نماز جائز نہیں ہے اور اوسکی دلیل یہ بیان کی ہے کہ تیمم طہارت ضروریہ ہے پھر حق رجعت میں اوسکو طہارت مطلقہ کس لیے گردانا ہے تو اوسکا جواب

مطلقة قلنا جريا على سنن الاحتياط لان الاحوط في الرجعة ان يحكم بانقطاعها بجعل التيمم كالاغتسال تحرزا عن وقوع الزنا وفي الاقتداء ان لا يجعل كالوضوء ليؤدي العبادة على الوجه الاكمل۔

یہ ہے کہ احتیاط کا طریقہ اسی بات کو مقتضی ہے کہ تیمم کو غسل کے مانند سمجھکر انقطاع رجعت کا حکم دیا جاوے تاکہ زنا مین نہ واقع ہوسکے اور اقتدار کے اندر احتیاط اسی بات کی مقتضی ہے کہ اوسکو وضو کے مثل نہ سمجھا جاوے تاکہ کامل طور پر عبادت ادا کیجائے۔

✽ ✽ ✽ ✽ ✽ ✽

(۳۸۵) ولو نسيت المعتدة في اغتسالها عن الحيضة الثالثة فيما دون العشرة عضوا فصاعدا لم ينقطع الرجعة لان العضو الكامل لا يغفل عنه في الاغتسال عادة ولا يتسارع اليه الجفاف فكان عدم وصول الماء اليه متيقنا واما اذا نسيت ما دون العضو فينقطع الرجعة فكان القياس ان لا ينقطع فيه ايضا لان بقاء البعض كبقاء الكل لكن قلنا ما دون العضو يحتمل ان يسارع اليه الجفاف لقلته فحكمنا بانقطاع الرجعة استحسانا اخذا بالاحتياط ولهذا قلنا لا يحل لها التزوج حتى تغتسل ذلك الموضع

(۳۸۵) اگر تیسرا حیض دس روز سے کم مین منقطع ہوجانیکے بعد اوس نے غسل کیا اور کوئی ایک عضو یا اوس سے زیادہ سہو سے دہونا رہگیا تو رجعت نہ منقطع ہوگی اسواسطے کہ غسل کے اندر کوئی ایک عضو کا دہونا نہیں بہولا کرتا اور نہ اسقدر جلد وہ خشک ہوسکتا ہے جو یہ سمجھا جاوے کہ دہونے کے بعد خشک ہوگیا ہے پس یقینا یہ سمجھا جائیگا کہ اوس عضو تک پانی کا گذر نہیں ہوا اور اگر ایک عضو سے کم بہول سے رہگیا تو رجعت منقطع ہوجائیگی اور قیاس تو یہی چاہتا ہے کہ یہان بھی رجعت نہ منقطع ہو اسواسطے کہ ایک جزو کا باقی رہجانا ایسا ہے جیسا کہ پورا ایک عضو باقی رہگیا مگر ہمنے یہ سمجھا کہ تھوڑے سے جگہ مین یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ جلد خشک ہوگئی ہو اسلئے استحسانا ہم نے احتیاط کا لحاظ کرکے انقطاع رجعت کا حکم دیدیا ولہذا ہم نے اوسکے ساتھ یہ بھی حکم دیا ہے کہ جبتک اوس جگہکو بھی نہ دہولے نکاح نہیں کرسکتی۔

(۳۸۶) ولا يقطعها اي ابو يوسف الرجعة بترك المضمضة والاستنشاق اي بترك معتدة انقطع دمها من الحيضة الثالثة لاقل من عشرة ايام لان تركهما كترك عضو كامل

(۳۸۶) اگر غسل کے اندر مضمضہ یا ناک مین پانی ڈالنا رہگیا اور صورت وہی ہے کہ تیسرا حیض دس روز سے کم مین منقطع ہوا ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک رجعت منقطع نہوگی اسواسطے کہ اسکا چھوڑنا ایسا ہی ہے جسطرح پورے کسی عضو کا چھوڑنا۔

(۳۸۷) وخالفه محمد وقال ینقطع احتیاطا لان غسلهما فی الغسل سنة عند بعض ولا یتزوج بزوج اخری فی ترکهما احتیاطا۔

(۳۸۷) امام محمد رحمہ صورت مذکورہ میں اختلاف کرتے ہیں اور اونکے نزدیک احتیاط کا لحاظ کرکے رجعت منقطع ہو جائیگی اسواسطے کہ بعض کے نزدیک مضمضہ اور ناک میں پانی پہنچانا غسل میں سنت ہے مگر احتیاطًا اونکے ترک کرنیسے نکاح نہ کرسکیگی۔

(۳۸۸) ولو علق الطلاق بجماعها ای لو قال ان جامعتك فانت طالق فجامعها فلبث فیه ساعة ثم اتم جماعه یجعل مراجعا ای قال ابو یوسف وقع بایلاجه طلاق لان الجماع حصل به ولهذا یجب به الغسل ویحل به المبانة ثلثا للزوج الاول وباللبث فیه صار مراجعا لان البقاء علیه کالابتداء

(۳۸۸) اگر اوسکے ساتھ جماع کو طلاق کی شرط گردانا اور کہا میں تجھسے اگر صحبت کروں تو تیرے اوپر طلاق ہے اور اوس سے جماع کیا اور جماع کرنے میں کچھ دیر لگائی اور جماع پورا کرلیا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک وہ شخص مراجع ہوجائیگا یعنے رجعت ثابت ہوجائیگی اسواسطے کہ دخول کرتے ہی اوسپر طلاق واقع ہوگئی کیونکہ جماع کے معنی حاصل ہوگئے اسیلئے صرف دخول سے غسل واجب ہوجاتا ہے اور جسکو تین طلاقین دیگئی ہیں دوسرے خاوند کے صرف دخول کرنیسے پہلے پر حلال ہوجاتی ہے اور جماع کے اندر کچھ دیر کرنیسے وہ مراجع ہوگیا کیونکہ اوسپر باقی رہنا ایسا ہی ہے جیسا علیحدہ جماع کرنا۔

(۳۸۹) واوقفها ای محمد الرجعة علی المعاودة ای علی الادخال بعد الاخراج لان الادخال وجد مرة وهو فعل واحد ولهذا لو کان بالشبهة لایجب باللبث فیه عقر اخر ولا حد اخر۔

(۳۸۹) امام محمد رحمہ کے نزدیک رجعت جب ہوگی کہ جب اخراج کے بعد پھر ادخال کرے اسواسطے کہ ایک ہی مرتبہ ادخال پایا گیا ہے اور وہ جماع ایک ہی فعل سمجھا جائیگا و لہذا اگر شبہہ حلت سے جماع ہووے تو اوسمیں دیر کرنیسے نہ دوسرا عقر یعنے مہر آتا ہے اور نہ دوسری حد لازم آتی ہے۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

(۳۹۰) ولو کان ثلثا ای لو کان المعلق بالجماع ثلث طلقات فلبث فیه یلزمه ای ابو یوسف الزوج العقر به ای باللبث لان الحرمة یثبت بالادخال وباللبث فیه صار واطئا للمبانة فیجب

(۳۹۰) اگر تین طلاق کو جماع کے ساتھ معلق کیا ہے اور جماع میں کچھ دیر لگائی تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اوس دیر کرنے سے عقر لازم ہوجائیگا کیونکہ حرمت تو صرف داخل کرنے سے ثابت ہوگئی اور پھر اوسمیں دیر کرنے سے گویا اوس نے اجنبی عورت سے جماع کیا لہذا عقر یعنی مہر مثل واجب ہوگا مگر چونکہ یہاں اتحاد فعل کا شبہ ہے

عليه مهر المثل لكن الحد سقط عنه بشبهة اتحاد الفعل۔

اسلیئے حد ساقط ہوجائیگی۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۳۹۱) وخالفه اى قال محمد لا عقر عليه لان المجموع فعل واحد فلم يكن اللبث فيه وطئا بعد الحرمة۔

(۳۹۱) امام محمد رحہ کا قول اسکے خلاف ہے اور انکے نزدیک مہر مثل واجب نہیں ہوتا کیونکہ جماع من اول الی آخرہ ایک فعل ہے اور اوس مین دیر کرنیکو حرمت کے بعد صحبت کرنے کا حکم نہیں ہے۔

(۳۹۲) وتتزين المطلقة الرجعية لانها حلال لبعلها والتزين داع الى الرجعة المستحبة۔

(۳۹۲) مطلقہ رجعیہ کو مناسب ہے کہ سنگھار کیا کرے اسلیئے کہ وہ اپنے خاوند پر حلال ہے اور سنگھار کرنا رجعت پر معین ہے جو ایک مستحب چیز ہے۔

(۳۹۳) ويستحب اى للزوج اذا لم يقصد الرجعة ان لا يدخل عليها الا باعلام لانه يساكنها وربما يقع نظره الى داخل فرجها بشهوة فيصير مراجعا فيطلقها ثانيا فيطول العدة عليها۔

(۳۹۳) اگر خاوند کو رجعت مقصود نہین ہے تو بیخبری کی حالت مین اوسکے پاس نہ جایا کرے کیونکہ دونون ایک ہی گھر مین رہتے ہین اکثر ہوسکتا ہے کہ اوسکی شرمگاہ کے اندر خاوند کی نگاہ جا پڑے اور رجعت ثابت ہوجاوے اور پھر دوسرے طلاق دے تو اوسکی عدت بڑھ جائے۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۳۹۴) واذا ابينت اى جعل طلاقها بائنا بما دون الثلث تزوجها اى زوجها فى العدة وبعدها لبقاء الحل فان زواله انما يكون بالطلقة الثالثة واما غيره زوجها فلم يحل له ان يتزوجها فى العدة لاشتباه للنسب۔

(۳۹۴) اگر تین سے کم عورت کو طلاق بائن دی ہین تو اوسکا خاوند بعد انقضائے عدت اور نیز حالت عدت مین اوس سے نکاح کرسکتا ہے کیونکہ نکاح کا حلال ہونا ہنوز باقی ہے البتہ تیسرے طلاق کے بعد حلیت نکاح جاتی رہتی ہے مگر حالت عدت مین خاوند ہی اوس سے نکاح کرسکتا ہے اور دوسرا شخص نکاح نہین کرسکتا جبتک کہ عدت نہ گذر جائے اسواسطے کہ اسمین نسب مشتبہ ہوجائیگا۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۳۹۵) او ثلث اى اذا ابينت بثلث طلقات فى الحرة وثنتين فى الامة لم يحل له اى للزوج الاول وطئها بنكاح حتى تنكح زوجا غيره

(۳۹۵) اگر حرہ کو تین طلاقین دی ہین یا چھوکری کو دو طلاقین دی ہین تو نکاح سے بھی اوس سے صحبت کرنا حلال نہین ہوتا مگر جبکہ دوسرے خاوند سے وہ نکاح صحیح کرے اور وہ دخول کرے بعد ازان اوسکو طلاق بائن دیدے یا وہ مر جائے

نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم تبين منه اي من الزوج الثاني او يموت عنها۔

اور اسکے بعد پہلا خاوند اوس سے نکاح کرے۔

(۳۹۶) اقول الضمير في ابينت راجع الى الحرة لا الى المنكوحة لان الحكم الذي ذكره انما يصح في الحرة دون الامة ولفظ المنكوحة متناول للامة وقوله او بثلث معطوف على ما دون تقديره او ابينت الحرة بثلث في الحرة وهذا فاسد ولو قال المصنف او حرة بثلث او امة بثنتين لكان اولى وايسر لان في اثبات معنى الظرفية الحرة والامة تكلفا۔

(۳۹۶) میں کہتا ہوں (ابینت) میں کے ضمیر حرہ کی طرف راجع ہے نہ منکوحہ کیطرف اسواسطے کہ وہ جو حکم بیان کیا ہے وہ حرہ کے ہی ساتھ مخصوص ہے لونڈی میں وہ حکم ثابت نہیں ہے اور منکوحہ کا لفظ لونڈی کو شامل ہے اور مصنف کا یہ قول (او بثلث) معطوف ہے (ما دون) پر جس کی تقدیر یہ ہوئی او ابینت الحرۃ بثلث فی الحرۃ اور یہ عبارت فاسد المعنی ہے پس اگر مصنف اسطرح بیان کرتا او حرۃ بثلث او امۃ بثنتین تو بہتر اور زیادہ تر آسان ہوتا اسواسطے کہ حرہ اور امۃ کے لیے ظرفیت کے معنی ثابت کرنے میں جیسے اوپر لفظ فی دلالت کرتا ہے ایک طرح کا تکلف ہے

(۳۹۷) قيد بالنكاح الصحيح لان الوطي حرام في الفاسد لا يثبت به الحل للاول۔

(۳۹۷) نکاح صحیح کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ نکاح فاسد میں صحبت حلال نہیں ہوتی اور اس سے پہلے خاوند کیلیے حلال نہ ہوگی۔

(۳۹۸) وفي الاجناس لو اخبرت بان الثاني دخل بها وكذبها الاول فيه يحل له وان انكرت دخول الثاني واقر به الاول يحل۔

(۳۹۸) اجناس میں مذکور ہے اگر عورت نے بیان کیا کہ زوج ثانی نے مجھ سے دخول کر لیا ہے اور شوہر اول نے اوسکی تکذیب کی تو شوہر اول کے لیے حلال ہو جائیگی اور اگر عورت نے زوج ثانی کے دخول کا انکار کیا اور شوہر اول نے اوسکا اقرار کیا تو حلال نہ ہوگی

(۳۹۹) اعلم ان دخول الثاني شرط للتحليل عند الجمهور ثبتت باشارة الكتاب وبالحديث المشهور اما الكتاب فقوله تعالى فان طلقها

(۳۹۹) جاننا چاہیے کہ زوج ثانی کا دخول کرنا جمہور فقہا کے نزدیک شرط تحلیل ہے کیونکہ باشارۃ النص قرآن سے ثابت ہے اور حدیث مشہور سے ثابت ہے دلیل ہے قرآن کی آیت تو یہ ہے فان طلقها الآیۃ یعنے پس اگر خاوند اوسکو طلاق دے تو اوسکے بعد

فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا
غيره المراد به المطلقة الثالثة
بالاجماع والنكاح المذكور فيه محمول
على الوطي لانه حقيقة فيه حملا
للكلام على الافادة دون الاعادة
لانه لو حمل على العقد وهو مستفاد
من اطلاق اسم الزوج على الثاني
يكون اعادة والاصل في الاطلاق
هو الافادة كذا في الهداية ونظر
فيه البعض بان النكاح المنسوب
الى المرأة لا يمكن ان يحمل على
الوطي لانها موطوءة لا واطئة ويمكن
الجواب عنه بان الموطوءة جعلت
واطئة مجازا وهذا اقرب لانه
لو حمل على الوطي يكون في الكلام
مجاز واحد واعمال للفظ النكاح
والزوج على الحقيقة ولو حمل على
العقد لكان فيه مجازان مجاز في
لفظ النكاح ومجاز في الزوج و
هذا اولى واما الحديث المشهور
[illegible] عن ابن عمر ان النبي عم
قال اذا طلق الرجل امرأته ثلثا
فتزوجت زوجا آخر لم تحل للاول
حتى تذوق من عسيلته ويذوق
من عسيلتها وعن عائشة ان النبي

وہ بیوی اس خاوند کو حلال نہوگی مگر جب اوسکے سوا دوسرے
خاوند سے نکاح کرے باجماع امت اس سے طلاق ثالث
مراد ہے اور اس میں نکاح مذکور ہے اوس سے صحبت مراد ہے
کیونکہ نکاح کے معنی حقیقی صحبت کے ہیں اور یہ معنی لینے سے
کلام کے اندر فائدہ پایا جاتا ہے اور عقد کے معنی لینے سے
اعادہ پایا جاتا ہے اسلیئے کہ اگر عقد کے اوپر محمول کیا جاتے
اور دوسرے شخص پر زوج کا اطلاق کرنے سے بھی عقد سمجھین
آتا ہے تو اعادہ پایا جائیگا اور اصل کلام کے بولنے مین افادہ ہے
کذا فی الہدایہ بعض نے اسپر یہ اعتراض کیا ہے کہ نکاح
جو عورت کی طرف منسوب ہے اس سے صحبت مراد نہین لیسکتے
کیونکہ اوسکے ساتھ صحبت کیجاتی ہے وہ صحبت کرنیوالی نہین
ہوتی اور اسکا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ موطوئہ کو مجازا صحبت
کرنے والے کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے اور یہی اقرب الی الفہم ہے
اسواسطے کہ جب نکاح کو جماع پر محمول کیا تو کلام کی اندر
فقط ایک مجاز ہوگا اور لفظ نکاح اور زوج کا لفظ اپنی معنی حقیقی
پر محمول ہوگا اور جب نکاح سے عقد مراد لیا جائیگا تو
اوسمین دو مجاز ہونگے ایک تو لفظ نکاح مین اور دوسرا
زوج مین لہذا پہلی صورت بہتر ہے۔ اور حدیث مشہور
یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کوئی شخص اپنی
بیوی کو تین طلاقین دیدے اور پھر دوسرے خاوند سے
وہ نکاح کرلے تو پہلے خاوند کو وہ حلال نہوگی جبتک کہ وہ
خاوند کا مزہ اور خاوند اسکا مزہ نہ چکھے اور حضرت عائشہ سے یہ مروی ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لفظ عسیلہ کی تفسیر جو حدیث
شریف مین وارد ہے جماع کے ساتھہ کی ہے پس اگر نکاح

فسر العسيلة بالجماع فان حمل النكاح في الآية على العقد يجوز زيادة الدخول على الكتاب بهذا الحديث لانه مشهور۔

آیت کے اندر عقد پر سے محمول کیا جائے تب بھی اس حدیث مشہور سے اصل کتاب پر دخول کی زیادتی ہو سکتی ہے۔

(٤٠٠) ويحلل وطئ المراهق وهو من قريب من البلوغ وتحرك آلته واشتهى وكذا وطئ الخصي لوجود الوطئ في نكاح صحيح۔

(٤٠٠) جو لڑکا قریب البلوغ ہو اور اوسکا آلہ تناسل حرکت کرتا ہے اور شہوت ہوتی ہو نکاح کے بعد اوسکی صحبت کرنے سے عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جاتی ہے اسواسطے کہ نکاح صحیح کے اندر یہاں صحبت پائی گئی ہے۔

(٤٠١) قيد بالمراهق لانه ع م شرط اللذة من الطرفين۔

(٤٠١) قریب البلوغ کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جانبین سے لذت کو شرط کیا ہے۔

(٤٠٢) وفي فتاوى الوبري الشيخ الكبير الذي لا يقدر على الجماع لو اولج ذكره بمساعدة يده لا يحللها والمرأة المفضاة بعد الدخول انما تحل للاول اذا حبلت ليعلم ان الوقاع وجد في قبلها۔

(٤٠٢) فتاوی وبری میں ہے کہ جو شخص اسقدر بوڑھا ہو کہ جماع نہیں کر سکتا اگر اپنے ہاتھ سے پکڑ کے ذکر کو فرج میں داخل کرے تو پہلے خاوند کو حلال نہو گی اور جس عورت سے صحبت ہو چکی ہے وہ ایسے شخص کے دخول کے بعد اوسیوقت حلال ہو گی جب حاملہ ہو جاوے کہ اُس سے یقینا فرج میں دخول کا پایا جانا ثابت ہو جائیگا۔

(٤٠٣) لا وطئ المولى اي لا يحل وطئ المولى امته لزوجها بعد طلاقها ثنتين لان المولى ليس بزوج وهو الشرط بالنص۔

(٤٠٣) مولے کی صحبت کرنے سے باندی اپنے خاوند پر حلال نہیں ہوتی کہ مولے خاوند نہیں ہوتا اور نص سے خاوند کا شرط ہونا ثابت ہے۔

(٤٠٤) وفي فتاوى الامة المنكوحة اذا حرمت حرمة غليظة لا يحل على الزوج وطئها حتى تزوج زوجا غيره وان اشتراها۔

(٤٠٤) فتاوے میں مذکور ہے منکوحہ چھوکری جب حرمت غلیظہ خاوند پر حرام ہو جائے تو جبتک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے پہلے خاوند کو حلال نہیں ہوتی اگرچہ وہ اوسکو خرید لے

(٤٠٥) واذا شرطاه اي الزوج الثاني

(٤٠٥) اگر زوج ثانی اور عورت نے باہم زبان سے تحلیل کو

والمرأة التحليل بالقول فالنكاح مكروه
ومحلل عند ابي حنيفة يعني شرطان
جائزان حتى اذا لم يطلقها بعد
ما جامعها يجبر عليه ولو لم يشترطا
بقول فقصدا احلت للاول اتفاقا
والصحيح قوله من الحقائق لقوله ع م
لعن الله المحلل والمحلل له وهذا
يقتضي صحة النكاح والحل للاول
والكراهة قيل انما لعنه النبي ع م
لانه فيه اعارة النفس في الوطئ
لغرض الغير وهتكا للحمية ولهذا
قال ع م هو التيس المستعار
وانما كان مستعارا
اذ اسبق التماس من الزوج الاول
وهو محمل الحديث واما طلب الحل
من طريقه فلا يستوجب اللعن
وكذا الزوج الثاني لا يستحق اللعن
اذا كان قصده الاصلاح بل يكون
ماجورا فيه۔

(٤٠٦) وفي النهاية لو خافت المرأة
ان لا يطلقها المحلل فتقول زوجتك
نفسي على ان امري بيدي اطلق
نفسي كلما اريد فيقول الرجل
قبلت جاز النكاح فصار الامر
بيدها كذا ذكره الامام التمرتاشي

شرط کر لیا یعنے مثلا عورت نے کہا اس شرط پر
مین تجھسے نکاح کرتی ہون کہ پہلے خاوند کے لیے تو مجھکو حلال
کردے یا خاوند نے اسی کے مثل کہا تو امام صاحب
رح کی نزدیک نکاح مکروہ تحریمی ہے مگر پہلے خاوند پر اس نکاح سے
عورت حلال ہوجاتی ہے یعنے دونوں کے طرف سے شرط کر لینا ٹھیک ہے
حتے کہ اگر بعد از جماع زوج ثانی نے اوسکو طلاق نہ دی تو طلاق دینے پر
مجبور کیا جائیگا اور اگر زبان سے نہین شرط کیا ہو تو بالاتفاق پہلے
خاوند کے لیے حلال ہوجائیگی اور امام صاحب رح کا ہی قول صحیح ہے
من الحقائق اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حلال
کرنیوالے اور اوسپر جسکے لیے حلال کرتا ہے خدا کی لعنت ہو جس اوراس
سے ثابت ہوتا ہے کہ نکاح صحیح ہوجاتا ہے اور پہلی خاوند کے لیے
حلال ہوجاتی ہے اور مکروہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ بعض نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی لعنت کرنیکی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس مین دوسری کے
غرض کے لیے اپنی آپ کو صحبت کیلئے عاریت پر دینا ہوتا ہے اور
بڑے بے غیرتی ہوتی ہے اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے کہ وہ ایک منگنی کا بکرا ہے اور مستعار وہ اوسیوقت ہوگا کہ پہلے سے
زوج اول نے اوس سے گفتگو کر لی ہو اور یہی حدیث کا محل ہے اور اوسکی
طرف سے علیت کا چاہنا ایسی چیز نہیں ہے جو مستوجب لعنت ہو اسطرح جبکہ زوج ثانی
کو حلال کرنیسے اصلاح منظور ہو تو وہ لعنت کا مستحق نہیں ہوسکتا بلکہ اوسمین وہ ماجور ہوگا

(٤٠٦) نہایہ مین مذکور ہے اگر عورت کو اسبات کا خوف ہے کہ زوج
ثانی اوسکو طلاق نہ دیگا اور وہ کہدے اس شرط پر مین تجھسے نکاح
کرتی ہون کہ مجھے اپنی جان کا اختیار رہے اور مین جب چاہون
اپنی آپ کو طلاق دے لون اور وہ کہدے مین نے قبول کیا
تو نکاح جائز ہوجائیگا اور عورت کو اختیار رہیگا۔ امام تمرتاشی
نے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

(٤٠٧)، ويحكم اى ابو يوسف بفساده اى بفساد النكاح المشروط فيه التحليل لان هذا فى معنى شرط التوقيت فيكون فى معنى المتعة فيبطل۔

(٤٠٧) امام ابو یوسف رح کی نزدیک نکاح بشرط تحلیل فاسد ہے جیسا کہ یہ ایسا ہے جیسا وقت کا شرط کرنا اور متعہ کے حکم میں ہے لہذا باطل ہوگا

(٤٠٨)، وحكم بالصحة اى محمد بصحة النكاح ونفى الحل لانه استعجل ما هو مؤخر شرعًا فيعاقب بحرمان مقصوده كالوارث القاتل مورثه۔

(٤٠٨) امام محمد رح کے نزدیک نکاح صحیح ہوگا مگر اوس سے عورت حلال نہ ہوگی اسلئے کہ جو چیز شرعًا موخر ہو اوسکو وہ جلدی سے ثابت کرنا چاہتا ہے لہذا اوسکی سزا یہی ہے کہ اپنی مراد سے محروم رکھا جائے جس طرح کوئی وارث اپنی مورث کو ورثہ لینے کے لئے قتل کر ڈالے تو محروم ہوگا۔

(٤٠٩)، ويهدم الثانى ما دون الثلث يعني اذا طلقها وهى حرة طلقة او طلقتين او طلقة واحدة وهى امة فتزوجت باخر واذا بانت منه وعادت الى الاول يهدم الزوج الثانى الطلقة والطلقتين ويعود اليه بثلث طلقات حتى لا يحرم عليه الا بثلث طلقات عند ابى حنيفة وابى يوسف كما يهدمها اى كما ان المبانة بثلث اذا تزوجت باخر يهدم الزوج الثانى ثلث طلقاتها واذا تزوجها الاول يملكها بثلث طلقات اتفاقا

(٤٠٩) امام ابو یوسف اور امام صاحب کے نزدیک اگر ایک شخص نے اپنی حرہ بیوی کو دو طلاقین یا ایک طلاق دی یا جو لونڈی کو ایک طلاق دی اور وہ اوس حرہ اور باندی نے دوسرے خاوند سے نکاح کر لیا اور پھر دوسرے خاوند سے بھی وہ طلاق بائن لیکر یا اوسکے مرجانے سے علحدہ ہوگئی اور پھر پہلے خاوند سے نکاح کر لیا تو جو کہ جو اس پہلے خاوند نے ایک طلاق یا حرہ کو دو طلاقین یا ایک طلاق دی تھی اب وہ کالعدم ہو جائینگے اور پھر وہ تین طلاق اور جو کہ پہلے دو طلاق کا اوسکو اختیار ہوجائیگا اور اب تین طلاق کی بعد حرہ اور دو طلاق کے بعد چوکری اوسپر حرام ہوگی جس طرح بالاتفاق مطلقہ ثلثہ طلاق دوسرے خاوند سے نکاح کرے تو پہلے طلاقین کالعدم ہوجاتے ہیں اور جب پہلا خاوند پھر اوس سے نکاح کرے تو پھر اوسے تین طلاق کا مالک ہوجاتا ہے

(٤١٠)، وحكم بعودها بما بقى من طلقاتها اى قال محمد الحرة اذا كانت مطلقة بواحدة تعود بعد

(٤١٠) امام محمد رح فرماتے ہیں کہ طلاقوں میں سے جسقدر باقی رہی تھیں تین یا اگر پہلے خاوند نے اوس سے نکاح کیا تو وہی باقی رہینگی مثلاً اگر ایک طلاق دی تھی اور اوس نے دوسرے خاوند سے

الثانی الی الاول بطلقتین وان كانت مطلقة بثنتین تعود بواحدة لان الزوج الثانی غایة للحرمة الثابتة لقوله تعالی فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غیره ولم یثبت تلك الحرمة بالطلقة والطلقتین فكیف یرفعها الثانی فلا یكون الزوج الثانی غایة لها لان غایة الحرمة قبل وجودها محال فیملكها الاول بما بقی من الطلقات كما لو تزوجها قبل الزوج الثانی۔

نکاح کیا اور پھر پہلے سے کیا تو یہ پہلا خاوند اوسیقدر طلاقوں کا مالک ہوگا اور اگر دو دی تہیں تو اب بھی ایک کا ہی مالک ہوگا۔ اسواسطے کہ زوج ثانی سے نکاح کرنا حرمت کی غایت ہوا اسلیئے کہ اللہ پاک فرماتا ہی فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غیره یعنے پس اگر خاوند اوسکو طلاق دے تو وہ عورت خاوند کے لیے حلال نہو گی جبتک کہ دوسرے خاوند سے نکاح نکرے اور یہ حرمت ایک طلاق یا دو طلاقوں سے نہیں ثابت ہوئی جب ثابت ہی نہیں ہوئی تو زوج ثانی اوسکو کیا رفع کریگا لہذا زوج ثانی اوسکی غایت نہوگا اسلیئے کہ قبل از وجود حرمت اوسکی غایت کا پایا جانا ناممکن ہی پس زوج اول اوسیقدر طلاقوں کا مالک ہوگا جس قدر تین میں سے باقی ہیں جس طرح اگر دوسرے خاوند سے عورت نکاح کرے اور ایک طلاق یا دو طلاق کے بعد پھر پہلے ہی سے نکاح کر لے۔

۱۱۳، ولهما ان النبی ع م سمی الزوج الثانی محللا فی قوله ع م لعن الله المحلل وهو من یثبت الحل فالزوج الثانی یكون مثبتا لحل جدید قبل الثالث كما یثبته بعد الثلث۔

۱۱۳، امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں زوج ثانی کو محلل کیساتھ تعبیر فرمایا ہی اور محلل وہ ہی جو حلیت کو ثابت کرے پس جس طرح تین طلاق کے بعد وہ حلیت کو ثابت کر دیتا ہے تین سے قبل بھی حلیت جدیدہ کو ثابت کر دیگا۔

۱۱۴، فان قیل الحل بعد الطلقة والطلقتین ثابت فكیف یثبت الثانی قلنا الحل ان لم یقبل اثبات اصل الحل فهو قابل لاثبات وصفه وهو التكمیل فی الحال لانه كان ناقصا بالطلقة والطلقتین وكلمة حتی هنا لیست للغایة حقیقة لان المنتهی متقرر فی نفسه عند

۱۱۴، اگر یہ اعتراض کیا جاوی کہ ایک یا دو طلاق کے بعد تو حلیت موجود ہی ہے پھر دوبارہ حلیت کیا ثابت ہوگی تو اوسکا یہ جواب ہے کہ اگر محل میں اصل حلیت کی اثبات کی قابلیت نہیں ہے تو اثبات کی قابلیت تو اوسمیں ہے کہ وصف حلیت یعنے فی الحال تکمیل حلیت جو تین طلاق کے مالک ہونے سے عبارت ہے اوسکو ثابت کر دیا جاسکے کیونکہ ایک یا دو طلاقین دینے سے حلیت میں نقصان آگیا تھا اور حتی کا کلمہ جو آیت میں وارد ہے حقیقت میں غایت کے لئے

الغاية والحرمة هنا لم يتقرر بالزوج الثاني بل ارتفعت فعلم انه رافع وجاعل للمطلقة ثلثا كانها لم تطلق وصارت اجنبية فجاز ان يجعل المطلقة ثنتين كذلك۔

نہین ہو اسلئے کہ غایت کے ساتھ اوسکا منتہی ہونے نفس ثابت ہوا کرتا ہے اور اسجگہ حرمت زوج ثانی کے پاسئے جانے کے ساتھ نہین ثابت رہی بلکہ زوج ثانی کے ہوتی ہے وہ مرتفع ہو جاتی ہی پس معلوم ہوا کہ زوج ثانی رافع حرمت ہلی ور لوہر مطلقہ کو زوج اول کے حق مین اجنبیہ عورت کے مانند کر دیتا ہی پس اگر مطلقہ بدو

(۴۱۳) واذا طلقها ثلثا فادعت انقضاء العدة منه اي من الزوج الاول ومن المحلل مع احتمال المدة وسياتي بيانها في فصل العدة انشاء الله وغلبة ظنه اي ظن الاول بصدقها جاز نكاحها لان النكاح ان كان من المعاملات فخبر الواحد فيها مقبول كما في الوكالات والاذن في التجارات وان كان امرا دينيا لتعلق الحل به فخبره مقبول ايضا كما لو اخبرت بطهارة شئ۔

(۴۱۳) اگر خاوند نے تین طلاقین دین اور عورت نے ایک عرصہ کے بعد اسبات کا دعوی کیا کہ میرے عدت زوج اول اور نیز زوج ثانی سے گذر گئی اور اوس مدت مین اتنی گنجایش بہی ہی (اسکا بیان فصل عدت مین عنقریب آتا ہی) اور زوج اول کا گمان غالب یہی ہی کہ یہ سچ کہتی ہی تو اوسکا نکاح اس خاوند سے صحیح ہے اسواسطے کہ نکاح اگر معاملات کے قبیلہ سے ہی تو معاملات کے اندر خبر واحد مقبول ہوتی ہے جیسے وکالات کے اندر اور تجارات مین اذن کے اندر اور اگر دینی امر ہے کہ اوسکی سبب سے حلت ثابت ہوتی ہے تو جب بہی اوسکی خبر مقبول ہوگی جس طرح کسی چیز کی پاک ہونیکی خبر دی۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۴۱۴) ولو انكرت دخول الثاني بعد اقرارها به لا تصدق ولو اقرت بتحللها له ثم انكرت دخول الثاني ان كانت عالمة بشرائط الحل للاول لم تصدق والا تصدق

(۴۱۴) اگر عورت نے اس اقرار کرنے کے بعد زوج ثانی کے دخول کرنیکا انکار کیا تو اوسکا انکار معتبر نہوگا اور اگر پہلے زوج اول کے لئے اپنی حلال ہونیکا اقرار کیا اور اوسکی بعد زوج ثانی کی دخول کا انکار کیا تو اوسمین دو صورتین ہین اگر وہ عورت پہلے خاوند کیلیے حلال ہونیکی شرائط سے واقفیت رکہتی ہی تب تو اوسکا انکار معتبر نہوگا ورنہ معتبر ہوگا۔

فصل في الايلاء

فصل ایلاء کے بیان مین

(۴۱۵) وهو اليمين على ترك وطئ

(۴۱۵) اپنی بیوی سے صحبت نہ کرنے پر قسم

المنكوحة۔

کہانیکا نام ایلاء ہے۔

(۴۱۶) والفاظه الصريحة والله لا اجامعك ولا انكتك وبعض الكنايات منها كالقربان والوطئ والمباضعة والافتضاض في البكر والاغتسال منها جري مجرى الصريحة وغير هذه المذكورات كالاصابة والاتيان والمضاجعة والغشيان والدنو والمس وعدم البيتوتة معها في فراش لايكون الزوج بها موليا الا بالنية۔

(۴۱۶) صریح الفاظ ایلاء کے یہ ہین خدا کی قسم مین تجہسے جماع نکرونگا یا تجہسے دخول نکرونگا اور بعض کنایات بہی جیسے پاس جانا یا وطی کرنا یا صحبت کرنا یا ازالہ بکارت کرنا یا جنابت سے اوسکی وجہ سے غسل کرنا صریح کی قائمقام ہین اور اونکی سوا جو کنایات ہین جیسے پہونچنا یا آنا یا اوسکے پاس لیٹنا یا اوسکے اوپر لیٹنا یا قریب ہونا یا ہاتھ لگانا یا اوسکے ساتھ ہم بستری نکرنا ان الفاظ کے کہنے سے جبتک نیت ایلاء کی نکرے ایلاء کرنیوالا نہوگا یعنے اگر ان الفاظ سے صحبت مراد لی ہے تب تو ایلاء ہوگا ورنہ نہین ہے۔

* * * * * *

(۴۱۷) اذا قال والله لا اقربك اولا اقربك اربعة اشهر كان موليا لقوله تعالى للذين يولون من نسائهم تربص اربعة اشهر الاية فان قربها فيها اي في المدة المذكورة حنث وكفر ليمينه وسقط الايلاء لان اليمين ارتفعت بالحنث والا اي ان لم يقربها بانت بتطليقة عند مضي المدة وهي اربعة اشهر۔

(۴۱۷) اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا خدا کی قسم مین تیرے پاس نہ آؤنگا یا یہ کہا کہ چار مہینہ تک تیرے پاس نہ آؤنگا تو وہ شخص مولی یعنے ایلاء کرنیوالا سمجہا جائیگا بقولہ تعالی للذین یولون من نسائہم تربص اربعة اشہر الایہ یعنے جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہین اونکے واسطے چار ماہ تک رکنا ہے پس اگر اس چار ماہ کی مدت مین اوسکے پاس گیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اوسکو اپنی قسم کا کفارہ دینا پڑیگا اور ایلاء جاتا رہا اسواسطے کہ توڑدینے سے اب وہ قسم ندارد ہوگئی اور اگر اس مدت مین اوسکے قریب نہین گیا تو اس مدت کے گذرجانے سے اوسپر ایک طلاق بائن ہوگئی۔

(۴۱۸) ولا نوقفه اي الطلاق في الايلاء على تفريق الحاكم۔

(۴۱۸) ہمارے نزدیک ایلاء کے اندر طلاق واقع ہونے مین تفریق حاکم کی ضرورت نہین ہے۔

(۴۱۹) وقال الشافعي لاتبين بمضي المدة فيامره الحاكم بتسريحها

(۴۱۹) امام شافعی فرماتے ہین مدت ایلاء کے گذرنے سے خاوند سے خود بخود جدا نہوجائیگی بلکہ حاکم اوسکے چھوڑدینے کا

وان ابی تفریقها کما فی العنین لان الله تعالی قال فی حق المولین فان عزموا الطلاق الایة ولو کان واقعا بمضی المدة لم یتصور العزم علیه۔

خاوند کو حکم دیگا اگرچہ وہ تفریق سے انکار کرے مثل عنین کے اسواسطے کہ اللہ تبارک و تعالی ایلار کرنیوالوں کے حق میں فرماتا ہے فان عزموا الطلاق الایہ یعنے پس اگر وہ طلاق کا ارادہ کریں۔ اور اگر بصرف مدت ایلار کی گذرنے سے طلاق واقع ہوجایا کرتی تو اوسکی قصد کرنیکی کیا معنے ہوتے۔

(۴۲۰) ولنا ما روی انه ع م قال عزم الطلاق للمولی مضی اربعة اشهر وانما اضیف الی الزوج لکونه سببا فلا یحتاج الی قضاء القاضی ومعنی الایة ان عزموا ان یصیر الایلاء طلاقا فان الله تعالی سمیع علیم بالعزیمة ومذهبنا مروی عن عثمان وعلی والعنین لیس بظالم فناسب التخفیف والمولی ظالم بمنع حقها فی الجماع فیجازی بوقوع الطلاق۔

(۴۲۰) ہماری دلیل یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایلار کرنیوالے کے لئے طلاق کا ارادہ کرنا یہی ہے کہ چار مہینہ گذرجائیں اور زوج کی طرف اسلئے نسبت کردی ہو کہ وہ اوسکا سبب ہو پس قضاء قاضی کے حاجت نہیں ہو اور فان عزموا الطلاق کے یہ معنے ہین کہ پس اگر وہ ایلاء کا طلاق ہوجانا چاہین تو خدای تعالی اونکے ارادہ کو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور ہمارا مذہب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہو اور عنین پر قیاس نکیا جائیگا اسواسطے کہ عنین کی طرف سے کچھ ظلم نہیں پایا گیا اور ایسی قسم کی تخفیف اوسکی مناسب ہو اور ایلاء کرنیوالا تو ظالم ہے کہ عورت کا حق جماع اوسنے رد کردیا پس اوسکی سزا یہی ہو کہ طلاق واقع ہو

(۴۲۱) فان قلت ذکر فی الحیا مع الصغیر لقاضی خان لیس للزوجة ان یطالب الوطء من الزوج حکما بعد وطئه ایاها مرة فکیف یکون المولی ظالما بمنع ما لیس بمستحق علیه قلت ان لم یکن مستحقا علیه حکما فالوطء مستحق علیه دیانة۔

(۴۲۱) اگر کہو جامع صغیر قاضیخان میں مذکور ہو کہ جب ایک مرتبہ خاوند نے بیوی سے صحبت کرلی پھر بیوی کو یہ استحقاق نہیں ہے کہ بحکم قاضی اوس سے صحبت کا مطالبہ کرے پس ایلاء کرنیوالا ایسی چیز کے روکنے سے جو اوسکی ذمہ لازم نہیں ہو کیونکر ظالم ٹھہرایا جائیگا تو اوسکا یہ جواب ہے کہ اگرچہ اوسپر حق صحبت بحکم قاضی ثابت نہیں ہوسکتا مگر فیما بینہ وبین اللہ اوسپر صحبت کا حق ہے

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۴۲۲) فان قید یمینه بالمدة ای

(۴۲۲) اگر خاوند نے ایلار کو مدت یعنے چار ماہ کے ساتھ

حلف على اربعة اشهر سقطت يمينه بمضي وقتها وان ابدها اي ان لم يقيد حلفه بمدة كقوله والله لا اقربك فبانت امرأته بمضي المدة فتزوجها عاد الايلاء بتزوجها لان اليمين المطلقة لا تنحل الا بالحنث ولم يوجد فبقيت كما كانت۔

مقید کیا ہو یعنے چار مہینہ تک ترک صحبت پر قسم کہائی ہے تو چار ماہ کے گذرنیسے یہ حلف ساقط ہوجائیگا اور اگر مطلقا ترک صحبت پر قسم کہائی اور مدت کے ساتھ مقید نہیں کیا اور یہ کہا کہ خدا کی قسم میں تیرے پاس نہ آؤنگا تو مدت ایلاء یعنے چار مہینہ کی گذرنیسے عورت پر طلاق بائن ہوجائیگی اگر اوس سے اس مدت میں صحبت نہیں کی ہیں اگر اوس سے پہر نکاح کیا ہے پہر ایلاء بدستور قائم رہیگا اسواسطے کہ اوس حلف مطلق نہیں ہے لہذا جبتک اوس سے صحبت کر کے اوسکو توڑ نہ دیگا اوسکا حکم باطل نہوگا اور یہانتک صحبت

۲۲۳) قيد بقوله بتزوجها احترازا عما ذكر في التحفة والبدائع والمحيط من انها بعد بينونتها بمضي المدة اذا مضت عليها اربعة اشهر اخرى وهي في العدة وقعت بلا تزوج كما لو ابانها بتنجيز الطلاق ثم مضت مدة الايلاء وهي في العدة يقع اخرى۔

۲۲۳) ایلاء کی بدستور قائم رہنے میں نکاح کی قید اسواسطے لگائی ہوتا کہ اوس قول سے جو تحفہ اور بدائع اور محیط میں مذکور ہے احتراز ہوجائے کہ مدت ایلاء کی گذرنے اور عورت کے بائن ہوجانے کے بعد جب چار مہینے اور گذر جائینگے اور وہ حالت عدت میں ہو گی تو بلا نکاح کی ایک طلاق اور واقع ہوجائیگی جس طرح ایلاء کرنیکے بعد اگر فی الفور ایک طلاق بائن دیدی اور پہر اوس طلاق کی حالت عدت میں مدت ایلاء بہی گذر گئی تو دوسری طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

۲۲۴) والاصح ما ذكر في المتن لان وقوع الطلاق جزاء الظلم وليس للمبانة حق في الجماع فلا يكون ظالما بخلاف ما لو ابانها بتنجيز الطلاق لان الايلاء بمنزلة التعليق بمضي المدة والمعلق لا يبطل بتنجيز ما دون الثلث۔

۲۲۴) اصح قول وہی ہے جو متن میں مذکور ہوا اسواسطے کہ وقوع طلاق حقیقت میں ظلم کرنیکی سزا ہے اور جب وہ بائن ہوگئی اور کچہہ تعلق نہ رہا تو صحبت میں اوسکا کچہہ حق بہی نہ رہا لہذا اب وہ ظالم نہ شمار کیا جائیگا بخلاف صورت مقیس علیہا کے کہ طلاق دیکر اوسکو بائن کردے اسواسطے کہ ایلاء ایسا ہے کہ جیسے چار مہینے کے گذرنے سے طلاق کو معلق کرنا اور طلاق معلق ایک یا دو طلاقیں سے فی الفور دینے سے باطل نہیں ہوا کرتی۔

۲۲۵) فان قربها فعليه الكفارة والا اي ان لم يقربها بانت باخرى

۲۲۵) دوسرا نکاح کرنیکے بعد صورت مذکورہ میں اگر چار ماہ کی مدت کے اندر اوس سے صحبت کرلی تب تو کفارہ لازم ہوجائیگا

لانه بالتزوج ثبت حقها فی الجماع فیتحقق الظلم فعود تب بوقوع الطلاق بمضی المدة المعهودة۔

ورنہ ایک طلاق بائن اوسکی وپراور پڑجائیگی اسواسطے کہ نکاح کرنیسے عورت کو حق صحبت ثابت ہوگیا اور خاوند کیطرف سے ظلم پایا گیا لہذا اوسکی سزا میں مدت مقررہ کی گذرنیکے بعد طلاق واقع ہوگی۔

(۴۲۶) اعلم ان مدة هذا الایلاء معتبرة من وقت التزوج ان کان تزوجها بعد العدة ومعتبرة من الطلاق الاول ان تزوجها فی العدة کذا فی الغایة۔

(۴۲۶) جاننا چاہئے کہ اس ایلاء کے مدت وقت نکاح سے معتبر ہے اگر انقضاے عدت کے بعد نکاح کیا ہے اور اگر حالت عدت ہی مین نکاح کرلیا ہے تو طلاق اول سے معتبر ہے۔ کذا فی الغایہ۔

(۴۲۷) وان تزوجها مرة ثالثة عاد الایلاء ثالثا فان قربها یکفر وان لم یقربها تبین بمضی المدة لما قلنا۔

(۴۲۷) اگر تیسرے مرتبہ پہر اوس سے نکاح کیا تو تیسرے مرتبہ پہر ایلاء بدستور قایم ہوجائیگا اور چار ماہ کی مدت مین اگر اوس سے صحبت کی تب تو کفارہ لازم آئیگا ورنہ انقضاے مدت ایلاء کے بعد اوس تیسری طلاق واقع ہوجائیگی وسکی وجہ ہم نے بیان کردی ہے

(۴۲۸) فان عادت الی زوجها الاول بعد زوج آخر فوطئها کفر لبقاء الیمین فیه تفصیل ان کان الحلف بغیر طلاقها یبقی وان کان بطلاقها بان قال ان قربتك فانت طالق ثلثا لا یبقی لان التنجیز یبطل التعلیق کذا قاله صدر الشریعة۔

(۴۲۸) اگر ایلاء کے بعد عورت نے دوسرے خاوند سے نکاح کیا اور پہر اوس سے علیحدہ ہوگئی اور پہلی خاوند سے پہر نکاح کیا اور اوس نے صحبت کی تو کفارہ دینا آویگا اسواسطے کہ قسم ہنوز بدستور باقی ہے مگر اسکے اندر تفصیل ہے اسواسطے کہ اگر حلف کے اندر طلاق کا ذکر نہین کیا ہے تب تو حلف باقی رہیگا اور اگر طلاق کے ساتھ حلف کیا ہے اور یکہا ہے کہ مین تیرے پاس آؤن تو تجہپر تین طلاقین ہین تو یہ حلف باقی نہ رہیگا اسواسطے کہ فی الفور طلاق کے واقع ہونیسے تعلیق طلاق باطل ہوجائیگی

(۴۲۹) وابطلنا ایلاءه یعنی اذا تزوجها بعد زوج آخر لم یقع بذلك الایلاء طلاق۔

(۴۲۹) ہمارے نزدیک دوسرے خاوند سے نکاح کرنے کے بعد اگر پہر پہلے سے نکاح کیا تو ایلاء کا حکم باقی نہ رہیگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی۔

(۴۳۰) وقال زفر یعود الایلاء لان الیمین باقیة فیصیر ظالما بمنع حقها فیثبت حکمه۔

(۴۳۰) امام زفر فرماتے ہین ایلاء کا حکم بدستور قائم ہوجائیگا اسواسطے کہ قسم باقی ہے اور اوسکے حق کے منع کرنیکی وجہ سے خاوند ظالم ہوگا اور اوسکا حکم یعنے طلاق ثابت ہوگا۔

(۴۳۱) ولنا ان تقدير هذا الايلاء كلما مضت اربعة اشهر ولم اقربك فيها فانت بائن فلم يبق اليمين في حق الطلاق لان صحة التعليق باعتبار الطلقات المملوكة له وهي قد استوفيت وبقيت اليمين في حق الكفارة لانها غير موقوفة على الملك حتى لو قال لاجنبية والله لا اقربك فتزوجها لا يكون ايلاء ولو قربها تجب الكفارة۔

(۴۳۱) ہمارے نزدیک اس ایلاء کی اصل معنی یہ ہوتے ہیں کہ اگر چار ماہ گذر جائیں اور میں تیرے پاس نہ آؤں تو تجھے مجھسے کچھ علاقہ نہیں پس اب حق طلاق میں وہ قسم باقی نہ رہیگی سواسطے کہ تعلیق ونہیں طلاقوں کے اعتبار سے صحیح ہوسکتی ہے جسقدر کہ زوج کی ملکیت میں ہیں اور وہ طلاقیں پوری ہو چکیں پس صرف کفارہ کی حق میں قسم کا حکم باقی رہیگا اسواسطے کہ کفارہ ملک کے اوپر موقوف نہیں ہے حتےکہ اگر اجنبیہ عورت سے کہا خدا کی قسم میں تیرے پاس نہ آؤنگا اور پھر اوس سے نکاح کر لیا تو ایلاء کا حکم نہ ثابت ہو جائیگا مگر جب اوس سے صحبت کریگا تو کفارہ واجب ہوگا۔

(۴۳۲) وايلاء الذمي بالله كان قال لامرأته والله لا اقربك اربعة اشهر منعقد عند ابي حنيفة في حق الطلاق دون الكفارة حتى لو تركها اربعة اشهر بانت بالايلاء ولو قربها لم يلزمه الكفارة وقالا لا يكون ايلاء۔

(۴۳۲) اگر ذمی خدا کے نام سے حلف کرے مثلاً اپنی بیوی سے کہے خدا کی قسم چار ماہ تک میں تیرے پاس نہ آؤنگا تو امام صاحب رح کے نزدیک حق طلاق میں اسکو ایلاء کا حکم ہوگا اور کفارہ کے اندر ایلاء کا حکم نہوگا لہذا اگر چار ماہ تک اوس سے صحبت نہ کی تو طلاق واقع ہو جائیگی اور اگر صحبت کر لے تو کفارہ واجب نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک یہ ایلاء نہوگا۔

(۴۳۳) قيد بقوله بالله لانه لو آلى بالطلاق كان قال ان قربتك فضرتك طالق او العتاق يصح اتفاقا وان آلى بصوم او صدقة لا يكون ايلاء اتفاقا لانه ليس من اهل القرب۔

(۴۳۳) خدائے تعالیٰ کے نام کی قید اسلئے لگائی ہے کہ اگر طلاق یا عتاق کے ساتھ اوس نے حلف کیا اور مثلاً اپنی بیوی سے کہا اگر میں تیرے پاس آؤں تو تیری سوکن پر طلاق ہے تو بالاتفاق صحیح ہے اور اگر روزہ یا صدقہ کے ساتھ اوس نے حلف کیا تو بالاتفاق ایلاء نہوگا اسواسطے کہ خدا کی نزدیک اوسکا روزہ اور صدقہ غیر مقبول ہے۔

(۴۳۴) لهما ان المولى من لا يمكن قربان امرأته الا بشيء يلزمه

(۴۳۴) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ مولی تو وہ ہوتا ہے کہ اپنی بیوی سے صحبت نہیں کر سکتا جب تک اوسکی اوپر کچھ لازم

والذمی یمکن قربانها من غیر لزوم کفارة فلا یکون مولیا۔

نہ آجائے اور ذمی اوس سے صحبت کرسکتا ہی اور کچھ کفارہ لازم نہیں ہوتا لہذا وہ مُولی نہوگا۔

(۴۳۵) وله ان المعتبر فی الایلاء لزوم الحنث علی تقدیر قربانها لا لزوم الکفارة والذمی اهل للیمین ولهذا استحلف فی الدعاوی واذا صح یمینه یلزمه الحنث الا ان الکفارة لا یلزمه لانها رافعة او ساترة لذنب الحنث والذمی لیس باهل لذلک مادام علی کفره۔

(۴۳۵) امام صاحب رہ کی دلیل یہ ہی کہ ایلاء کے اندر یہ بات معتبر ہے کہ صحبت کرنیسے قسم کا ٹوٹنا لازم آجائے اور کفارہ کے لازم ہونیکا اعتبار نہیں ہے اور ذمی قسم کہانیکی قابلیت رکہتا ہی ولہذا دعاوی کے اندر اوس سے حلف لیا جاتا ہی اور جب اوسکی قسم صحیح ہوگئی تو صحبت کرنیسے قسم کا ٹوٹنا لازم ہوگیا مگر کفارہ اوسپر لازم نہوگا اسواسطے کہ کفارہ یا تو قسم توڑنیکی گناہ کے دور کرنیکے لئے ہے یا گناہ کو ڈہکنے کے لئے اور ذمی جبتک کفر کے اندر رہے اس قابل نہیں ہے۔

(۴۳۶) ولو حلف بطلاق او عتاق او حج او صدقة او صوم کان قال ان قربتک فزوجتی فلانة طالق او عبدی فلان حر او علی حج او صدقة او صوم کان مولیا لان هذه الاجزیة مانعة من الوطئ فصار فی معنی الیمین بالله ذکر الصوم مطلقا لانه لو قید بان قال علی صوم هذا الشهر لم یکن مولیا لان الیمین یسقط بمضی الشهر ویمکنه القربان من غیر لزوم شیء۔

(۴۳۶) اگر ایک شخص نے حلف کیا کہ اگر میں تجہسے صحبت کروں تو میری فلاں بیوی پر طلاق ہی یا میرا فلاں غلام آزاد ہے یا حج یا صدقہ یا روزہ پر حلف کیا تو وہ ایلا کرنیوالا ہوگا اسواسطے کہ یہ سب باتیں صحبت سے مانع ہونگی اور ایسا ہی ہوگا کہ جیسے خدا کے ساتھ قسم کہائی مطلق روزہ کو اسواسطے ذکر کیا ہی کہ اگر یہ کہا کہ اگر میں تجہسے صحبت کروں تو میرے اوپر اس مہینہ کے روزے لازم ہوں تو وہ ایلاء کرنیوالا نہوگا اسواسطے کہ مہینہ کے گذرنے سے قسم ساقط ہوجائیگی اور اور اوس مہینہ کے گذرنے کے بعد صحبت کرنیسے کچھ اوسکے ذمہ لازم نہ آئیگا۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۴۳۷) او بصلوة ای لو قال ان قربتک فعلیّ صلوة لم یجعله ای

(۴۳۷) اگر کہا میں تیرے پاس آؤں تو میرے اوپر اسقدر نماز لازم ہوجائے تو امام ابو یوسف رہ کی نزدیک

ابو یوسف مولیا لانها مما لا یحلف بها عادة فصار کما لو قال فعلیّ صلوٰة الجنازة۔

یہ ایلا نہین ہے اسواسطے کہ ایسی قسم کوئی نہین کہا کرتا ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے تیرے پاس آؤن تو مجھے جنازے کی نماز پڑھنی پڑے۔

(۴۳۸) وخالفه ای قال محمد یصیر مولیا لان الصلوٰة مما یلتزم بالنذر کالصوم والصدقة۔

(۴۳۸) امام محمد رحمہ فرماتے ہین یہ ایلا ہو جائیگا کیونکہ جس طرح روزہ اور صدقہ نذر کرنے سے لازم ہو جاتا ہے اسیطرح نماز بھی لازم ہو جایا کرتی ہے۔

(۴۳۹) او ان قربتك فكل عبد ساملكه حر او والله لا اقربك حتى اعتق هذا ای هذا العبد او اطلق هذه ای هذه المرأة لم یجعله ای ابو یوسف مولیا وقالا یکون مولیا فی المسئلتین۔

(۴۳۹) اگر کہا مین تیرے پاس آؤن تو ہر وہ غلام جس کا مین اب مالک ہونگا آزاد ہی یا خدا کی قسم مین تیرے پاس نہ آؤنگا جبتک اس غلام کو آزاد نہ کر دون یا اس عورت کو طلاق نہ دیدون تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک یہ ایلا نہین ہے امام صاحب رحمہ اور امام محمد صاحب رحمہ کے نزدیک دونون صورتون مین ایلا ہے۔

(۴۴۰) قید بقوله ساملکه لانه لو قال ما اشتریه لا یصیر مولیا اتفاقا من الحقائق۔

(۴۴۰) غلام کے مالک ہونیکی قید اسواسطے لگائی ہی کہ اگر یون کہا کہ جس غلام کو مین اب خریدون وہ آزاد ہے تو بالاتفاق ایلا نہوگا حقائق۔

(۴۴۱) له ان قربانها ممکن فی المسئلة الاولی بان لا یملك عبدا وفی الثانیة بان یعتق عبده او یطلق امرأته فیقربها من غیر حنث یلزمه فصار کما اذا قال لا اقربك حتى یموت فلان

(۴۴۱) امام ابو یوسف رحمہ کی دلیل یہ ہی کہ اوسکو دونون صورتون مین صحبت کرنیکی گنجایش ہے پہلی صورت مین تو اسواسطے کہ کسی غلام کا وہ مالک ہی نہو اور دوسرے مین اسواسطے کہ غلام کو آزاد کر دے یا اوس دوسری بیوی کو طلاق دیدے اور اس سے صحبت کر لے اور قسم کا ٹوٹنا نہین لازم آتا اور ایسا ہوا جیسے کہی مین تیرے پاس نہ آؤنگا جبتک فلان شخص مر جائے

(۴۴۲) ولهما فی المسئلة الاولی ان المولی یحتمل ان یملك عبدا بلا اختیاره بان مات مورثه فترك عبدا فیلزم من قربانها عتقه فیکون

(۴۴۲) اور دونون کی دلیل صورت اولی مین ایلا ہونیکی یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ شاید بلا اختیار کسی غلام کا مالک ہو مثلا اوسکا مورث مر جائے اور غلام چھوڑ جائے اور اسکے ساتھ صحبت کرنے سے اوس غلام کا آزاد ہونا لازم ہوگا اسواسطے

موليا و في الثانية ان قربها قبل الغاية لزمه الكفارة وان اعتق عبده لاجل قربانها اذ لم يمكنه بدونه صار كانه لزم بقربانها ضرر وهو الغاية وهو مضاف الى اليمين فيكون موليا بخلاف قوله حتى يموت فلان لانه على تقدير وجود الغاية لا يلزمه ضرر۔

۴۴۳، ولو مات ذلك العبد سقط الايلاء اتفاقا ولو باعه ثم اشتراه عاد الايلاء من وقت الشراء ان لم يكن جامعها بعد البيع قبل الشراء۔

۴۴۴، او حتى اصوم اي لو قال لا اقربك حتى اصوم شعبان وهو اي والحال ان حلفه كان في رجب فهو غير مول عند ابي حنيفة لان الغاية صوم كل شعبان فاذا ترك صوم كله او يوم منه فات الغاية وفواتها قبل مضي المدة يرفع اليمين فلا يكون ايلاء لامكان قربانها في المدة بلا لزوم شيء ولو قربها قبل الغاية يحنث ويخالفه اي قال ابو يوسف يكون موليا

صحبت نہ کرسکیگا اور ایلاء ہوجائیگا اور دوسرے صورتمین یہ وجہ ہوکہ اگر قبل آزاد کرنے یا طلاق دینے کے اس سے صحبت کی تب تو کفارہ لازم ہی ہوگا اور اگر صحبت کرنیکی غرض سے غلام کو مثلا آزاد کردیا کر اوس کے آزاد کئے بغیر صحبت نہ کرسکتا تھا تو ایسا ہی ہوا کہ گویا اوس سے صحبت کرنے میں اسکو نقصان لازم ہوگیا اور نقصان ہی اوسکی غایت ہے اور قسم کی طرف وہ منسوب ہے لہذا ایلاء ہوگا بخلاف اوس صورت کی کہ کہی جبتک فلان شخص مر نہ گیا مین تیرے پاس نہ آؤنگا اسواسطے کہ اوس کے مرنے سے اسکا نقصان ہے۔

۴۴۳، جس غلام کی آزاد کرنیکو شرط کیا تھا اگر وہ مرگیا تو بالاتفاق ایلاء جاتا رہیگا اور اگر اوسکو فروخت کردیا اور پھر اوسکو خرید لیا تو خریدنے کے وقت سے ایلاء کا حکم قائم ہوگا اگر خریدنے سے پہلے اور فروخت کرنیکے بعد کو اوس سے صحبت نہین کی ہے۔

۴۴۴، اگر رجب کے مہینہ میں ایک شخص نے کہا مین تیرے پاس نہ آؤنگا جبتک شعبان کے روزے نہ رکھلون تو امام صاحب رح کی نزدیک ایلاء نہین ہے اسواسطے کہ اوسکی غایت پورے شعبان کے روزے رکھنے ہین پس اگر سب روزے ترک کردئے یا اون مین سے ایک ہی ترک کردیا تو غایت جاتی رہی اور قبل انقضاء مدت کی اوسکا جاتا رہنا قسم کو رفع کردیتا ہے پس وہ ایلاء نہوگا اسواسطے کہ چار ماہ کی مدت کے اندر بلا لزوم کسی چیز کے اوس سے صحبت کرنا ممکن ہے اور اگر غایت مذکورہ سے پہلے صحبت کی تو کفارہ لازم ہوگا امام ابو یوسف رح فرماتے ہین اگر اوسنے شعبان کے روزے نہ رکھے تو ایلاء کا حکم ثابت ہوجائیگا اسواسطے کہ شعبان سے قبل تو یہ احتمال تھا

ان فاته صوم اى صوم شعبان لانه قبل فوته كان يحتمل ان يصومه ويوجد الغاية ويكون بارًا فى يمينه فاذا فات الغاية صار يمينه مؤبدة لان من اصله ان اليمين ينعقد وان لم يتصور المحلوف عليه كما ذهب اليه اذا حلف على ان يشرب ماء الكوز موقتا فصب ماؤه۔

کہ روزے رکھلے اور اپنی قسم کو پورا کردے اور غایت متحقق ہوجائے اور جب روزے نہ رکھے اور شعبان ہوچکا تو اوسکی قسم ہمیشہ کے لئے ہوگی اسواسطے کہ امام ابویوسف کی اصول کے موافق اگرچہ ناممکن چیز ہو جب بھی قسم کا انعقاد ہوجاتا ہی جس طرح کوئی شخص پیالہ کا پانی پینے پر ایک وقت معین تک حلف کرے اور پھر اوسکا پانی گرجائے توامام ابویوسف رح کا اوس مین بھی یہی مذہب ہے۔

(۴۴۵) وجعله اى محمد ذلك الحالف موليا فى الحال واسقط بصومه اى محمد الايلاء بصوم شعبان اوصوم بدله اى بان يصوم شهرا اخر بدلا عنه قبل انقضاء المدة اى مدة الايلاء وان فات عنه صومه اوصوم بدله بقى موليا لان صوم شعبان له بدل وهو القضاء والبدل يقوم مقامه فلم يمكنه قربانها الا باتفاء الى صوم شهر فكان موليا بمنزلة ما ذكر مكان شعبان شهرا مطلقا۔

(۴۴۵) امام محمد رح کے نزدیک اوسیوقت ایلاء ہوجائیگا اور چار مہینہ کے اندر اندر اگر شعبان یا اوسکی عوض کسی اور مہینہ کے روزے رکھلئے تب تو ایلا ساقط ہوجائیگا اور اگر شعبان کے یا اوسکے بدلے دوسرے مہینہ کے روزے نہین رکھے تو ایلا بدستور قائم رہیگا اسواسطے کہ شعبان کے روزون کا بدل ہوسکتا ہی یعنے دوسرے مہینہ مین اوسکی قضا کرلیگا اور بدل اوسکے قائمقام ہوجائیگا پس جبتک ایک مہینہ کے روزے نہ رکھیگا اوس سے صحبت نکرسکیگا لہذا وہ شخص مُولی ہوگا جس طرح بالتخصیص ایک ماہ کے روزے کی شرط کرنیسے مُولی ہوتا ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۴۴۶) اوستة اى لو قال والله لا اقربك سنة الا يوما جعلناه موليا ان وجد المدة اى اربعة اشهر بعد قربانها لانه استثنى اليوم

(۴۴۶) اگر ایک شخص نے کہا خدا کی قسم بجز ایک روز کی سال بھر تک مین تیرے پاس نہ آؤنگا تو ہمارے نزدیک یہ اوسوقت مین ایلا ہوگا کہ اوس سال کے اندر صحبت کرنیکے بعد اوس سال کے چار مہینے اور باقی ہون اسواسطے کہ جب

الذی استثناہ و بقی یمینہ فی بقیة السنة مطلقة وان بقی اقل منها لم یکن مولیا فصار کما لو قال لا اقربك سنة الا مرة لا فی الحال ای قال زفر یکون مولیا فی الحال لان الاستثناء مصروف الی الیوم الآخر من السنة کما لو قال اجرتك هذه الدار سنة الا یوما او قال فی الایلاء سنة الا نقصان یوم (۴۸۰) ولنا ان المستثنی یوم منکر ولا وجه الی تعیینه فیمکنه قربانها فی ای یوم یرید بلا لزوم شیئ فلا یکون مولیا وانما صرف فی الاجارة الی اخر السنة تصحیحا للعقد فلا حاجة الیه فی الیمین لانها منعقدة مع الجهالة وفی قوله الا نقصان یوم یصرف النقصان الی اخر السنة عملا بالعرف۔

ایک روز کا اوسنے استثنا کیا تھا اوس مین تو وہ صحبت کر ہی چکا اور باقی سال مین اوسکی قسم بلا کسی قید کے پائی گئی اور اگر چار ماہ سے کم باقی رہگئی تھی اوس وقت مین اوس سے صحبت کی تو ایلا نہو گا اور ایسا ہو گا جس طرح یہ کہی کہ بجز ایک مرتبہ کے سال بھر تک مین تیرے پاس نہ آؤنگا – امام زفر رح فرماتے ہین اسبات کی کہتے ہی ایلا ہو جائیگا اسواسطے کہ ایک روز کی استثنا کرنے سے اخیر کا روز مراد ہو گا جیسے کوئی کہی مین نے اپنا یہ مکان تجھکو سال بھر کے واسطے کرایہ پر دیا بجز ایک روز کے یا ایلا کی اندر یہی کہا کہ سال بھر تک تیرے پاس نہ جاؤنگا بجز ایک روز کے (۴۸۰) ہماری یہ دلیل ہی کہ اوسنے بلا تعیین ایک دن کا استثنا کیا ہی پس وہ دن معین کیونکر ہو سکتا ہو لہذا جس ایک دن وہ چاہیگا اوس سے صحبت کر سکیگا اور اوسپر کچھ نہ لازم ہو گا پس یہ ایلا نہو اور اجارہ کے اندر اوس ایک دن سے اخیر کا دن عقد اجارہ کی صحیح کرنیکی غرض سے مراد لیلیا کرتے ہین اور قسم کے اندر اس تعیین کی ضرورت نہین ہی کیونکہ قسم بلا تعیین بھی درست ہو جاتی ہی اور اگر ایک دن کم سال بھر کہا ہو تو وہان اخیر دن عرف کے اعتبار سے مراد ہوتا ہی۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۴۸۱) وان قربتك فانت علیّ حرام ای والحال انه ینوی الیمین فهو ایلاء فی الحال عند ابی حنیفة وقالا اذا قربها مرة یصیر مولیا لانه علق الیمین بقربانها ولا یصیر مولیا قبله کما لو قال ان قربتك فوالله لا اقربك۔

(۴۸۱) اگر کہا مین تیرے پاس آؤن تو میرے اوپر تو حرام ہی اور اوسکی غرض اسکے کہنے سے قسم ہے تو امام صاحب رح کے نزدیک فی الحال یہ ایلاء ہو جائیگا اور صاحبین رح فرماتے ہین جب اوس سے ایک مرتبہ صحبت کرے گا اسوقت یہ ایلاء ہو گا اسواسطے کہ اوس سے صحبت کرنے کے ساتھ قسم کو معلق کیا ہی پس اس سے پہلے ایلاء نہین ہو سکتا جیسے کوئی کہے اگر مین تجھسے صحبت کرون تو خدا کی قسم تجھسے کبھی صحبت نکرون۔

(۴۴۹) وله ان قربانها لا يمكنه الا بالتزام اليمين لان تحريم الحلال يمين فصار كانه قال ان قربتك فعلي يمين فيكون موليا في الحال لان نفس اليمين لا يكون عليه بل موجبها وليس هذا الكلام كما استشهدا به ان مراده فيه منع نفسه عن القربان الثاني وفي مسئلتنا مراده منع نفسه عن القربان الاول۔

(۴۴۹) امام صاحب رح کی دلیل یہہ ہی کہ اس صورتمین جبتک اپنی ذمہ پر اوس قسم کو وہ لازم نکرلے اوس سے صحبت نہین کرسکتا ہی کیونکہ حلال کا حرام کرنا ایکطرح کے قسم ہی اور ایسا ہی جیسے کوئی کہی مین تجھسے صحبت کرون تو میرے اوپر قسم لازم ہوجاے تو وہ شخص فی الحال مُولی ہوجائیگا اسواسطے کہ خود قسم تو اوسکے اوپر کیا واجب ہوگی اوسکا موجَب واجب ہوا کرتا ہی اور یہہ کلام ایسا نہین ہی کہ جس کلام سے اونہون نے شہادت کی ہی اسواسطے کہ اوس کلام مین دوسرے مرتبہ صحبت کرنیسے اپنی تئین روکنا منظور ہوتا ہی اور صورت متنازعہ فیہا کے اندر اول ہی مرتبہ صحبت کرنیسے اپنی آپ کو روکنا مقصود ہوتا ہی۔

(۴۵۰) قيد بقوله ينوي اليمين لانه لو نوى الطلاق يكون موليا في الحال اتفاقا لانه لا يملك قربانها في المدة الا بطلاق يلزمه من الحقائق

(۴۵۰) یہہ قید کہ قسم کی نیت کری اسواسطے لگائی ہی کہ اگر اوس نے طلاق کی نیت کی تو بالاتفاق فی الحال ایلاء ہوجائیگا اسواسطے کہ بدون لزوم طلاق کے اوس سے مدت ایلاء مین صحبت نہین کرسکتا من الحقائق۔

(۴۵۱) ولو كرر اليمين في مجلس واحد ثلثا كما اذا قال والله لا اقربك والله لا اقربك والله لا اقربك بغير نية اي بان لم ينو بهذا التكرار شيئا او التشديد بالجر عطف على غير بحذف المضاف تقديره او بنية التشديد اي الابتداء دون التكرار اي التاكيد حكم محمد بتعدد الايلاء حتى اذا مضت اربعة اشهر ولم يقربها تبين بتطليقة ثم اخرى كاليمين اي

(۴۵۱) اگر ایک ہی جلسہ مین تین مرتبہ اوس نے قسم کو مکرر کیا اور کہا خدا کی قسم مین تجھسے صحبت نہ کرونگا خدا کی قسم مین تجھسے صحبت نہ کرونگا خدا کی قسم مین تجھسے صحبت نہ کرونگا اور اس مکرر کرنیسے کچھہ نیت نہین کی یا سختی کے نیت کی مگر تاکید کی نیت نہین کی تو امام محمد رح کے نزدیک یہہ تین ایلاء ہوجائینگی لہذا اگر چار مہینے گذر گئے اور اوس سے صحبت نہ کی تو ایک طلاق بائن اوسکے اوپر واقع ہوجائیگی اور پھر ایک گھڑی گذرنیکے بعد ایک اور طلاق بائن ہوگی جس طرح اس صورت مین قسم تو بالاتفاق ہی متعدد ہوتے ہے

کما حکم علی تعدد الیمین اتفاقا الا ان الزمان لما کان واحدا صار تعدده حکما فطلقت بمضی ساعة۔

مگر چونکہ زمانہ ایک ہی تھا اسلئے اوسکا تعدد حکماً ہوگا اور ایک ساعت کے بعد دوسری طلاق ہوگی۔

* * * * *

(۴۵۲) وقالا الایلاء واحد استحسانا حتی لو لم یقربها فی المدة لا تطلق الا واحدة ولو قربها یلزمه ثلث کفارات۔

(۴۵۲) امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح فرماتے ہین کہ استحساناً اسکو ایک ہی ایلا سمجھا جائیگا بنا بر علیہ اگر چار ماہ کے اندر اوس سے صحبت نہ کی تو صرف ایک طلاق بائن واقع ہوجائیگی اور جو اوس نے اس مدت مین صحبت کرلے تو کفارے تینون ہی لازم ہونگے

(۴۵۳) قید المجلس بالواحد لانه لو کان فی ثلثة مجالس یکون ثلثة ایلاء اتفاقا وقید بقوله دون التکرار لانه لو نواه فالیمین واحدة والایلاء واحد اتفاقا وکذا فی المصفی والحقائق والکافی۔

(۴۵۳) جلسہ واحدہ کی قید اسواسطے لگائی ہو کہ اگر تین جلسون مین یہ کہا تو بالاتفاق تین ایلا ہو جائینگے اور یہ قید کہ تکرار کی نیت نہ کی ہو اسواسطے لگائی ہو کہ اگر تکرار کی نیت کی تو بالاتفاق کفارہ بھی ایک ہوگا اور ایلا بھی ایک ہوگا۔ کذا فی المصفی والحقائق والکافی۔

* * * * *

(۴۵۴) عرفت من هذا ان ما قاله المص فی شرحه من انه ان نوی التکرار یکون الایلاء والیمین اتفاقا لیس کما ینبغی۔

(۴۵۴) اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ مصنف علیہ الرحمہ نے جو اپنی شرح مین بیان کیا ہے کہ اگر تکرار کی نیت کی تو بالاتفاق اس سے کفارہ بھی آئیگا اور ایلا بھی ثابت ہوگا نامناسب ہے۔

(۴۵۵) ولهما ان المولی علی تقدیر البر فی هذه الایمان المتکررة یکون ظالما لما یمنع حقها فی الجماع والمنع وجد منه مرة فی زمان واحد لان المجلس الواحد متحد الازمنة شرعا فیکون جزاؤه وهو الطلاق واحدا وعلی تقدیر الحنث یکون

(۴۵۵) امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح صاحب کی دلیل یہ ہے کہ اگر اوس نے اپنی ان قسمون کو پورا کیا تو وہ عورت کی حق مین بسبب اوسکی حق روکنے کے ظالم ہوگا اور یہ حق کا روکنا ایک ہی زمانہ مین ایک ہی مرتبہ اوس سے پایا گیا ہے کیونکہ جلسہ واحدہ کو شرعاً متحدۃ الازمنہ سمجھا جاتا ہے پس اوسکی جزا یعنی طلاق بھی ایک ہی ہوگی اور اگر قسم کو توڑ دیا تو ہر مرتبہ صحبت کرنے مین خدای تعالی کے نام پاک کی حرمت کا ہتک ہوگا لہذا تینون کفارے لازم ہونگے بخلاف تعدد مجالس کے کہ وہان تعدد سبب

هانها لحرمة اسم الله في كل مرة فيلزمه كفارات بخلاف تعداد المجالس لان الظلم يتعدد باختلاف الازمنة حقيقة وحكما ونجعل المدة اي مدة الايلاء للامة شهرين وقال الشافعي اربعة اشهر لان هذه المدة ضربت لاظهار الظلم بمنع الحق في الجماع والحرة والامة في ذلك سواء۔

اختلاف ازمنہ سے کے ظلم کا بھی تعدد پایا جاتا ہے ہمارے نزدیک ایلاء کی مدت باندی کے لیے دو مہینے ہین مگر امام شافعی رح کے نزدیک باندی کے سیلیے بھی چار ہی مہینے ہین اسواسطے کہ یہ چار مہینے اسواسطے مقرر کیے گئے ہین کہ اوسکا ظلم یعنے حق جماع کو روکنا معلوم ہوجائے اور اسباب مین حرہ اور باندی دونون برابر ہین۔

(۴۵۶) ولنا ان هذه المدة ضربت اجلا للبينونة فتشابهت مدة العدة والرق موثر في تنصيف مدة العدة فكذا في مدة الايلاء والجامع فوات الحل بهما۔

(۴۵۶) ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ چار مہینے فی الحقیقت بینونت کے لیے مقرر کیے گئے ہین پس اوسکا حال مدت عدت کا سا ہی اور رقیت یعنی باندی ہونیکے سبب سے عدت کی مدت تو آدھی رہجاتی ہے لہذا ایلاء کی مدت بھی آدھی رہجائیگی اور رابطہ لاشتراک دونون یہ ہی کہ طلاق سے بھی حلیت جاتی ہی اور ایلاء سے بھی۔

(۴۵۷) ويصح الايلاء على المطلقة الرجعية لان الزوجية باقية بينهما۔

(۴۵۷) مطلقہ رجعیہ سے ایلاء کرسکتا ہی اسلیے کہ زوجیت کا علاقہ اونمین ہنوز باقی ہی۔

(۴۵۸) وسقط الايلاء لو انقضت عدتها قبل مضي مدته۔

(۴۵۸) اگر مدت ایلاء کی گذرنیسے پہلے عدت طلاق تمام ہوگئی تو ایلاء ساقط ہوجائیگا

(۴۵۹) لا المبانة اي لا يصح الايلاء عليها لانه بمنزلة تعليق الطلاق بمضي المدة فلا بد فيه من الملك او من الاضافة اليه كما لو قال ان تزوجتك فوالله لا اقربك والمبانة منقطعة الملك ولو آلى منها ثم تزوجها لا يكون موليا لان الكلام وقع باطلا

(۴۵۹) مطلقہ بائنہ سے ایلاء صحیح نہین ہی اسلیے کہ ایلاء ایسا ہوتا ہی جیسا کہ چار مہینہ کے گذرنیکے ساتھ طلاق کو معلق کیا پس ملک کا ہونا اوسکے لئے ضروری بات ہی یا ملک نہو تو ملک کی طرف نسبت ہی ہو جیسے اگر تجھسے مین نے نکاح کیا تو خدا کی قسم تجھسے صحبت نکرونگا اور جسکو طلاق بائن دیگئی ہی اوس سے علاقہ ملکیت کا انقطاع ہوگیا اور اگر اوس سے ایلاء کیا اور بعد ازان اوس سے نکاح کرلیا تو ایلاء کا حکم نہ

لكنه لو وطئها كفر لان اليمين لم ينتقض الملك۔

ثابت ہوگا اسواسطے کہ کلام باطل طور پر پایا گیا ہے مگر جو اوس سے صحبت کی تو کفارہ دینا پڑیگا اسواسطے کہ قسم ملکیت کو نہیں چاہتی۔

(۴۵۰) واذا كان احدهما اى الزوج او الزوجة مريضا او هو مجبوبا او هى صغيرة او رتقاء او بينهما مسافة اربعة اشهر يعنى اذا عجز من الى من امرأته عن جماعها باحد هذه الاسباب فقال فى المدة اى فى مدة الايلاء فئت اليها اى رجعت الى امرأتى واستمر العذر اى والحال ان عجزه كان ثابتا فى وقت الايلاء الى ان يمضى مدته فقطه اى يصح فيئه ويسقط ايلاؤه عندنا خلافا للشافعى۔

(۴۵۰) جسوقت مین خاوند بیوی مین سے کوئی بیمار ہو یا خاوند مجبوب ہو یا بیوی صغیر سن ہو یا اوسکو رتق کی بیماری ہو یا اون دونون مین چار مہینہ کی مسافت ہو اور ان اسباب کی وجہ سے مدت ایلار کی اندر خاوند اوس سے صحبت نہ کرسکے مگر اوس مدت مین خاوند کہدے کہ مین نے اوسکی طرف رجوع کرلیا اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ عذر جبسے ایلاء کیا ہے اور جبتک اوسکی مدت گذری ہے برابر موجود رہا ہو تو ہمارے نزدیک بخلاف امام شافعی رح کے ایلا ساقط ہو جائیگا اور اوسکا رجوع کرنا صحیح ہوگا

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

(۴۵۱) قيد بقوله فى المدة وبقوله واستمر العذر لان العجز لو زال فى المدة او وجد الفئ بعدها لم يصح اتفاقا۔

(۴۵۱) مدت ایلار کے اندر یہ بات کہنے اور اس عذر کے برابر پائے جانیکی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر مدت کے اندر یہ عذر جاتا رہا یا بعد انقضاء مدت کے اوس نے یہ بات کہی تو بالاتفاق صحیح نہین ہے۔

(۴۵۲) له ان الطلاق فى الايلاء لدفع الظلم عنها بمنعه حقها وهو الوطئ فلا يكون الفئ باللسان ايفاء لحقها ولهذا لا يحنث به ولنا انه لو كان قادرا على الجماع وقت الايلاء لثبت حقها فيه ولكان فيئه بايفاء حقها ولكنه عاجز عنه ولا حق لها

(۴۵۲) امام شافعی رح کی دلیل یہ ہے کہ ایلاء کے اندر دفع ظلم کی وجہ سے یعنی حق جماع تلف کرنیکے سبب سے طلاق واقع ہوتی ہے پس صرف زبان سے کہدینے سے اوسکا حق ادا نہو گا جبتک کہ جماع نہ کرے اسیواسطے زبانی کہدینے سے اوسکی قسم نہین ٹوٹتی۔ اور ہماری یہ دلیل ہے کہ اگر ایلار کے وقت وہ جماع پر قادر ہوتا تو عورت کا حق جماع مین ثابت ہوتا اور پھر ایلار سے رجوع کرنا بھی ایفار حق پر موقوف ہوتا مگر وہ تو صورت مذکورہ مین وقت

فيه ولهذا لا يملك مطالبته فلما كان ايلاء العاجز بذكر منع جماعها صار ارضاؤها بوعد جماعها لان التوبة يكون بحسب الجناية وعدم تحقق الحنث بالفيء باللسان لانه غير المحلوف عليه

ایلاء کے جماع پر قادر ہی نہیں ہے تاکہ اوسکا حق جماع ثابت ہو اسیواسطے عذر کی صورتمین عورت اوس سے مطالبہ جماع کا نہین کر سکتی پس جس طرح عاجز عن الجماع کا ایلاء ترک جماع کے ذکر کرنیسے تہا اسیطرح اوسکا ایفاء یہ ہوگا کہ زبان سے جماع کا وعدہ کرلے اسواسطے کہ توبہ بقدر گناہ کے ہوتی ہے۔ اور زبان سے رجوع کرنیمین قسم اسلیے نہین ٹوٹتی کہ جس بات پر قسم کہائی ہے وہ اور ہے اور زبان سے جو اوسنے الفاظ نکالے

(۴۵۳) فان قدر على الجماع فيها اي في المدة بعد الفيء باللسان لزم الفيء به اي بالجماع لانه قدر على الاصل قبل حصول المقصود بالخلف فيبطل كالمتيمم اذا راى الماء قبل اتمام الصلوة۔

(۴۵۳) اگر مدت ایلاء کے اندر جماع پر اوسکو قدرت ہوگئی اور زبان سے بہی رجوع کرچکا تہا تو اب جماع کرنیسے اوسکا رجوع ثابت ہوگا اسواسطے کہ جانشین یعنی رجوع باللسان سے ہنوز مقصود حاصل نہین ہوا تہا کہ اصل یعنی جماع پر اوسکو قدرت ہوگئی لہذا وہ قائممقام طرب باطل ہوجائیگا جس طرح تیمم کرکے نماز پڑہتے ہو والاقبل اتمام نماز کے پانی دیکہلے تو تیمم باطل ہوجاتا ہے اور بعد کو نہین باطل ہوتا۔

(۴۵۴) ولو كان محرما اي اذا آلى المحرم من امرأته وبين ايلائه وتمام الحج اربعة اشهر ففاء بالقول ابطلناه اي قلنا فيئه غير جائز حتى اذا تمت المدة ولم يفئ بالجماع بانت منه۔

(۴۵۴) اگر ایک شخص نے اپنی احرام کی حالتمین بیوی سے ایلاء کیا اور اسوقت سے حج کے پورا ہونے مین چار ماہ باقی ہین ان چار ماہ کے اندر زبان سے اوس نے رجوع کرلیا تو ہمارے نزدیک اوسکا رجوع کرنا باطل ہے حتی کہ اگر چار ماہ گذر گئے اور جماع نہ کیا تو عورت پر طلاق بائن ہوجائیگی۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(۴۵۵) وقال زفر يجوز فيئه لانه ممنوع عن الجماع شرعا فصار كالممنوع حسًّا بالمرض۔

(۴۵۵) امام زفر رح فرماتے ہین اوسکا رجوع کرنا صحیح ہے اسواسطے کہ جس طرح حالت مرض مین ظاہر مین اوس سے جماع نہین ہوسکتا اسیطرح حالت احرام مین شرعًا وہ جماع نہین کر سکتا۔

(۴۵۶) ولنا انه قادر عليه حقيقة والشرط في جواز الفيء باللسان العجز عنه حقيقة۔

(۴۵۶) ہماری دلیل یہ ہے کہ حقیقت مین تو وہ جماع پر قادر ہے اور زبان سے رجوع اوس شرط کے ساتھ صحیح ہوسکتا ہے کہ حقیقةً جماع پر قادر نہو۔

(۴۵۷) او مريضا اي لو آلى المريض

(۴۵۷) اگر حالت مرض مین ہمیشہ کے لیے اپنی بیوی سے

مولیًا فلم یفئ به ای لم یرجع الیها بلسانه حتی انقضت مدة الایلاء فبانت ثم صح ادنیٰ مدة وهو یوم او یومان او ثلثة کذا فی الجامع الکبیر ولم یطأها ثم مرض فتزوجها ثم فاءه ای بالقول فی المدة یجیزه ای ابو یوسف الفئ حتی لو مضت المدة من وقت النکاح الثانی لا تبین منه لان الایلاء وجد منه وهو مریض وعاد حکمه وهو مریض وفی زمان الصحة کانت مبانة لا حق لها فی الوطی ولا یعود فیه حکم الایلاء۔

ایلاء کیا اور پہر زبان سے رجوع نہین کیا حتے کہ مدت ایلاء گذر گئی اور عورت اوس سے جدا ہوگئی اور پہر تہوڑی سی مدت یعنے ایک یا دو یا تین روز جیسا کہ جامع کبیر مین مذکور ہی صحیح سالم رہکر بیمار ہوگیا اور اوس سے نکاح کیا اور چار مہینہ کے اندر اوس سے رجوع بالقول کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح ہے حتے کہ اگر نکاح ثانی کے بعد چار ماہ بدون جماع کے گذر گئے تو عورت پر طلاق بائن نہوگی اسواسطے کہ جب ایلاء کیا ہے اوسوقت مریض تہا اور جب پہر ایلاء کا حکم ثابت ہوا ہے اوسوقت مین بہی بیمار ہے اور جس وقت مین وہ صحیح ہوگیا تہا اوسوقت مین عورت اوس سے علیحدہ تہی اور اوسکو حق وطی نہ تہا اور نہ ایلاء کا حکم ثابت ہوا تہا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(۴۵۸) وابطله ای محمد الفئ لانه کان قادرا علی الفئ باللسان قبل البینونة فلم یفی ثم صار فی زمان صحته قادرا علی الجماع ومتی قدر علی الاصل فی شئ من مدة الیمین بطل الفئ باللسان لان هذه المدة مدة الایلاء۔

(۴۵۸) امام محمد رح کے نزدیک زبان سے رجوع کرنا باطل ہی اسواسطے کہ قبل طلاق بائن واقع ہونیکے وہ زبان سے رجوع کرسکتا تہا مگر اوسنے رجوع نہین کیا اور پہر زمانہ صحت مین وہ جماع پر قادر ہوگیا اور مدت ایلاء کے اندر اگر کسی جزء مین بہی اصل جماع پر قادر ہوجاتا ہے تو زبانی رجوع بالکل باطل ہوتا ہے پس یہان رجوع زبانی باطل ہوگا اسواسطے کہ یہ مدت بہی ایلاء کے ہی مدت ہی۔

(۴۵۹) وفی التبیین الاصح قول ابی یوسف

(۴۵۹) تبیین مین مذکور ہے زیادہ تر صحیح امام ابو یوسف رح

(۴۶۰) ولنسائه الاربع قال والله لا اقرب احد لکن قصرنا الایلاء علی واحدة وقال زفر صار مولیا منهن جمیعًا حتی لو مضت اربعة اشهر ولم

(۴۶۰) اگر ایک شخص کی چار بیویان ہین اور اون سے کہا واللہ لا اقرب احد لکن یعنے خدا کی قسم مین تم چار سے ایک کے پاس نہ جاؤنگا تو ہمارے نزدیک صرف ایک سے ایلاء ہوگا اور امام زفر رح فرماتے ہین

يقرب احدا منهن بانت واحدة وعلى الزوج تعيينها عندنا وتبين كلهن عنده لان قوله احداكن وواحدة منكن سواء فلو قال لا اقرب واحدة منكن يصير موليا منهن جميعا وكذا هذا

اون چارون سے ایلاء ہو جائیگا پس اگر چار ماہ گذر گئے اور کسی سے صحبت نہ کی تو ہمارے نزدیک ایک پر طلاق واقع ہو جائیگی اور خاوند کو اوس ایک کا معین کرنا پڑیگا اور امام زفر رحمۃ کے نزدیک سب پر طلاق بائن واقع ہوگی اسواسطے کہ احداکن اور واحدة منکن کا ایک ہی حال ہے اور اگر کوئی شخص واللہ لا اقرب واحدة منکن کہے تو بالاتفاق سب سے ایلاء ہو جاتا ہے اسیطرح یہاں بھی ہونا چاہیے۔

(٤٦١) ولنا ان احداكن معرفة فلا تعم ولهذا لم يصح ان يقال لكل احد لهن على درهم واما واحدة منكن نكرة في موضع النفي فتعم ولهذا صح ان يقال لكل واحدة منهن على درهم۔

(٤٦١) ہماری دلیل یہ ہے کہ احداکن معرفہ ہے لہذا عام نہوگا اسیواسطے نہیں کہسکتے لکل احد لهن علی درهم اور واحدة منکن نکرہ ہے اور موضع نفی میں واقع ہے لہذا عام ہوگا اسیواسطے کہسکتے ہیں لکل واحدة منهن علی درهم۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

(٤٦٢) ولا اقربكن اي لو قال لنسوته الاربع لا اقربكن جعلناه موليا عليهن في الحال حتى لو مضت اربعة اشهر تبين جميعا لا على الرابعة بعد وطء الثلث اي قال زفر لا يكون موليا ما لم يطأ ثلثا منهن وهو القياس لان الحنث انما يقع اذا وطئ الكل فقربان الثلث يمكنه بغير حنث فلا يكون موليا عليهن فيصير موليا على الرابعة فصار كما اذا قال ان قربت ثلثا منكن فوالله لا اقرب الرابعة۔

(٤٦٢) اگر ایک شخص نے اپنی چار بیویوں سے کہا خدا کی قسم میں تم سے صحبت نہ کرونگا تو ہمارے نزدیک فی الحال سب سے ایلاء ہو جائیگا اور چار ماہ گذرنیکے بعد بر تقدیر صحبت نہ کرنیکے سب پر ایک طلاق بائن ہو جائیگی اور امام زفر رحمۃ فرماتے ہیں جبتک اون تین سے تین کے ساتھہ صحبت نہ کرلیگا ایلاء نہوگا اور تین سے صحبت کرنیکے بعد بھی صرف چوتھی سے ایلاء ہوگا اور یہی قول قیاس کے اسواسطے کہ اوسکی قسم صورت مذکورہ میں چارون سے صحبت کرنے کے بعد ٹوٹیگی اور تین سے بلا اسباب کہ قسم ٹوٹے صحبت کرسکتا ہے پس اون تینون سے ایلاء نہوگا اور صرف چوتھی سے ایلاء ہوگا اور ایسا ہو جیسے کہتا اگر تم میں سے تین کے ساتھہ میں صحبت کرلوں تو بہ خدا کی قسم چوتھی کے ساتھہ

(٤٦٣) ولنا انه قصد الاضرار بهن

(٤٦٣) ہماری دلیل یہ ہے کہ اونکا حق روک کر اونکو

بمنع حقهن فیکون مولیا علیهن فلما لم یوجد وطء جمیعهن لا یتحقق الحنث واذا وجد یضاف الحنث الی وطء کلهن لا الی الرابعة بخلاف ما قاس علیه لانه یمین معلقة فلا ینعقد مالم یوجد شرطها وهو وطء الثلث۔

ضرر پہونچانا چاہا ہے لہذا اسب کے ساتھ ایلاء ہوگا اور جبتک اون چاروں سے صحبت نہوگی جبتک حانث نہوگا یعنی قسم نہ ٹوٹے گی اور چاروں سے صحبت کرنے کے بعد ہر ایک کی صحبت کے ساتھ اوس قسم کے ٹوٹنے کی نسبت ہوگی نہ صرف چوتھی کی طرف بخلاف مقیس علیہ کے اسواسطے کہ وہ ایک قسم معلق بالشرط ہے جبتک اوسکی شرط یعنی تین کے ساتھ صحبت نہ پائی جائیگی وہ نہیں پائی جاسکتی۔

(۴۶۴) انما قال مولیا علیهن ولم یقل منهن اشارة الی ان الایلاء حقه ان یستعمل بعلی لانه بمعنی الحلف وهو لا یستعمل بمن والی ان استعماله بمن کما شاع فی عبارة الفقهاء لیس کما ینبغی واما من نسائهم فی قوله تعالی للذین یؤلون من نسائهم لیس بمتعلق بیؤلون بل خبر لمبتداء نکرة بعده وهو تربص اربعة اشهر فتقدیر الایة والله اعلم للذین یحلفون علی ترک قربان نسائهم تربص اربعة اشهر من نسائهم هذا حاصل شرح المصنف واقول یحمل استعمال الفقهاء علی تضمینهم الایلاء بمعنی الاجتناب والتضمین باب واسع فتخطیتهم لیس کما ینبغی۔

(۴۶۴) مولیا علیهن کہا اور مولیا منهن نہ کہا تاکہ معلوم ہوجائے کہ اصل میں ایلاء کا لفظ علے کے ساتھ استعمال ہونا چاہئے کیونکہ وہ حلف کے معنی میں ہے اور حلف کا استعمال لفظ من کے ساتھ نہیں ہوتا اور تاکہ یہ بات بھی معلوم ہوجائے کہ اوسکا استعمال لفظ من سے جو فقہا کی عبارتوں میں چلا آتا ہے وہ نامناسب بات ہے اور قرآن میں جو اس آیت کے اندر لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ایلاء کا استعمال لفظ من کے ساتھ معلوم ہوتا ہے تو یہاں پر مِنْ نِّسَآئِهِمْ۔ یولون کے متعلق نہیں ہے بلکہ اوسکے بعد جو نکرہ ترکیب میں مبتدا واقع ہوا ہے اوسکی یہ خبر مقدم ہے یعنی تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ اور اصل معنی آیت کے یہ ہیں واللہ اعلم لِلَّذِيْنَ يَحْلِفُوْنَ عَلٰى تَرْكِ قُرْبَانِ نِسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ یہ مصنف رح کی شرح کا حاصل ہے مگر میں کہتا ہوں کہ فقہا کا استعمال بھی باین طور صحیح ہوسکتا ہے کہ اونہوں نے اسواسطے من کے ساتھ استعمال کیا ہے کہ ایلاء کے اندر اجتناب کے معنی پائی جاتی ہیں اور اجتناب کا صلہ من ہوا کرتا ہے اور تضمین میں بہت کچھ گنجائش ہے پھر فقہاء کا تخطیہ کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

(۴۶۵) او احد کما ای لو قال لزوجیة

(۴۶۵) اگر اپنی دو بیویوں سے کہا واللہ لا اقربہ احدکما

واللہ لا اقرب احد یکما فمضت المدۃ
بانت واحدۃ اتفاقا والیہ البیان
ولو بین قبل المدۃ لا یصح کما لو علق
طلاق احدیٰہن بمجی الغد ثم بین قبل الغد۔
(۶۶۴) فلو بین بعد المدۃ حتی انصرف
الطلاق الیہا ثم مضت اربعۃ
اشہر اخری فعند ابی یوسف لا تبین
امرأۃ اخری وقالا بانت واحدۃ
من امرأتیہ الاخری من الحقائق۔
فاذا مضت مدۃ اخری
ای اربعۃ اشہر لا یحکم ابو یوسف
بینونۃ الاخری وقالا تبین لان
الیمین باقیۃ ما لم یحنث ولما زالت
مزاحمۃ الاولی بعد مضی المدۃ
تعینت الاخری للایلاء کما لو ماتت
احدیٰہما وله انه الیٰ من احدٰہما
لا منہما واحدی لیست بنکرۃ
حتی تعم لانہا مضافۃ فتعینت
الاولی للایلاء فلا تبین اخری
(۶۶۵) وتعتبر النیۃ فی قوله لامرأته
انت علیّ حرام لانه مجمل وبیانه
علی المجمل فاذا اراد الکذب او الظہار
صدق اما الکذب فلانه وصف
المحللۃ بالمحرمۃ فکان کذبا حقیقۃ
واما الظہار فلانه محتمل کلامه

یعنے خدا کی قسم مین تم دو کی ایک کے ساتھ صحبت نکرونگا اور
بغیر صحبت کے چار ماہ گذر گئے تو بالاتفاق ایک پر طلاق بائن
ہوجائیگی اور خاوند کو اوس ایک کا بیان کرنا پڑیگا اور اگر قبل
مدت کے بیان کر دیا تو صحیح نہوگا جسطرح اونمین سے بلا تعیین
ایک کے طلاق کو کل کے دن آنیکی ساتھ معلق کیا اور کل سے پیشتر اوسکو بیان کر دیا
(۶۶۴) صورت مذکورہ مین اگر بعد انقضاء
مدت کے خاوند نے اوس ایک کو بیان کر دیا تو اوسیکے اوپر
طلاق واقع ہوجائیگی پھر اسکے بعد چار ماہ اور گذرے اور
اور دوسری سے صحبت نہین کی تو امام ابو یوسف رح
ایک کے اوپر طلاق بائن ہوجانیکے بعد جب
چار مہینے اور گذر گئے تو امام ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے
دوسری پر طلاق بائن نہین واقع ہوتی کہ اوس نے صرف
ایک سے ایلا کیا ہے دونون سے ایلا نہین کیا ہے اور
احدیکن مین احدی کا لفظ نکرہ نہین ہے تاکہ دونونکو شامل
ہوجائے کیونکہ معرفہ کی طرف مضاف ہے لہذا پہلی
طلاق کے واسطے متعین ہوگی اور دوسری پر طلاق
نہ واقع ہوگی اور امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب
کی دلیل یہ ہے کہ جبتک قسم کو نہ توڑیگا قسم بدستور باقی
رہیگی اور جب انقضاء مدت کے بعد پہلی کی مزاحمت
(۶۶۵) اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا
تو میرے اوپر حرام ہے تو اوسمین اوسکی نیت کا اعتبار ہوگا
اسواسطے کہ یہ ایک مجمل کلام ہے جس نے اپنی زبان سے
ایسا کلام نکالا ہے اوسیکو بیان بھی کرنا پڑیگا پس
اگر اوس نے جھوٹ موٹ کہہ دینے یا ظہار کا ارادہ کیا ہے
تو اوسکی تصدیق کیجائیگی کذب مین تو اسواسطے کہ اوس نے

لان الظهار فيه حرمة فان نواه صح۔

حلال عورت کو حرام بتایا تو یہ فی الحقیقت جھوٹ ہے اور ظہار میں اسواسطے کہ اوسکے کلام میں ظہار کا احتمال ہے۔

(٤٦٨) اعلم ان المذكور فی المتن قول ابی حنيفة وابی يوسف وقال محمد لا يكون ظهارا كذا قاله المصنف فی شرحه ليت شعری لم ترك الخلاف فيه۔

(٤٦٨) جاننا چاہیئے کہ یہاں پر امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رح کا قول ذکر کیا گیا ہے مگر امام محمد رح کے نزدیک ظہار نہوگا چنانچہ مصنف رح نے اپنی شرح میں اسکو بیان کیا ہے اور نہیں معلوم کہ مصنف رح نے یہاں اختلاف کو کیوں نہیں ذکر کیا کاش ہمکو یہ معلوم ہوجاتا۔

(٤٦٩) او الطلاق ای لو قال اردت منه الطلاق كان بائنا لانها من الفاظ الكنايات او التحريم۔

(٤٦٩) اگر اوس نے اس سے طلاق کی نیت کی ہو اور اوس نے بیان کیا کہ میں نے تو طلاق کی نیت کی تھی تو طلاق باین ہوجائیگی اسواسطے کہ وہ الفاظ کنایات میں سے ہے۔

(٤٧٠) او خلا عن نية ای لو قال لم اردت شيئا كان موليا لان تحريم الحلال يمين۔

(٤٧٠) اور اگر حرام کرنیکا ارادہ کیا یا اوس نے کہا کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں مراد لیا تو یہ ایلاء ہوجائیگا اسواسطے کہ حلال کو حرام کرنا قسم ہے۔

(٤٧١) وصرفه ای تحريم الحلال المتاخرون الی الطلاق من غير نية لان اطلاقه فی عرف الناس طلاق ولهذا قالوا لو نوی غيره لا يصدق قضاء۔

(٤٧١) متاخرین نے اب یہ بات قرارداد کرلی ہے کہ حلال کا حرام کرنا طلاق ہے اگرچہ طلاق کی نیت نہ کی ہو اسواسطے کہ عرف میں جب حرام کرنے کا لفظ بولا جاتا ہے تو طلاق ہی مراد ہوتی ہے اسیواسطے وہ کہتے ہیں کہ بجز طلاق کے کسی چیز کی نیت عند القاضی معتبر نہوگی۔

(٤٧٢) وفی المحيط لو قال انتما علیّ حرام يكون موليا من كل واحدة منهما ويحنث بوطئ كل منهما ولو قال والله لا اقربكما لا يحنث الا بوطئهما والفرق ان هتك حرمة اسم الله لا يتحقق الا بقربانهما وفی قوله انتما علیّ حرام صار ايلاء باعتبار

(٤٧٢) محیط میں مذکور ہے اگر ایک شخص نے دو بیویوں سے کہا تم دونو میرے اوپر حرام ہو تو ہر ایک سے ایلا ہوجائیگا اور ہر ایک کے ساتھ صحبت کرنے سے حانث ہوجائیگا یعنی اوسکی قسم ٹوٹ جائیگی اور اگر یہ کہا کہ خدا کی قسم میں تم دونوں سے صحبت نکرونگا تو جبتک دونوں سے نہ صحبت کرے حانث نہوگا اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ اس صورت میں دونوں کو ساتھ

معنى التحريم وهو موجود في حق كل منهما۔

صحبت کر نیسے خدا کی ہر ترکی نام کا ہتک اُسکی طرف پایا جائیگا اور پہلی صورتمین تحریم یمعنی کے اعتبار سے اوسکو ایلاء قرار دیا ہی اور وہ دونون کے حقمین موجود ہی۔

(۴۷۳) وفي النوازل لو قال حلال الله علي حرام ان افعل كذا ففعل فان كانت له امرأة طلقت لان مطلق هذا ينصرف الى النساء عرفا وان لم يكن له امرأة ثم تزوجها يلزمه الكفارة اذا فعل لانه تعذر صرفه الى المرأة فجعل يمينا لان تحريم الحلال يمين۔

(۴۷۳) نوازل مین مذکور ہی اگر ایک شخص نے کہا اگر مین یہ کام کرون تو خدائے تعالے کا حلال کیا ہوا میرے اوپر حرام ہی اور اوسنے وہ کام کیا پس اگر کہتے وقت اوسکی بیوی موجود ہی تو اوسپر طلاق واقع ہوجائیگی اسواسطے کہ عرفاً یہ حرمت عورتون کی طرف ہی منسوب ہوا کرتی ہی اور اگر اوسوقت بیوی نہین تھی مگر پھر نکاح کیا تو اوس کام کے کرنیسے اوسپر کفارہ واجب ہوجائیگا اسواسطے کہ عورت کی طرف تو اوس حرمت کی نسبت کر ہی نہین سکتے لہذا قسم سمجھی جائیگی کیونکہ حلال کا حرام کرنا قسم ہی۔

فصل في الخلع

فصل خلع کے بیان مین

(۴۷۴) وهو في اللغة بفتح الخاء بمعنى ازالة شئ عن شئ وفي الشرع بضم الخاء اسم لازالة ملك النكاح باخذ المال۔

(۴۷۴) لغت مین خَلع بفتح خاء کے معنی ایک چیز کا ایک چیز سے دور کرنا اور شرع مین خُلع بضم خاء کچھ مال لیکر ملک نکاح کے زائل کرنیکا نام ہی۔

(۴۷۵) واذا افتدت المرأة نفسها بمال يخلعها عليه اي يزيل الزوج نكاحها على ذلك المال ففعل بان قال خالعتك او بارأتك او طلقتك على كذا او بعت نفسك بكذا فوقعت طلقة لقوله عم الخلع تطليقة بائنة لان لفظه كناية ولو قال لم ارد به طلاقا لا يسمع قضاء لان ذكر المال دليل على قصده ولهذا استغنى فيه عن النية۔

(۴۷۵) اگر ایک عورت نے اپنی جان کے بدلہ مین خاوند کو خلع کرنے کی غرض سے کچھ مال دیا اور خاوند نے اوس سے یہ کہکر خلع کرلیا کہ مین نے تجھسے اسقدر مال پر خلع کرلیا یا تجھکو رہا کردیا یا طلاق دیدی یا فروخت کردیا تو ایک طلاق واقع ہوجائیگی اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی خلع ایک طلاق ہی اور یہ طلاق بائن ہوگی کیونکہ یہ الفاظ کنایہ مین سے ہی اور اگر اوس نے کہا کہ مین نے طلاق نہین مراد لی تو عند القاضی اوسکا قول معتبر نہوگا اسواسطے کہ مال کا ذکر کرنا اوسکے قصد طلاق کے اوپر دلیل ہی اسی سبب سے اوسمین نیت کی ضرورت نہین ہی۔

ولو خالع ولم یذکر بدلا وقال لم انو به الطلاق یصدق کذا فی الذخیرة۔

اگر خلع کیا اور عوض کو اوسکے ساتھ ذکر نہ کیا اور پھر کہا کہ مین نے اوس سے طلاق کا ارادہ نہین کیا تھا تو اوسکا اعتبار ہوگا (کذا فے الذخیرة)

(۴۷۶) ولزمها المال لانه لم یرض بخروج البضع عن ملکه الابه۔

(۴۷۶) خلع کر نیسے عورت کے اوپر مال کا دینا لازم ہوجائیگا اسواسطے کہ بعوض مال کے اوسکا خاوند ازالۂ ملک بضع سے راضی ہوا ہی اور بدون اوسکے راضی نہین ہی۔

(۴۷۷) ولم یجعله ای الخلع فسخا وقال الشافعی انه فسخ لاینقص به عدد الطلاق وفی اصح قولیه انه یوافقنا۔

(۴۷۷) ہمارے نزدیک خلع طلاق ہی اور امام شافعی کے نزدیک خلع طلاق نہین ہے بلکہ فسخ نکاح ہی اور طلاق کے عدد مین اوس ہی کمی نہین ہوتی مگر زیادہ تر صحیح روایت اون سے یہی ہی کہ وہ ہمارے اس بات مین موافق ہین۔

(۴۷۸) له قول ابن عباس الخلع فسخ ولنا مارویناه وهو مروی عن عمر وعلی موقوفا ومرفوعا وروی ان ابن عباس رجع عن ذلک القول ذکره فی المبسوط۔

(۴۷۸) امام شافعی رح کی دلیل یہ ہی کہ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہی کہ خلع فسخ نکاح ہی اور ہماری دلیل وہی روایت ہی جو ہم بیان کر چکے اور وہ روایت حضرت عمر رض اور حضرت علی رض سے موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہی اور ایک روایت مین آیا ہی کہ حضرت ابن عباس رض نے اپنے اس قول سے رجوع فرمالیا

(۴۷۹) فان کان هو الناشز کره له اخذ العوض لقوله تعالیٰ وان اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احدٰهن قنطارا فلاتاخذوا منه شیئا۔

(۴۷۹) اگر عورت فرمانبردار ہی مگر خود خاوند اوسکو تنگ کرتا ہی اسواسطے وہ خلع چاہتی ہی تو خاوند کو خلع کے بدلہ مین مال لینا مکروہ ہی لقوله تعالے وان اردتم الآیتہ یعنے اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم نے اونمین سے ایک کو بہت سا رامال دیا ہو تو اوس مین سے تم کچھہ مت لو

(۴۸۰) او هی ای ان کانت هی ناشزة فان یاخذ ای کره له ان یاخذ اکثر مما اعطاها لما روی ان امرأة ثابت بن قیس حین ارادت الفرقة قال عم لها

(۴۸۰) اگر عورت کیطرف سے نافرمانی ہی تو اسکو یہ بات مکروہ ہی کہ جسقدر اوسکو دیا ہی اوس سے زیادہ لیلے اسواسطے کہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ جب ثابت بن قیس کی بیوی نے خاوند سے علحدگی چاہی تو آنحضرت

اتردین علیه حدیقته قالت نعم وزیادة فقال ع م اما الزیادة فلا والنهی فی الآیة والحدیث محمول علی الکراهة لان قوله تعالی فلا جناح علیهما فیما افتدت به باطلاقه یعارضه۔

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گیا تو اوسکا مہر اوسکو واپس دیتی ہو تو اوس نے عرض کیا جی ہان بلکہ اوس سے زیادہ تو آپ نے فرمایا زیادہ تو نہین یعنی اوس سے زیادہ نہ واپس ہوگا اور نہی آیت اور حدیث کا اندر کراہت پر محمول ہو اسواسطے کہ آیۃ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ بسبب اپنی اطلاق کے اوسکی معارض ہو۔

(۴۸۱) ولو خالع بشرط الخیار لنفسه کقوله خالعتك علی انی بالخیار ثلثة ایام فقبلت بطل الخیار اتفاقا۔

(۴۸۱) اگر خاوند نے کہا مین تجھسے اس شرط پر خلع کرتا ہون کہ تین روز تک مجھکو اختیار رہے اور عورت نے کہا مجھے منظور ہی تو بالاتفاق خاوند کو اختیار نہوگا۔

(۴۸۲) او لها ای لو قال خالعتك بکذا علی انك بالخیار ثلثة ایام فقبلت فهو ای الخیار جائز عند ابی حنیفة۔

(۴۸۲) اگر خاوند نے اوس سے کہا مین تجھسے اس شرط پر خلع کرتا ہون کہ تین روز تک تجھکو اختیار رہے اور بیوی نے منظور کر لیا تو امام صاحب رح کے نزدیک تین روز تک عورت کو اختیار رہیگا۔

(۴۸۳) وقالا لا یجوز لان الخلع من جانبه فی معنی تعلیق الطلاق بقبول المال وهو یمین و لهذا لا یملك الرجوع بل یبقی معلقا بقبولها ویصح تعلیقه واضافته کما لو قال اذا قدم فلان او جاء غد فقد خالعتك والخیار بعد الانعقاد انما یکون للفسخ والیمین لا یقبل الفسخ وکذا شرطها وهو القبول من جانبها۔

(۴۸۳) صاحبین رح فرماتے ہین اوسکو اختیار ثابت نہوگا اسواسطے کہ خلع فی الحقیقت خاوند کیطرف سے قبول مال کے ساتھ طلاق کا مشروط کرنا ہی اور وہ قسم ہی اسیواسطے اوس سے رجوع نہین کر سکتا بلکہ عورت کے قبول کرنے پر معلق رہیگا اور اوس کا کسی شرط کے ساتھ معلق کرنا اور کسی چیز کیطرف منسوب کرنا صحیح ہی جیسے یہ کہے جب فلان شخص آئے یا کل کا دن آئے تو مین نے تجھسے خلع کر لیا اور انعقاد عقد کے بعد اختیار فسخ کرنیکے لیے ہوتا ہی اور یمین قابل فسخ نہین ہوتے اسیطرح اوسکی شرط یعنی عورت کا قبول کرنا بھی قابل فسخ نہین ہے

(۴۸۴) وله ان الخلع من جانبها

(۴۸۴) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہو کہ خلع

تملیک مال بعوض ولهذا یصح رجوعها قبل قبوله ویبطل بقیامه قبله وکون الخیار للفسخ بعد الانعقاد ممنوع بل هو مانع من الانعقاد فی حق الحکم وکونه شرطا لیمین الزوج لا یمنع ان یکون معاوضة فی نفسه کما اذا قال ان بعت هذا فعبدی حر فان البیع شرط لعتق العبد وهو فی نفسه معاوضة۔

(۴۸۵) ونلحق بها ای بالمختلعة صریح الطلاق فی العدة وقال الشافعی لا یلحق۔

(۴۸۶) قید بصریح الطلاق لان البائن لا یلحقها عندنا ایضا الا ان یکون معلقا بالشرط قبل البینونة وفی المصفی الطلاق الذی یلحق البائن لا یکون رجعیا وهذا بناء علی ان الخلع فسخ عنده فلم یبق محلا للطلاق کما لو فسخ النکاح بسبب عدم الکفاءة او بخیار البلوغ والعتق وطلاق عندنا فیلحقه الصریح۔

(۴۸۷) ولو طلقها علی مال فقبلت

(۴۸۸) قید بقبولها لان العوض لا یجب بلا قبولها لزمها وبانت لان الزوج یملک العوض فوجب

عورت کیطرفسے تملیک مال بعوض ہی اسیواسطے خاوندکے قبول کرنیسے پہلے وہ رجوع کر سکتی ہی اور اگر قبل از قبول اوس مجلس سے خاوند کھڑا ہو جائے تو پھر عورت رجوع نہیں کر سکتی اور ہم اسبات کو نہیں مانتے کہ انعقاد عقد کے بعد اختیار فسخ عقد کے لیے ہوتا ہی بلکہ اختیار حکم کے حق میں انعقاد کا مانع ہوتا ہی اور عورت کے قبول کا خاوند کے قسم کے لیے شرط ہونا اسبات کا مانع نہیں ہی کہ وہ خود ایک معاوضہ ہو بلکہ وہ ایک بذاتہ معاوضہ بھی ہی اور شرط بھی ہی جسطرح کوئی شخص کہے اگر میں یہ چیز فروخت کروں تو میرا غلام آزاد ہی تو دیکھو یہاں پر غلام کے آزاد ہونیکے لیے اوس شی کے بیع شرط بھی ہی اور خود بھی ایک معاوضہ ہی

(۴۸۶) صریح طلاق کی قید اسواسطے لگائی ہی کہ صریح طلاق رجعی ہوتی ہی اور طلاق بائن تو اسکو ہمارے نزدیک بھی نہیں دیسکتے مگر جس صورتمیں اوسکے علٰحدہ ہونیسے پہلے طلاق بائن معلق بالشرط دیدی ہو اور وہ شرط اب پائی جائے مگر مصفی میں مذکور ہی جو طلاق طلاق بائن کے ساتھ ملا دیجاتی ہی وہ رجعی نہیں ہوتی اس مسئلہ میں امام شافعی رح کے اختلاف کی وجہ یہ ہی کہ اونکے نزدیک خلع فسخ ہی لہذا خلع کے بعد عورت طلاق کی محل نہ رہیگی جس طرح بسبب عدم کفوئیت کے نکاح فسخ ہو جائے یا خیار بلوغ یا خیار عتق کیوجہسے تو محلیت طلاق باقی نہیں رہتی اور ہمارے نزدیک خلع طلاق ہی لہذا طلاق رجعی اوسکے بعد دیسکتے ہیں

(۴۸۷) اگر خاوند نے کچھ مال کے عوض عورت کو طلاق دی

(۴۸۸) عورت کے قبول کرنیکی قید اسواسطے لگائی ہی کہ بدون اوسکے قبول کیے عوض واجب نہوگا اگر اعتراض کیا جائے کہ جب اوس شخص نے طلقتک علی الف کہا ہی تو اوسکی

ان تملك هي بضعها تحقيقا للمساواة فان قلت اذا قال طلقتك على الف فهو محتمل لمعنيين ان اريد به الف تقبل هي اداءه يكون خلعاً وان اريد به الف تؤديه هي يكون تعليقا لا خلعا فما الدليل على كونه خلعا قلنا ذكره في مقام المعاوضة دليل۔

(۴۸۹) وان بطل العوض فيه اي في الطلاق على مال كما اذا طلق المسلم امرأته المدخول بها على خمر او خنزير وقع الطلاق لوجود الشرط وهو قبولها كان رجعيا او في الخلع اي ان بطل العوض فيما اذا قال خالعتك على كذا كان بائنا لان العوض لما بطل في الصورتين عمل الصريح عمله والبائن كذلك ولا شيء له اي للزوج على المرأة لان ملك البضع غير متقوم حالة الخروج ولهذا قالوا لو خالع الاب ابنته الصغيرة بمالها يقع الطلاق على الاصح ولا يلزم المال بخلاف ما لو كاتب عبده على خمر حيث يجب قيمة العبد لان ملك

دو معنی ہو سکتے ہیں اگر یہ مراد ہو کہ اون ہزار کے بدلہ جنکا ادا کرنا عورت قبول کرلے طلاق دی ہے تب تو یہ خلع ہوگا اور اگر یہ ارادہ کیا ہی کہ جن ہزار کو وہ ادا کریگی تو وہ تعلیق طلاق ہوگی اور خلع نہوگا پہر اسکے خلع ہونے پر کیا دلیل ہی تو اوسکا جواب ہی کہ مقام معاوضہ مین اوسکا ذکر کرنا اسکی دلیل ہے

(۴۸۹) اگر ایک مسلمان شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو بعوض ایسی چیز کے جو مسلمان کے مملوک نہین ہو سکتے مثل شراب یا خنزیر کے طلاق دی تو ایک طلاق رجعی واقع ہو جائیگی اسواسطے کہ اوسکی شرط یعنی عورت کا قبول کرنا ثابت ہوگیا اور اگر خلع ایسی چیز کی عوض مین کیا ہے تو اوس سے طلاق بائن واقع ہو جائیگی اسواسطے کہ جب دونون صورتون مین عوض باطل ٹھہرا تو طلاق رجعی اپنا عمل کریگی اور بائن اپنا عمل کریگی اور دونون صورتون مین خاوند کو کچھہ نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ ملک بضع کی جاتے وقت کچھہ قیمت نہین ہوا کرتی ولہذا فقہاء کا قول ہے اگر کوئی شخص اپنی صغیرہ لڑکی کا اوسکے مال سے خلع کرے تو صحیح قول یہی ہے کہ طلاق واقع ہو جائیگی مگر مال دینا نہ پڑیگا بخلاف اوس صورت کے کہ ایک شخص اپنے غلام کو شراب کے عوض مین مکاتب کرے کہ اوسکی قیمت غلام کو دینی پڑیگی اسواسطے کہ مولی کے ملکیت متقوم ہے اور وہ اسبات سے راضی

المولی متقوم ولم یرض بزواله مجانا

(۴۹۰) ویجوز الخلع بما یمهر به ای بما یکون مهرا فی النکاح لان ما یصلح عوضا عن المتقوم وهو تملك البضع اولی ان یصلح عما لا یتقوم وهو زواله وکذا یجوز الخلع بما لا یمهر به کالاقل من العشرة۔

(۴۹۱) فان قالت خالعنی علی ما فی یدی وهی صفر ای یدها خالیة فخالعها فلا شئ له لانها لم تسم مالا حتی یصایر مغرورا به۔

(۴۹۲) او من مال ای لو قالت خالعنی علی ما فی یدی من مال ردت المهر الیه ای ردت المرأة مهرها علیه لانها لما سمت مالا لم یکن الزوج راضیا بزوال ملکه الا بعوض فذلك لا یصلح ان یکون مهر المثل لان البضع غیر متقومة عند الخروج فتعین ایجاب ما اخذ منه دفعا لضرر المغرور۔

(۴۹۳) او من دراهم ای ان قالت خالعنی علی ما فی یدی من دراهم لزمها ثلثة لانها اقل الجمع کما لو اقر او اوصی بدراهم۔

(۴۹۴) وکذا لو قال من الدراهم

نہین ہے کہ سفت مین اوسکی ملکیت جاتی رہے۔

(۴۹۰) جو چیز نکاح کے اندر مہر ہو سکتی ہو اوس سے خلع بہی ہو سکتا ہے اسواسطے کہ جو چیز متقوم کا بدل ہو سکتی ہو یعنے تملک بضع کا وہ اوسکے زوال کا جو ایک غیر متقوم چیز ہے بطریق اولے بدل ہو سکتی ہے اور خلع اوس چیز سے بہی درست ہے جو مہر نہین ہو سکتی جیسے قیمت مین دس درم سے کم ہے۔

(۴۹۱) اگر ایک عورت نے خاوند سے کہا جو کچہہ میرے ہاتھ مین ہو اوسکی بدلہ مجہسے خلع کرلے اور خاوند نے خلع کر لیا اور اوسکی ہاتھ مین کچہہ بہی نہ تہا تو خلع ہو جائیگا اور خاوند کو کچہہ نہ دلایا جائیگا اسواسطے کہ عورت نے نہین کہا تہا کہ اس مال کی بدلہ جو میرے ہاتھ مین ہے

(۴۹۲) اگر عورت نے کہا اس مال کے بدلہ جو میرے ہاتھ مین ہو مجہسے خلع کرے اور ہاتھ خالی نکلا تو عورت کو اپنا مہر جو خاوند نے دیا تہا واپس کرنا پڑیگا اسواسطے کہ جب اوس نے مال کا لفظ کہدیا ہے تو خاوند بلا عوض زوال ملکیت پر راضی نہین تہا اور وہ عوض مہر مثل تو ہو نہین سکتا اسواسطے کہ ملکیت سے خارج ہوتے وقت بضع کی کچہہ قیمت نہین ہوا کرتی لہذا یہی ٹہیرا کہ جو کچہہ اوس نے لیا ہے وہ واپس کر دے تاکہ خاوند ضرر سے بچ جائے

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۴۹۳) اگر کہا میرے ہاتھ مین جو دراہم ہین اونکے بدلہ مجہسے خلع کرے اور ہاتھ مین کچہہ نہ تہا تو اوسکو تین درہم دینے پڑینگے اسواسطے کہ کم سے کم جمع کے اندر تین ضروری ہین جس طرح کوئی شخص کسی کے لئے دراہم کا اقرار کرے یا کسی کو وصیت کرجائے تو تین لازم ہونگے

(۴۹۴) اسیطرح اگر من دراہم کی جگہہ من الدراہم کہدے کیونکہ

ولما كان ما في يدي مبهما لا يعرف من اي جنس هو تعين ان يكون من للبيان لا للتبعيض كقوله تعالى اجتنبوا الرجس من الاوثان۔

جو چیز ہاتھ میں ہے وہ مبہم ہے معلوم نہ تھا کہ وہ کس قسم کی چیز ہے تو یہ لفظ من بیان کے لئے ہوگا نہ تبعیض کے لئے کقولہ تعالیٰ اجتنبوا الرجس من الاوثان کہ بتوں سے ناپاکی کا بیان کیا ہے۔

(۴۹۵) او طلقني ثلثا بالف فطلقها واحدة فعليها اي فقد لزم ثلث الالف لان الباء تصحب الاعواض والعوض ينقسم على المعوض فلما طلبت ثلثا بالف صارت طالبة كل طلاق بثلث الالف۔

(۴۹۵) اگر ایک عورت نے کہا طلقني ثلثا بالف یعنی ہزار روپیہ کی عوض مجھے تو تین طلاقیں دیدے اور اوس نے ایک طلاق دی تو ہزار کا تہائی عورت کو دینا پڑیگا اسواسطے کہ لفظ (ب) عوض کی اوپر آیا کرتا ہے اور عوض معوض پر تقسیم ہوا کرتا ہے پس جب وہ نے تین طلاق کو ہزار روپیہ کے عوض میں مانگا ہے تو گویا ہر طلاق کو ایک ہزار کی ثلث سے مانگتی ہے۔

(۴۹۶) اقول لو قال لزم ثلثها لكان ابين ولم يحتج الى تقدير شيئين وهما الفعل الماضي مع قد لان الجزاء اذا كان ماضيا لا يصدر بالفاء بدون قد

(۴۹۶) میں کہتا ہوں اگر مصنف رح لزم ثلثها کہتا تو مطلب بھی خوب سمجھا جاتا اور دو چیزوں کے مقدر کرنے کی ضرورت نہ ہوتی یعنے فعل ماضی اور لفظ قد یعنے قد لزم اسواسطے کہ جب شرط کے جزا فعل ماضی ہوتا ہے تو بدون قد کی اوسکی اوپر (ف) نہیں داخل ہوتے۔

او على الف اي ان قالت طلقني ثلثا على الف فوحد اي طلقها واحدة فالطلاق رجعي عند ابي حنيفة بغير شئ اي لا يلزمها المال۔

اگر عورت نے کہا طلقني ثلثا على الف یعنی ہزار روپیہ پر مجھے تین طلاق دیدے اور اوس نے ایک طلاق دیدی تو امام ابو حنیفہ رح کی نزدیک ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور خاوند کو کچھ نہ دیا جائیگا۔

(۴۹۷) وقالا باين بثلثها اي تبين منه وعليها ثلث الالف لان على تصحب الاعواض كالباء ويقال بعتك هذا على الف فينقسم الالف هنا كما في المسئلة الاولى وكما

(۴۹۷) صاحبین رح فرماتے ہیں صورت مذکورہ میں طلاق بائن واقع ہوگی اور ہزار کا ثلث خاوند کو دیا جائیگا اسواسطے کہ (ب) کی طرح (علی) بھی عوض کے اوپر داخل ہوا کرتا ہے اور کہا کرتے ہیں بعتک ہذا علی الف یعنے ایک ہزار روپیہ پر یہ چیز میں نے تیرے ہاتھ فروخت کی ہے پس جس طرح پہلے مسئلہ میں ہزار

اذا قالت طلقنی وضرتی علی الف فطلقها وحدها قسم الالف علی مهریهما ولزمها حصتها من الالف ههنا کما فی البیع اذ اجزاء العوض ینقسم علی اجزاء المعوض۔

(۴۹۸) وله ان علی للاستعلاء وضعا فان تعذر یجعل للالزام ویقال علیه دین فان تعذر یحمل علی الشرط لمناسبة ان المعلق بالشرط وجود شیء وبالالزام وجوب شیء ومنه قوله تعالی یبایعنك علی ان لا یشرکن بالله ای بشرط ان لا یشرکن فمتی لم یتعذر الشرط لا یحمل علی المعاوضة والطلاق قابل للتعلیق فیجعل علی فیه للشرط بخلاف البیع فانه غیر قابل للتعلیق فیجعل علی فیه مجازا عن الباء للاتصال بینهما واما مسئلة الضرة فعلی الاختلاف ولئن سلم انها وفاقیة فالفرق ان علی ان جعلت للشرط فالالف کله علیها لان غرضها وقوع طلاقها ولیس لها فی طلاق ضرتها غرض صحیح وان جعلت للمعاوضة فنصفه علیها فاعتبر النصف لتیقنه

کی طلاقون پر تقسیم ہو جاتی ہو یہاں بہی ہو جائیگی اور جیسے کوئی عورت کہے مجہکو اور میرے سوکن کو ایکہزار روپیہ پر طلاق دیدو اور خاوند صرف اوسکو طلاق دیدے تو وہ ہزار روپیہ ان دونون کی مہر پر تقسیم ہو کر جسقدر اوسکے حصہ مین آتے ہونگے اوسیقدر خاوند کو دیگی جیسے بیع کی اندر اسواسطے کہ عوض کے اجزا معوض کے اجزا پر منقسم ہو جاتے ہین۔

(۴۹۸) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ اصل وضع کی اعتبار سے علی کا لفظ استعلاء کے لئے ہے پہر اگر استعلاء کے معنے کسی جگہ نہین بنتے تو الزام کرنیکے لئے ہوتا ہے جیسے علیہ دین اور اگر یہ معنی بہی نہ ہو سکتے ہون تو شرط کے لئے ہوتا ہے اور ان دونون مین یہ مناسبت ہے کہ شرط کے ساتھ ایک شے کا وجود معلق ہوتا ہے اور الزام کرنے مین اوس شے کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور اوسی قبیل سے اللہ جل جلالہ کا یہ قول ہے یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ یعنے اس شرط پر وہ عورتین تجہسے بیعت کرین کہ شرک نکرینگے تو جبتک شرط کے معنی ایک جگہ بن سکتے ہین معاوضہ کے معنے پر لفظ علی کو نہ محمول کرینگے اور طلاق ایسی چیز ہے کہ وہ مشروط بالشرط ہو سکتی ہے لہذا یہان شرط کی معنی لئے جائینگے بخلاف بیع کی کہ اوسمین قابلیت تعلیق بالشرط کے نہین ہے لہذا اوسمین علی کو مجازا (ب) کی معنی مین بسبب اون دونون کے باہمی اتصال کے لیلینگے۔ باقی رہی سوکن کی صورت تو وہ خود مختلف فیہ مسئلہ ہے اور اگر ہم اسبات کو مان بہی لین کہ اوسپر سب کا اتفاق ہے تب بہی اوسکے اوپر قیاس قیاس مع الفارق ہے۔ فارق یہ ہے کہ یہان پر اگر لفظ علی شرط کے لئے کہا جاوے تو پوری ایکہزار اوسکو دینا ہونگے اسواسطے کہ اصلی اوسکی غرض اپنی طلاق کا ہونا ہے سوکن کی طلاق ہونا تو اوسکی حقیقی ایک فضول بات ہے اور اگر معاوضہ کے لئے کہا جاوے تو ہزار کا نصف اوسکے اوپر ہونا چاہئے لہذا نصف کا ہی اعتبار کیا گیا کیونکہ نصف کی واجب ہونے مین تو کچہ شک ہی نہین ہے۔

(۴۹۹) فان قيل كيف يجعل تطليق ثلث شرطا للالف وكلمة على دخلت على المال لا على الطلاق قلنا مطلوبها الطلاق بتبعية ايصال المال به فلما كان المال غير قابل للتعليق جعل دخول على عليه كدخوله على الطلاق لاتصال بينهما

(۴۹۹) اگر اعتراض کیا جائے کہ تین طلاقون کا دینا ہزار کی شرط کس طرح ہوسکتا ہی اسواسطے کہ لفظ علی مال کے اوپر داخل ہوا ہی نہ طلاق کے اوپر تو اوسکا یہ جواب ہی کہ عورت کی غرض یہ ہی کہ خاوند اگر اوسکو طلاق دے تو وہ کچھ مال ویسکے بعد خاوند کو دیدے پس جب مال کے اندر شرط ہونیکی قابلیت نہین ہی تو اوسکے اوپر علی کا داخل ہونا ایسا ہوا جیسا طلاق پر داخل ہونا کیونکہ اونمین باہم اتصال ہی۔

(۵۰۰) او طلقي اي لو قال لامرأته طلقي نفسك ثلثا بالف او عليها اي او قال على الف فوحدت اي طلقت نفسها واحدة لم يقع شئ لانه لم يرض بالبينونة الا لتسليم جميع الالف فلو وقعت واحدة بثلث الالف لكان ضررا له بخلاف المسئلة الاولى وهي قولها طلقني على الف حيث يلزمها ثلث الالف عندهما لانها لما رضيت بالبينونة بالف فلان تكون راضية بثلث الالف اولى۔

(۵۰۰) اگر ایک شخص نے بیوی سے کہا بعوض ایک ہزار کے تو آپکو تین طلاق دیدی یا ہزار پر کہا اور اوس نے صرف ایک طلاق دیدی تو وہ ایک طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ وہ تو پورے ہزار روپیہ کے ملنے سے اوسکی علحدگی پر راضی ہوا ہے پھر اگر ایک طلاق ہزار کے ثلث کے عوض ویسکے اوپر واقع ہو جائے تو اسمین خاوند کا نقصان ہی بخلاف مسئلہ اولے کے یعنے طلقني ثلثا على الف کہ وہان پر صاحبین رح کی نزدیک ایک طلاق دینے سے ہزار کا ثلث خاوند کیلئے عورت پر لازم ہوجاتا ہے اسواسطے کہ جب ہزار کے بدلہ عورت جدا ہونے پر راضی رہے تو ہزار کا ثلث دیکر جدا ہونے پر بطریق اولے راضی ہوگی۔

(۵۰۱) او طلقني اي لو قالت طلقني واحدة بالف فثلث بتشديد اللام اي طلقها ثلثا ولم يذكر الالف فهن واقعات اي يقع الطلقات عند ابي حنيفة بغير شئ لانها سألت واحدة فخالف ما سألته بايقاع

(۵۰۱) اگر عورت نے کہا تو مجھکو بعوض ایک ہزار کے ایک طلاق دیدے اور اوس نے کہا مین نے تین طلاقین دیدین اور ہزار کا کچھ ذکر نہ کیا تو امام صاحب رح کی نزدیک یہ تین طلاقین واقع ہوجائینگی اور عورت پر کچھ دینا لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ اوس نے ایک طلاق مانگی تھی پس اوس نے تین طلاقیں دیکر عورت کی مخالفت کی اور جو اوس نے ذکر کیا ہے وہ عورت

الثلث فما ذکرہ لا یصلح ان یکون جوابا لها لان الجواب ما یکون موافقا للسؤال فکان مبتدا یا بالطلاق فلا یجب الالف۔

کے کلام کا جواب نہین ہوسکتا اسواسطے کہ جواب سوال کے مطابق ہوا کرتا ہے اور ایسا ہوا کہ گویا اپنی طرف سے تین طلاقین دین لہذا ہزار عورت کے اوپر نہ واجب ہونگے۔

(۵۰۲) والزمها الثلث ای ثلث الالف علیها ثلث الالف بازاء الواحدة لانه اجاب سوالها بایقاع الواحدة وابتدأ بزیادة الباقی۔

(۵۰۲) صاحبین رح کی نزدیک عورت کے اوپر ایک ہزار کا ثلث ایک طلاق کے بدلہ مین واجب ہوجائیگا اسواسطے کہ اوس نے ایک طلاق واقع کرکے تو اوسکے سوال کا جواب دیا اور باقی دو اپنی طرف سے بڑہا دی ہین۔

(۵۰۳) اعلم ان قوله والزمها الثلث مخالفة لما ذکر فی المصفی والکافی والجامع الصغیر لقاضی خان من انها اذا قالت طلقنی واحدة بالف فطلقها ثلثا ولم یذکر الالف فیقع الثلث بغیر شیٔ عنده وعندهما یقع واحدة بالالف وثنتان بغیر شیٔ فلو قال والزمها واحدة بالف لکان احسن واوفق۔

(۵۰۳) جاننا چاہئے کہ مصنف رح کا قول کہ صاحبین رح کی نزدیک عورت پر ثلث لازم ہوگا اوس قول کے جو مصفے اور کافی اور قاضیخان کی جامع صغیر مین مذکور ہے مخالف ہے کہ جبوقت عورت خاوند سے کہی ایک ہزار کے عوض مین مجھکو ایک طلاق دیدی اور اوس نے تین طلاقین دیدین اور ہزار کا کچھہ ذکر نہین کیا تو امام صاحب رح کی نزدیک تین طلاقین واقع ہوجائینگی اور عورت پر کچھہ لازم نہوگا اور صاحبین رح کی نزدیک ایک طلاق تو ہزار کے عوض مین واقع ہوجائیگی اور دو طلاقین بلا عوض واقع ہونگی پس اگر مصنف رح یہ کہتا کہ صاحبین رح نے ایک طلاق بعوض ایک ہزار کے اوسکو لازم کی ہے تو بہت اچھا اور بہت صحیح ہوتا۔

(۵۰۴) ولو اجابها ای الزوج امرأته فی هذه المسئلة السابقة بانت طالق ثلثا بالف اوعلیها ای اوقال علی الف فهو ای وقوع الطلاق الثلث مع لزوم المال یتوقف علی قبولها عند ابی حنیفة فما لم تقبل لا یقع لانه جعل کلامه ابتداء ایقاعا لا جوابا عنها فاذا قبلت یقع الثلث

(۵۰۴) اگر خاوند نے اس صورت کے اندر اوسکی جواب مین یہ کہا تیرے اوپر تین طلاق ہین بعوض ایک ہزار کے یا ایک ہزار پر تو امام صاحب رح کی نزدیک طلاق کا واقع ہونا اور اوسکی ساتھ مال کا لازم ہونا عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا جبتک کہ وہ قبول نہ کریگی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اوس نے یہ کلام اپنی طرف سے کہا ہے اور اوسکے کلام کا جواب نہین ہے پس جب وہ قبول کرلیگی تو تین طلاقین بعوض ایک ہزار کے واقع ہوجائینگی۔

بالف۔

(٥٠٥) وقالا ان لم تقبل طلقت واحدة فقط وعليها الف لان كلامه جعل جوابا في حق الواحدة وان قبلت طلقت ثلثا احدٰهن بالف واثنتان بغير شئ لانه مبتدئ فيهما۔

(٥٠٥) صاحبین رح فرماتے ہیں اگر اوس نے قبول نہ کیا تو صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور وہ ایک ہزار لازم ہونگے اسلئے کہ خاوند کا کلام ایک طلاق کے حق میں و سکے کلام کا جواب سمجھا جائیگا اور اگر اوس نے قبول کر لیا تو ایک طلاق ہزار کے عوض اور دو طلاقیں بلا عوض واقع ہونگی اسواسطے کہ وہ دو اوس نے اپنی طرف سے دی ہیں۔

(٥٠٦) وفي الجامع الكبير لقاضي خان انما يشترط القبول للاخيرين وان لم يقابلهما مال بصيغة المقابلة كمن قال لامرأته وهي صغيرة انت طالق بالف يتوقف على قبولها وان لم يلزمها والفرق بين هذه المسئلة والمسئلة السابقة ان الالف في كلامه لم يذكر فيما سبق وذكرت في هذه المسئلة۔

(٥٠٦) قاضیخان نے جامع کبیر میں بیان کیا ہی باوجودیکہ دو طلاقیں بلا عوض واقع ہوتی ہیں مگر چونکہ ایسے کلام سے بیان کیا ہی جسطرح سب کے مقابلہ میں ہزار ہونیکی صورت میں بیان کیا جاتا لہذا اوسکی قبول کرنیکی ضرورت ہی جس طرح کوئی اپنی بیوی سے جو صغیر سن ہی کہے کہ بعوض ایک ہزار کے تیرے اوپر طلاق ہے تو اگرچہ ہزار بیوی کو نہ دینے پڑینگے مگر طلاق جب ہی واقع ہوگی جب وہ قبول کرلے۔ اس مسئلہ میں اور مسئلہ سابقہ میں یہ فرق ہی کہ پہلے صورتمیں تو اوس نے ہزار کا ذکر جواب میں نہیں کیا ہی اور یہاں ہزار کا ذکر کر دیا ہے ——

(٥٠٧) وحكي ان محمدا رجع الى قول ابي حنيفة وعن ابي يوسف انها ان لم تقبل فهي واحدة بثلث الالف وان قبلت طلقت ثلثا بالف قال الشيخ ابو الحسن هذا هو الصحيح لان الزوج جعل الالف بازاء الثلث فان لم تقبل وقعت واحدة بثلث الالف وان قبلت وقع الثلث بها

(٥٠٧) بعض نے بیان کیا ہی کہ امام محمد رح نے امام صاحب رح کی قول کی طرف رجوع فرما لیا ہی اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر عورت نے قبول نہیں کیا تو وہ ایک طلاق واقع ہوگی اور ہزار کا ثلث لازم ہوگا اور اگر قبول کر لیا تو تین طلاقیں واقع ہونگی اور ہزار روپیہ لازم ہونگے شیخ ابو الحسن نے بیان کیا ہی یہی بات صحیح ہی اسواسطے کہ خاوند نے تین کے مقابلہ میں ہزار کو ذکر کیا ہی پس اگر قبول نکیا تو ایک طلاق ہزار کے تہائی کے عوض پڑ جائیگی اور قبول کر لیا تو ایک ہزار کے بدلے تین واقع ہو جائینگی۔

(٥٠٨) او انت طالق اي اذا قال لامرأته انت طالق وعليك الف

(٥٠٨) اگر بیوی سے کہا تیرے اوپر طلاق ہے اور تیرے اوپر ہزار روپیہ ہیں تو خواہ عورت

فهی طالق عند ابی حنیفة قبلت او لم تقبل بغیر شیٔ ای لا یلزمها شیٔ

قبول کرے یا نکرے امام صاحب رحہ کی نزدیک اوسپر طلاق واقع ہوجائیگی اور اوسپر کچھہ نہ لازم ہوگا۔

(۵۰۹) وا وقفاه علی قبولها ان قبلت یقع و یلزمها المال و الا فلا لان علی للمعاوضة و العطف غیر مانع عنه کما اذا قال اعمل هذا العمل و لك درهم او بع هذا و لك الف۔

(۵۰۹) صاحبین رحہ کی نزدیک طلاق اوسکی قبول کرنے پر موقوف ہوگی اگر قبول کرلیا تو طلاق واقع ہوجائیگی اور مال لازم ہوجائیگا ورنہ نہیں اسلیے کہ علیٰ یہ دو من اوپر کا لفظ معاوضہ کے لئے آتا ہے اور عطف اوسکی منافی نہین ہے جیسے کوئی شخص کہے تو یہ کام کردے اور تیرے بلئے ایک درم ہے یا اس چیز کو فروخت کردے اور تجھے ہزار درم ہین۔

(۵۱۰) و له ان الواو للعطف و الاصل فی الجمل الاستقلال فیقع بالجملة الاولی طلاق و لا یلزم مال بالثانیة بخلاف البیع و الاجارة لانهما لا ینفکان عن المال۔

(۵۱۰) امام صاحب رحہ کی دلیل یہ ہے کہ یہان پر حرف عطف کا پایا جاتا ہے اور اصل جملون کی اندر یہ ہے کہ مستقل ہون پس پہلے جملہ سے طلاق واقع ہوجائیگی اور دوسرے سے مال ثابت نہوگا بخلاف بیع اور اجارہ کے کہ وہ بدون مال کے ہو ہی نہین سکتے۔

(۵۱۱) او علی عبدی ای لو قال لها انت طالق علی عبدی هذا فقبلت اوقعناه من غیر لزوم قیمة۔

(۵۱۱) اگر خاوند نے اپنے غلام کیطرف اشارہ کرکے بیوی سے کہا میرے اس غلام کے عوض تیرے اوپر طلاق ہے اور اوس نے قبول کرلیا تو ہمارے نزدیک طلاق واقع ہوجائیگی اور عورت پر غلام کی قیمت نہ لازم ہوگی۔

(۵۱۲) و قال زفر یلزمها قیمة العبد لانه سمی مالا و قبلت و عجزت عن تسلیمه فلزمها قیمته کما لو سمی عبد الغیر۔

(۵۱۲) امام زفر رحہ فرماتے ہین غلام کی قیمت عورت کو دینی پڑیگی اسواسطے کہ خاوند نے ایک مال بیان کیا اور عورت نے قبول کرلیا مگر اوسکو دے نہین سکتی ہے لہذا قیمت دیگی جس طرح کسی اور کے غلام کو بتادیتا۔

(۵۱۳) و لنا ان وجوب القیمة مبنی علی صحة التسمیة و هنا لم یصح التسمیة لان المسمی فی ید مالکه و تسلیمها الیه غیر متصور بخلاف

(۵۱۳) ہماری یہ دلیل ہے کہ قیمت کا واجب ہونا اسبات پر موقوف ہے کہ اوسکا مقرر کرنا صحیح ہو اور یہان اوس غلام کو عوض مین مقرر کرنا درست ہی نہین اسواسطے کہ وہ تو مالک کے قبضہ مین موجود ہی ہے پھر اوسکی قبضہ مین دینے کے کیا معنی

عبد الغير لان تسليمه ممكن عند اجازته۔

یعنی بخلاف دوسرے کے غلام کے کہ اگر وہ دوسرا اجازت دیدے تو عورت وہ غلام خاوند کو دے سکتی ہے۔

(۵۱۴) ولو اختلعت وهی مريضة علی مال اعتبرناه من الثلث۔

(۵۱۴) اگر عورت نے اپنی بیماری کی حالت میں بعوض مال کے خاوند سے خلع کرایا ہو تو ہمارے نزدیک ثلث مال سے ہو سکیگا۔

(۵۱۵) وقال ز فيعتبر بدل الخلع من جميع المال لان البضع متقوم عند الدخول فی الملك ولهذا لو تزوج المريض امرأة بمهر مثلها يكون من جميع المال فكذا عند الخروج

(۵۱۵) امام زفر رح فرماتے ہیں کل مال سے خلع کرا سکتی ہے۔ اسواسطے کہ ملک میں داخل ہوتے وقت بضع کی قیمت ہوتی ہے ولہذا اگر کوئی مریض کسی عورت سے مہر مثل نکاح کرے تو تمام مال سے اوسکا مہر لیا جائیگا اسیطرح ملک سے خارج ہوتے وقت بھی اوسکی قیمت ہوگی۔

(۵۱۶) ولنا انه تبرع لان البضع غير متقوم حال الخروج۔

(۵۱۶) ہماری دلیل یہ ہے کہ بدل خلع کا دینا عورت کی طرف سے بطور تبرع اور سلوک کی ہے اسواسطے کہ ملک سے نکلتے وقت بضع کی کچھ قیمت نہیں۔

(۵۱۷) ثم المسمى انما يعتبر عندنا اذا ماتت بعد انقضاء العدة وان ماتت فيها فللزوج الاقل منه ومن الميراث ان كان يخرج من الثلث وان لم يخرج فلها الاقل من ميراثها ومن الثلث۔

(۵۱۷) بدل خلع جو عورت نے مقرر کیا ہے ہمارے نزدیک اوسکا جب اعتبار ہوگا کہ جب انقضاء عدت کے بعد عورت کا انتقال ہو اور اگر عورت کا اندر عدت کے انتقال ہو تو خاوند کو بس مقرر کی ہوئی اور میراث میں جو کم ہوگا وہ دیا جائیگا بشرطیکہ وہ ثلث سے نکلتا ہو اور اگر ثلث سے نہ نکلے تو اوسکا حصہ دیا جائیگا مگر جب کہ تہائی سے اوسکا حصہ نکلتا ہو اور اگر تہائی سے۔

(۵۱۸) والمبارأة بالهمزة وتركها خطاء وهی ان يقول لامرأته برئت من نكاحك بكذا وتقبله هی والخلع يسقط بهما حقوق النكاح عند ابی حنيفة من الجانبين ای لا يبقى لاحدهما على الآخر دعوى فی المهر

(۵۱۸) مبارأت یعنی اپنی بیوی سے کہنا کہ اتنے مال کے عوض میں تو اپنے نکاح سے رہا ہو گئی اور اوسکا قبول کر لینا اور ایک خلع یہ دو نوں ایسے ہیں کہ امام صاحب رح کے نزدیک ان کی وجہ سے جانبین سے حقوق نکاح کے ساقط ہو جاتے ہیں یعنی کسی کو دوسرے پر مہر کا دعویٰ نہیں رہتا۔

(۵۱۹) اعلم ان الخلع على قوله على اربعة اوجه اما ان لا يسميا شيئا او سميا المهر او بعضه او مالا آخر فكل وجه على

(۵۱۹) جاننا چاہیے کہ امام صاحب رح کے قول کے موافق خلع کی چار صورتیں ہیں یا تو وہ دونوں کچھ بدل نہ مقرر کریں یا مہر کو بدل قرار دیں یا مہر میں سے کچھ حصہ کو بدل خلع مقرر کر لیں

وجهين اما ان يكون قبل الدخول او بعده فان لم يسميا شيئا برئت كل منهما عن الآخر مقبوضا كان او غيره قبل الدخول وبعده فان سميا المهر فخلعها على كله فان كان مقبوضا يرجع عليها وان لم يكن مقبوضا سقط وكذا في غير المدخول بها يرجع عليها بنصفه بالخلع ونصفه بالطلاق قبل الدخول وان سميا بعض المهر بان خالعها على عشر مهرها والمهر الف مثلا ففي المدخول بها والمهر مقبوض يرجع عليها بمائة درهم بالشرط ويسلم الباقي لها وان لم يكن مقبوضا سقط كل المهر عنه مائة بالشرط والباقي بالخلع وفي غير المدخول بها يرجع عليها ستمائة مائة منها ببدل الخلع وخمسمائة بالطلاق قبل الدخول قياسا وفي الاستحسان يرجع عليها بخمسين درهما لان ذلك نصف عشر مهرها وبرأت عن الباقي بالخلع وان لم يكن المهر مقبوضا سقط كله وان سميا مالا آخر والمهر مقبوض فله المسمى لا غير وان لم يكن مقبوضا فله المسمى وسقط عنه المهر بحكم الخلع وان كان قبل الدخول وكانت المهر مقبوضا فله المسمى وسلم لها ما قبضت وان لم يكن مقبوضا فله المسمى بالشرط وسقط عنه المهر بحكم الخلع۔

(٥٢٠) قيد بحقوق النكاح لان سائر الحقوق مما لا يتعلق به كالقرض وغيره لا يسقط۔

(٥٢١) واسقط بهما اي محمد بالمبارأت

یا کسی اور مال کو مقرر کریں اور پھر ہر ایک کی دو دو صورتیں ہیں یا تو یہ قبل از دخول ہو یا بعد از دخول پس اگر کچھ مقرر نہیں کیا ہے تو ہر ایک دوسرے سے بری ہو گیا خواہ عورت نے اپنا مہر لے لیا ہو یا نہ لیا ہو اور دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر بدل خلع مہر کو قرار دیا ہے پس اگر عورت مدخولہ ہے اور مہر لے چکی ہے تو خاوند مہر اوس سے واپس لیلے اور اگر ہنوز اوس نے مہر نہیں لیا تھا تو اب خاوند کے ذمہ سے ساقط ہو گیا اور ایسی ہی غیر مدخولہ میں اوس سے نصف مہر واپس کر لیگا نصف تو بدل خلع میں اور نصف طلاق قبل از دخول کے وجہ سے اور اگر مہر کا ایک حصہ بدل خلع مقرر کیا ہو مثلا مہر کا دسواں حصہ بدل خلع مقرر کیا اور اوسکا مثلا مہر ایک ہزار ہے اور عورت مدخولہ ہے اور مہر لے چکی ہے تو وہی ایکسو اوس سے واپس لیلے جو بدل مقرر ہوئی ہیں اور باقی عورت کو چھوڑ دے اور اگر مہر عورت نے ہنوز نہیں لیا تھا تو تمام مہر ساقط ہو جائیگا سو تو مقرر کر لینے کے وجہ سے اور باقی خلع کی وجہ سے پس اس صورتیں اگر اوس سے دخول نہیں کیا ہو تو از روی قیاس اوس سے چھ سو وصول کرلے جائینگے ایکسو تو خلع کی بدل اور پانچ سو طلاق قبل الدخول کی وجہ سے مگر استحسانا اوس سے پچاس درہم لیلئے جائینگے اسواسطے کہ یہ مہر کے دسویں حصہ کا نصف ہے اور خلع کی وجہ سے باقی سے بری ہو جائیگی اور اگر مہر پر قبضہ نہیں کیا تو کل ساقط ہو جائیگا اور اگر کچھ اور مال مقرر کیا ہے اور مہر عورت لے چکی ہے تو جو مقرر

(٥٢٠) حقوق نکاح کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ باقی حقوق جو متعلق بالنکاح نہیں ہیں مثل قرض وغیرہ کے وہ ساقط نہونگی ـــ

(٥٢١) امام محمد رح کی نزدیک مبارات اور خلع سے

والخلع ماسماه۔

جو اونھون نے مقرر کیا ہی ساقط ہو جائیگا۔

(۵۲۲) ويوافق الاول اى ابو يوسف اباحنيفة فى الاول اى المبارأت والثانى فى الثانى اى وافق محمد اى فى الخلع لان المبارأت مفاعلة يقتضى البرائة من الجانبين مطلقا لكن مرادهما بدلالة الحال البراءة عن حقوق النكاح واما الخلع فيقتضى البينونة فقط فيزول نفس النكاح لا سائر احكامه۔

(۵۲۲) امام ابو یوسف رح مبارات کے اندر امام صاحب رح کے موافق ہین اور خلع کے اندر امام محمد رح کی موافق ہین اسلئے کہ مبارات باب مفاعلت سے ہی اور وہ جانبین سے ہر طرح کی برات کو چاہتی ہی مگر قرینہ حالیہ اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اونھون نے حقوق نکاح سے برات مراد لی ہی اور خلع صرف بینونت کو چاہتا ہی لہذا فقط نکاح اوس سے جاتا رہیگا باقی احکام نکاح کے اوس سے زائل نہونگی۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۵۲۳) ولمحمد ان هذا عقد معاوضة فوجب الاقتصار على البدل المشروط كسائر المعاوضات ولهذا لم يسقط نفقة العدة والنفقة مع كونها اضعف من المهر اذا لم يسقط فالمهر اولى۔

(۵۲۳) امام محمد رح کی دلیل یہ ہی کہ یہ عقد معاوضہ ہی اسواسطے جو عوض مقرر ہوا ہی صرف اوسیقدر خاوند کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا جس طرح اور معاوضات کا حال ہی لہذا حالت عدت کا نفقہ اوس سے ساقط نہین ہوتا پس جب نفقہ باوجود یکہ بنسبت مہر کے ایک بنا چیز ہی نہین ساقط ہوا تو مہر بطریق اولی ساقط نہوگا

(۵۲۴) ولابى حنيفة ان الخلع صلح وضع لقطع المنازعة وذا انما يتحقق اذا لم يبق لاحدهما حق متعلق بالنكاح على الاخر واما نفقة العدة فان شرطه فى الخلع والمبارأة سقط والا لا واما نفقة الولد وهى مؤنة الرضاع لا يسقط اتفاقا الا اذا اشترط اسقوطها وان شرطا ان وقت لذلك وقتا كسنة ونحوها جاز والا لم يجز ولم يقع البراءة كذا فى الكفاية

(۵۲۴) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ خلع ایک قسم کی صلح ہی جو قطع منازعت کے لئے مقرر ہوا ہی اور قطع منازعت اوسیوقت ہو سکتا ہی کہ جب کسی کا دوسرے کے اوپر نکاح کے متعلق کوئی حق نہ رہی اور باقی رہا عدت کا نفقہ تو یہ ایسی چیز ہی کہ اگر خلع اور مبارات کی شرط اوسکو بھی بدل خلع مین مقرر کر لیا ہی تب تو خاوند کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا ورنہ نہین اور اولاد کا نفقہ یعنے دودہ پلانے کی اجرت بالاتفاق ساقط نہوگی مگر جب اوسکا سقوط شرط کر لیا جائی اور اگر اس کے لئے اونھون نے ایک مدت مثلا ایک سال مقرر کر لیا تو بھی صحیح ہی ورنہ جائز نہین ہے اور برات نہوگی۔ کذا فی الکفایہ۔

فصل فى الظهار

فصل ظہار کے بیان مین

٥٢٥، اذا ظاهر من امرأته بان شبهها او عضوا منها يعبر به عنها اى يعبر بالعضو عن ذات المرأة كالرأس والوجه ونحوهما او جزءًا اى شبه جزءًا شائعًا كنصفها وثلثها بعضو اى بعضو امرأة وهو متعلق بشبه يحرم عليه اى على الزوج النظر اليه اى الى ذلك العضو والجملة صفة عضو من هذه للبيان اى العضو المشبه به يكون من امرأة يحرم عليه نكاحها مؤبدًا كامه وبنته واخته ونحوها۔

٥٢٥، اگر ایک شخص اپنی بیوی سے ظہار کرے تو اوس سے صحبت کرنا اور اوسکی دواعی مثلاً بوسہ لینا یا معانقہ کرنا جبتک کہ کفارہ نہ دے حرام ہیں اور ظہار کی صورت یہ ہو کہ اپنی بیوی کو یا اوسکی کسی ایسی عضو کو جس کے ساتھ ذات کو تعبیر کرسکتے ہیں جیسے سر یا موںھ یا اوسکی ایک حصہ کو جو ہر طرف سے اوسکا حصہ ہو سکتا ہو مثلاً نصف یا ثلث کسی ایسی عورت سے جو ہمیشہ کے لئے اوس پر حرام ہو مانند ماں یا بیٹی یا بہن وغیرہ کے یا اوسکی ایسی عضو سے تشبیہ دیجائے جسکی طرف اسکو دیکھنا حرام ہو بعضو کا لفظ ترکیب میں شبہ کی متعلق ہو اور یحرم علیہ النظر الیہ جملہ ہوکر عضو کی صفت ہو اور من امرأة میں من کا لفظ عضو مشبہ بہ کے بیان کے لئے ہو یعنی ایسی عورت کے عضو سے تشبیہ دی جسکے ساتھ کسی وقت میں نکاح جائز نہیں ہو سکتا

٥٢٦، زاد فى النهاية قيدًا آخر نقلا من شرح الطحاوى وهو لفظ اتفاقا ليخرج ام المزنى بها وبنتها لانه لو شبهها بهما لا يكون مظاهرا وفى شرح المختار يكون مظاهرا عند ابى يوسف خلافا لمحمد هذا بناء على ان القاضى اذا قضى بجواز نكاحها ينفذ عنده خلافا لابى يوسف۔

٥٢٦، نہایہ کی اندر شرح طحاوی سے نقل کرکے ایک قید بالاتفاق کے اوسکی اندر اور بڑھائی ہو یعنے جسکی عضو کے ساتھ تشبیہ دی ہو اوسکی ساتھ بالاتفاق ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو تاکہ زنا کی ہوئی عورت کی ماں اور اوسکی بیٹی اس سے خارج ہو جائیں کہ اگر اپنی بیوی یا اوسکی عضو کو مزنیہ کی ماں یا بیٹی سے یا اوسکی عضو سے تشبیہ دی تو ظہار نہوگا مگر شرح المختار میں ہو کہ امام ابو یوسف رحمہ کی نزدیک ظہار ہو جائیگا بخلاف امام محمد رحمہ کے اسکی بنا اس پر ہو کہ اگر قاضی یعنی جس عورت سے زنا کیا ہو ماں یا بہن کیساتھ جواز نکاح کا حکم دیدے تو امام محمد رحمہ کی نزدیک نافذ ہوگا

٥٢٧، وفى المحيط لو قبل امرأة او لمسها بشهوة ثم شبه امرأته ببنتها لا يكون مظاهرا عند ابى حنيفة ولا يشبه هذا وطئها لان حرمته منصوص عليها وحرمة الدواعى غير منصوص عليها۔

٥٢٧، محیط میں بیان کیا ہو اگر ایک شخص کسی عورت کا بوسہ لیلے یا شہوت سے اوسکو ہاتھ لگا دے اور پھر اپنی بیوی کو اوسکی بیٹی کیساتھ تشبیہ دے تو امام صاحب رحمہ کی نزدیک ظہار نہوگا اور یہ کا حال زنا کا سا نہوگا اسواسطے کہ زنا کی حرمت نص سے ثابت ہو اور اوسکے دواعی کی حرمت نص سے ثابت نہیں ہو۔

٥٢٨، فقد حرم عليه وطئها اى وطئ

٥٢٨، ظہار کے اندر جماع اور اوسکی دواعی کے حرمت [illegible]

امرأته بيد او عينه كالقبلة والمعانقة الى ان يكفر عن ظهاره وهذه الحرمة لا ترتفع بسبب الا بالكفارة حتى لو ارتدت زوجته ولحقت بدار الحرب ثم سبيت واشتراها زوجها او طلقها ثلثا ثم تزوجها بعد التحليل لا يحل لها وطئها بلا تكفير لقوله تعالى والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون لما قالوا فتحرير رقبة من قبل ان يتماسا الاية روى ان خولة امرأة اوس رآها زوجها وهي تصلي وكانت حسنة الجسم فلما سلمت راودها فابت فغضب فظاهر منها فاتت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال حرمت عليه فبكت وقالت ان لي صبية صغارا ان ضممتهم اليه ضاعوا وان ضممتهم الي جاعوا وشكت الى الله تعالى فقالت اللهم انزل على لسان نبيك فتغشى رسول الله صلى الله عليه وسلم الوحي فنزلت فيها قد سمع الله قول التي تجادلك في زوجها الى آخر الآية وفي قوله تعالى من نسائهم اشارة الى ان الامة لا ظهار منها

(٥٢٩) فان اقدم قبله اي على الجماع قبل التكفير استغفر الله ولا شيء عليه غير الكفارة لما روي انه عم قال

کفارہ ادا کئے نہیں جاتی ہے کہ اگر اوسکی بیوی مرتد ہوگئی اور دار الحرب میں جا پہونچی اور پھر قید ہو کر دار الاسلام میں آئی اور خاوند نے اوسکو خرید لیا یا خاوند نے اوسکو تین طلاقیں دیدیں اور بعد از تحلیل اوس سے نکاح کر لیا تو بدون کفارہ دئے اوس سے صحبت کرنا درست نہیں ہے لقولہ تعالی والذین یظاہرون من نسائہم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا یعنی اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی قول سے پھر جاتے ہیں تو ایک بردہ کا دونوں کے ملنے سے پہلے آزاد کرنا لازم ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ حضرت اوس ؓ نے اپنی بیوی خولہ کو نماز پڑھتی ہوئی دیکھا اور وہ صورت شکل کی اچھی تہیں جب انہوں نے سلام پھیرا تو حضرت اوس ؓ نے انکو بلایا اونہوں نے انکار کیا تو وہ غصہ میں آکر ظہار کر بیٹھے خولہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اونکے اوپر حرام ہوگئیں اس سے اونکا دل غمگین ہوا اور عرض کرنے لگیں میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اگر اوسکی حوالہ کر دینگے تو خراب خستہ پھرینگے اور اگر اپنے پاس رکھونگی تو بھوکوں مرجائینگے اور خدا تعالی کی طرف وہ رونے رنجنے لگیں اور کہنی لگیں بار خدایا اپنی نبی کی زبان پر میرے حق میں کچھ نازل فرما وہ یہ کہہ رہی تہیں کہ آنحضرت پر وحی کے آثار نمایاں ہوگئے اور یہ آیت نازل ہوئی قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجہا الآیہ اور یظاہرون من نسائہم سے اسبات کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ باندی سے ظہار نہیں ہوتا۔

(٥٢٩) اگر کفارہ دینے سے پہلی بیوی سے صحبت کر بیٹھا تو اس گناہ کی خدا سے مغفرت مانگے اور نادم ہووے مگر کفارہ کے سوا اور کچھہ اوسکو دینا نہ پڑیگا اسواسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے

لرجل واقع امرأته وقد ظاهر منها استغفر الله ولا تعد حتى تكفر ولو كان عليه شيء آخر لبينه ع م لثبوت الحاجة الى البيان۔

کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کر نیکی بعد صحبت کرلی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس سے فرمایا خدائے تعالی سے اپنے گناہ کے مغفرت چاہ اور پھر ایسا نہ کرنا جبتک تو کفارہ نہ دیوے اور اگر اوسکو اور کچھ بھی دینا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوسکو بیان فرماتے اسواسطے کہ یہاں بیان کی ضرورت تھی

(٥٣٠) ولا نعتبره اى الظهار من ذمي وقال الشافعي يعتد ظهاره ويلزمه التكفير بالمال لانه يملك طلاقها فيملك ظهارها۔

(٥٣٠) ہمارے نزدیک اگر کوئی ذمی اپنی بیوی سے ظہار کرے تو اوسکا کچھہ اعتبار نہیں ہی۔ امام شافعی رح کی نزدیک ذمی کے ظہار کا بھی اعتبار ہی اور اوسکو بھی مال سے کفارہ دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ جب وہ طلاق دینیکا اختیار رکھتا ہی تو اوس سے ظہار بھی کرسکیگا۔

(٥٣١) ولنا ان الكفارة عبادة ولهذا احتيج فيها الى النية والذمي ليس اهلا لها۔

(٥٣١) ہماری یہ دلیل ہی کہ کفارہ حقیقت میں ایک عبادت ہی ولہذا اوس میں نیت کی حاجت ہے اور ذمی عبادت کا اہل نہیں ہی۔

(٥٣٢) ونفسر العود الموجب للكفارة وهو العود المذكور في قوله تعالى والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون لما قالوا بالعزم اى عزم المظاهر على وطيها لا بالامساك اى قال الشافعي عوده ان يمسكها حتى لو طلقها عقيب الظهار بلا فصل لا كفارة عليه لان موجب هذا التشبيه ان لا يمسكها نكاحا فاذا امسكها فقد نقض ظهارها يقال عاد له اى نقضه۔

(٥٣٢) ہمارے نزدیک لفظ عود سے جو موجب کفارہ ہی اور یعودون لما قالوا کی اندر واقع ہی جماع کا ارادہ کرنا مراد ہے اوسکا صرف روک لینا مراد نہیں ہی اور امام شافعی رح فرماتے ہین اوسکا عود کرنا یہی ہی کہ عورت کو علیحدہ نہ کرے ولہذا اگر ظہار کرتے ہی اوس نے عورت کو طلاق دیدی تو اوسپر کفارہ نہیں ہی اسواسطے کہ اس تشبیہ کا مقتضا یہ ہی کہ اوسکو اپنی نکاح مین نہ رہنے دے اور جب اپنے نکاح مین رہنے دیا تو اپنے ظہار کو توڑ دیا کہا کرتے ہین عاد لہ اور یہ مراد ہوتا ہے کہ اوسکو توڑ دیا۔

(٥٣٣) ولنا ان موجب الظهار هو الامتناع عن الوطي ونقضه هو العزم عليه فمعنى قوله تعالى ثم يعودون لما قالوا يعودون لتحليل ما حرموا على

(٥٣٣) ہماری یہ دلیل ہے کہ ظہار کا مقتضی صحبت سے باز رہنا ہے اور ظہار کا توڑنا یہ ہی کہ صحبت کا ارادہ کرے پس ثم یعودون لما قالوا کے معنے یہ ہین ثم یعودون لتحلیل ما حرموا بتقدیر

حذف المضاف۔

مضاف۔

(۵۳۴) وان قال لامرأته انت علی مثل امی فهذا کنایة یسأل فیها عن نیته فان نوی الکرامة ای ان قال اردت انها مکرمة عندی کامی صدق لانه محتمل کلامه۔

(۵۳۴) اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا تو میری اوپر ماں کے مانند ہو تو یہ الفاظ کنایہ میں سے ہی یہاں اوس سے نیت دریافت کیجائیگی اگر اوس نے کہا میری یہ مراد تھی کہ وہ عزت میں میرے نزدیک میری ماں کے مانند ہو تو اوسکا یہ کہنا معتبر ہوگا اسواسطے کہ اوسکے کلام کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔

(۵۳۵) او الظهار ای ان قال اردت الظهار کان ظهارًا لانه لو شبهها بظهر الام کان ظهارا فاذا شبهها بکلها کان اولی۔

(۵۳۵) اور اگر اوس نے کہا میں نے ظہار کا ارادہ کیا تھا تو یہ ظہار ہوگا اسلئے کہ ماں کے پیٹھ کیساتھ تشبیہ دینے سے ظہار ہو جاتا ہے اور یہاں تو اوسکی ذات کے ساتھ ہی تشبیہ دی ہے پس بطریق اولی ظہار ہوگا۔

(۵۳۶) او الطلاق ای ان قال اردت الطلاق فبائنا ای فقد کان طلاقا بائنا لانه شبهها بالام فی الحرمة فصار کانه قال انت علیّ حرام و نوی الطلاق۔

(۵۳۶) اگر اوس نے کہا میں نے طلاق کا ارادہ کیا تھا تو طلاق بائن واقع ہو جائیگی اسلئے کہ ماں کے ساتھ حرمت میں اوس نے تشبیہ دی تو گویا ایسا ہوا جیسا کہا تو میرے اوپر حرام ہے اور طلاق کی نیت کی۔

(۵۳۷) وان لم ینو فلیس بشیء لانه یحتمل وجوها فلا مرجح لبعضها۔

(۵۳۷) اور اگر کچھ نیت نہیں کی تو یہ قول کچھ بھی نہوگا اور نہ کچھ سمجھا جائیگا اسواسطے کہ اسکے کئی معنی ہو سکتے ہیں پس کسی معنی کا کوئی مرجح نہیں پایا جاتا۔

(۵۳۸) وجعله ای محمد هذا التشبیه الخالی عن النیة ظهارًا لوجود التشبیه بالام فیه صریحا۔

(۵۳۸) امام محمد رحمہ کے نزدیک اگر اسکے اندر کچھ نیت نہیں کی ہے تو یہ ظہار ہوگا کیونکہ صراحتًا ماں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

(۵۳۹) او انت ای قال انت حرام کظهر امی بنیة الطلاق او الایلاء فهو ظهار عند ابی حنیفة وقالا ما نوی ای ما نواه من الطلاق او الایلاء فهو معتبر۔

(۵۳۹) اگر اپنی بیوی سے کہا تو میرے اوپر حرام ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ اور طلاق یا ایلاء کی نیت کی تو امام صاحب رحمہ کے نزدیک یہ ظہار ہوگا۔ اور صاحبین رحمہ فرماتے ہیں جو نیت کی ہے وہی ہوگا اور اوسکی نیت معتبر ہوگی۔

(۵۴۰) قید بنیة احدهما لانه لو نوی

(۵۴۰) طلاق یا ایلاء کی نیت کرنیکی قید اسواسطے لگائی ہے کہ

الظهار اولم ینو شیئا فهو ظهار اتفاقا

(٥٤١) لهما ان قوله انت علی حرام یحتمل الطلاق والایلاء وقوله کظهر امی تاکید بتلک الحرمة ولا یتغیر به کلامه فیعتبر ما نواه کما لو قال انت علی حرام کامی وله ان قوله کظهر امی محکم فی الظهار لانه صریح فیه فیحمل المحتمل علی المحکم فلا یعتبر فیه غیره کما لم یعتبر فی صریح الطلاق بخلاف قوله کامی لانه لیس بصریح فی الظهار

(٥٤٢) او انتن ای لو قال لنسائه انتن علی کظهر امی کان مظاهرا منهن ووجوها ای الکفارة بعددهن وقال مالک تجب کفارة واحدة لانه ظاهر منهن بکلمة واحدة کما لو قال والله لا اقربکن ثم اقربهن لم یلزم الا کفارة واحدة ولنا ان الکفارة فی الظهار لانتهاء الحرمة وهی تثبت فی کل واحدة منهن فیتعدد الکفارة بتعددها بخلاف الایلاء لان الکفارة لهتک حرمة اسم الله وهو ذکر مرة۔

(٥٤٣) ولو ظاهر ثم ارتد او اسلما معا او هو ای لو ارتد الزوج ثم اسلم وحده نکاحهما فهو باق عند ابی حنیفة وقالا بطل ظهاره لان الکافر لیس من اهل

اگر ظہار کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو بالاتفاق یہی ظہار ہوگا ۔

(٥٤١) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ اوسکا یہ قول کہ تو میرے اوپر حرام ہے اسمیں طلاق اور ایلاء کا احتمال ہے اور ماں کے پیٹھ کے ساتھ تشبیہ دینے سے اوس حرمت کی تاکید ہے اور اوس سے کلام میں تغیر نہیں ہوتا پس جو نیت کریگا معتبر ہوگی جیسے کہی تو میرے اوپر حرام ہے میری ماں کی طرح ۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ اوسکا یہ کہنا میری ماں کی پیٹھ کے مانند ہے خاص ظہار کیلئے موضوع ہے اسیلئے کہ صراحۃً اوسپر دلالت کرتا ہے لہذا جسمیں دوسرے معنی کا بھی احتمال ہے اوسکو بھی ظہار ہی پر محمول کرینگے اور اوس میں دوسرے کسی چیز کا احتمال نہ ہوگا جس طرح طلاق صریح کے اندر غیر طلاق کی کسی دوسری چیز کا اعتبار

(٥٤٢) اگر اپنی کئی بیبیوں سے کہا تم میرے اوپر میری ماں کے پیٹھ کے برابر ہو تو اون سب سے ظہار ہو جائیگا اور سب کیلئے علیحدہ علیحدہ ایک ایک بیوی کے مقابلہ میں ایک ایک کفارہ دینا لازم ہوگا مگر امام مالک رح فرماتے ہیں کفارہ صرف ایک ہی دینا پڑیگا اسواسطے کہ ایک ہی کلمہ سے اوس نے سب کے ساتھ ظہار کیا ہے جس طرح قسم کھائے کہ میں تم سے خدا کی قسم صحبت نہیں کرونگا اور پھر اون سب سے صحبت کرے تو صرف ایک ہی کفارہ دینا لازم ہوتا ہے ہماری دلیل یہ ہے چونکہ ظہار کے اندر کفارہ انتہائے حرمت کے لئے ہوتا ہے اور حرمت ہر ایک بیوی میں ثابت ہو جاتی ہے لہذا اوسکی تعدد سے کفارہ بھی متعدد ہو جائیگا بخلاف ایلاء کی کہ وہاں کفارہ خدا تعالی کے نام کے ہتک حرمت کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور ظاہر ہے اللہ تعالی کا نام صرف ایک ہی مرتبہ ذکر کیا ہے

(٥٤٣) اگر ایک مسلمان نے اپنی مسلمان بیوی سے ظہار کیا اور پھر العیاذ باللہ تعالی وہ دونوں ساتھ ہی مرتد ہو گئے اور پھر ساتھ ہی مسلمان ہو گئیں یا صرف خاوند مرتد ہو کر پھر مسلمان ہو گیا اور تجدید نکاح کر لی تو امام صاحب رح کی نزدیک وسکا ظہار بدستور باقی ہے ۔ اور صاحبین رح

الظهار وهو بالردة صار كافراً حكماً ولا ينعقد الظهار بلا اهلية وله ان الاهلية انما يعتبر عند انعقاد السبب ليتقرر موجبا وعند اداء الكفارة ليصح الاداء لا فيما بينهما ولهذا الوجن بعد ما ظاهر ثم افاق بقى ظهاره۔

(٥٤٤) ويكفر المظاهر بعتق رقبة سليمة عن العيب كاملة الرق قبل المسيس اى الجماع لقوله تعالى فتحرير رقبة من قبل ان يتماسا اما وصف السلامة وكمال الرق فمستفاد من اطلاق الرقبة لان المطلق منصرف الى الكامل ويستفاد منه جواز عتق الصغيرة والكبيرة والذكر والانثى۔

(٥٤٥) ويجيز الكافر والمكاتب الذى لم يؤد شيئا اى جاز اعتاقهما للكفارة

(٥٤٦) وقال الشافعى لا يجوز۔

(٥٤٧) قيد بقوله لم يؤد لانه لو ادى شيئا من بدل كتابته لا يجوز عندنا ايضا فى الرواية المشهورة لانه تحرير بعوض۔

(٥٤٨) له فى المسئلة الاولى ان الكفارة حق الله فلا يجوز صرفها الى عدوه ولهذا لم يجز المرتد ولنا اطلاق قوله تعالى فتحرير رقبة واما عدم جواز المرتد فلانه مستحق القتل

رح فرماتے ہیں ظہار باطل ہوگیا اسلئے کہ کافر ظہار کا اہل نہیں ہوتا اور اوسکو مرتد ہونیکی وجہ سے کافر کا حکم ہوگیا تھا اور بدون اہلیت ظہار کے ظہار نہیں ثابت ہو سکتا اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ ایک تو ظہار کرتے وقت ظہار کے اہلیت چاہیئے تاکہ اوسکا حکم ثابت ہو سکے اور ایک کفارہ ادا کرتے وقت اہلیت ہونی چاہیئے تاکہ ادا کرنا صحیح ہو اور بیچ میں اہلیت کا ہونا کچھ ضروری نہیں ہے ولہذا اگر ظہار کرنے کے بعد مجنون ہو جائے اور پھر افاقہ

(٥٤٤) ظہار کرنیوالے پر لازم ہے کہ صحبت کرنے سے پہلے ظہار کا کفارہ ادا کرے یعنے یا تو ایک بردہ جو عیب دار نہو اور پورے طور پر مملوک ہو اوسکو آزاد کرے لقولہ تعالی فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا یعنے اس سے پہلے کہ وہ آپس میں ملیں ایک بردہ کا آزاد کرنا ہی باقی رہا اوسکی اندر عیب کا نہونا اور مملوکیت تامہ کا ہونا یہ قیدیں مطلق بردہ کے ذکر کرنیسے مفہوم ہو گئی ہیں اسواسطے کہ مطلق سے فرد کامل مراد ہوا کرتا ہے اور اوسی سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ باندی ہو یا غلام ہو صغیر سن ہو یا جوان ہو سب کا آزاد کرنا کفارہ میں درست ہو جاتا ہے

(٥٤٥) ہمارے نزدیک کافر غلام اور اوس مکاتب غلام کا آزاد کرنا بھی صحیح ہے جس نے ہنوز بدل کتابت کچھ ادا نہیں کیا ہے ——

(٥٤٦) امام شافعی رح فرماتے ہیں ان دونوں کا کفارہ میں آزاد کرنا

(٥٤٧) بدل کتابت کے ادا نکرنیکی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر بدل کتابت کچھ ادا کر دیا ہے تو روایت مشہورہ کے موافق ہمارے نزدیک بھی آزاد کرنا جائز نہوگا اسواسطے کہ وہ آزاد کرنا بعوض ہے ——

(٥٤٨) امام شافعی رح کی دلیل کافر کے آزاد کرنے میں یہ ہے کہ کفارہ خدای تعالی کا حق ہے لہذا اوسکی دشمن کی آزاد کرنیسے خدای تعالی کا حق ادا نہو سکیگا اسیواسطے مرتد کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور ہماری دلیل فتحریر رقبۃ کا مطلق ہونا ہے اور رہا باقی رہا مرتد کی آزاد کرنیکا عدم جواز سو اوسکی وجہ یہ ہے کہ وہ قتل کا مستحق ہے لہذا اگر باندی مرتدہ

حتى لو كانت مرتدة جاز والمصروف الى الكفارة ماليته دون اعتقاده وكونه عدو الله لا يمنع التقرب الى الله ولهذا لو نذر بالعتق خرج من عهدته بعتق الكافر وله في المسئلة الثانية ان المكاتب يستحق الحرية بجهة فلا يجوز اعتاقه للكفارة كالمدبر وام الولد ولنا ان الرق في المكاتب قائم من كل وجه ولهذا كان قابلاً للفسخ ونقصان الملك فيه يداً لا يوجب نقصاً في رقبته كالماذون في التجارة

ہی تو اوسکا آزاد کرنا جائز ہو اور کفارہ کیا ندر اوسکے مالیت کا ادا کرنا ہوتا ہی اوسکی اعتقاد کو سمین کچہہ دخل نہین ہو اور اوسکا عدو اللہ ہونا تقرب الی اللہ کا مانع نہیں ہو ولہذا اگر ایک غلام کی آزاد کرنے کے نذر کے تو کافر غلام کے آزاد کرنے سے اوسکی ذمہ سے نذر اوتر جائیگی اور دوسرے مسئلہ مین یعنے مکاتب کی عدم جواز مین امام شافعی رحمہ کی یہ دلیل ہو کہ مکاتب اپنی طرف سے آزاد ہونے کا مستحق ہو جاتا ہا پس کفارہ کے لیے اوسکا آزاد کرنا صحیح نہین ہو جس طرح مدبر اور ام ولد کا۔ اور ہماری دلیل اوسکی جواز مین یہ ہو کہ مکاتب کے اندر ہر طرح سے مملوکیت موجود ہوتی ہو ولہذا کتابت قابل فسخ ہوتی ہو اگر ملک کے اندر نقصان ہو تو صرف قبضہ کا نقصان ہو اور اوسکی ذات کے مملوک ہونے مین نقصان نہین آتا مثل اوس غلام کی جسکو تجارت کی اجازت دیدیگئے

(۵۴۹) ولا يجوز المدبر وام الولد لانهما حران من وجه ولهذا لا يجوز عودهما الى الرق

(۵۴۹) مدبر اور ام ولد کا کفارہ کے اندر آزاد کرنا جائز نہین ہو اسواسطے کہ ایک طرح سے وہ دونون آزاد ہین ولہذا مملوکیت ناقص

(۵۵۰) ولا مقطوع اليدين لفوات منفعة البطش عنه او ابهاميهما لفوات قوة البطش عنه او الرجلين لفوات منفعة المشي عنه وفائت جنس المنفعة كالهالك ذاتاً ولهذا اوجب الشارع كمال دية النفس عند فوات جنس المنفعة۔

(۵۵۰) جس غلام کے دونون ہاتھ کٹی ہوئی ہون اوسکا آزاد کرنا بہی جائز نہین ہو اسلیے کہ وہ کسی چیز کو نہین پکڑ سکتا اور یہ منفعت اوس سے فوت ہوگئی ایسی ہے اوس غلام کا آزاد کرنا بہی جائز نہین ہو جس کے دونون انگوٹھے کٹی ہوئی ہون کیونکہ زور سے وہ کسی چیز کو نہین پکڑ سکتا اور جس سے ایک قسم کی منفعت جاتی رہی وہ ایسا ہو جیسے مر ہو ولہذا شارع نے ایک جنس کی منفعت کی جاتی رہنے سے پوری جان کی دیت واجب کی ہو۔

(۵۵۱) ولا المجنون المطبق اي لا يجوز اعتاق المستغرق بالجنون للكفارة لان الانتفاع بالاعضاء انما يكون بالعقل۔

(۵۵۱) کفارہ کے اندر ایسے غلام کا آزاد کرنا بہی جائز نہین ہو جو مجنون ہو اور جنون سے کسی وقت اوسکو افاقہ نہ ہوتا اسواسطے کہ عقل ہوتی ہو تو اعضا سے بہی کام لیا جاتا ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۵۵۲) ولا الاعمى۔

(۵۵۲) اندہی غلام کو بہی کفارہ میں آزاد کرنا صحیح نہین ہو۔

(٥٥٣) ولو اختل المنفعة ولم تفت كمن قطع احدى يديه او رجليه او كان اعور او جن مرة وافاق اخرى جاز عتقه كالمعيوب۔

(٥٥٣) اگر ایک قسم کی منفعت مین نقصان آگیا مگر وہ بالکل فوت نہین ہوئی جیسے اوسکا ایک ہاتھ کٹا ہوا ہو یا ایک پیر کٹا ہوا ہو یا یکچشم ہو یا کبھی اوسپر جنون آجاتا ہو اور کبھی اچھا ہوجاتا ہے تو اوسکا آزاد کرنا جائز ہے جیسے عیبدار کا۔

(٥٥٤) ويجوز الاصم لان اصل المنفعة قائم ولهذا اذا صيح عليه يسمع واما الاخرس فلا يجوز لفوات جنس المنفعة واجزنا الخصي والمجبوب ومقطوع الاذنين وقال زفر لا يجوز اعتاقهم لانهم هالكون من وجه لفوات منفعة الايلاد والجمال۔

(٥٥٤) اگر ایک غلام بہرا ہو تو اوسکا آزاد کرنا صحیح ہے اسواسطے کہ اصل منفعت فوت نہین ہوئی ہے ولہذا اگر بلند آواز سے اوسکو پکارا جائے تو وہ سن لیتا ہے مگر گونگے کا آزاد کرنا صحیح نہین ہے کیونکہ وہان زبان کے منفعت بالکل فوت ہوگئی۔

✢ ✢ ✢ ✢ ✢

✢ ✢ ✢ ✢ ✢

(٥٥٥) ولنا ان هاتين المنفعتين زائدتان ولا يصير الذات بفواتهما كالهالك كما لا يصير لفوات اللحية والحاجب ولو اشترى اباه او ابنه ينوي الكفارة بشرائه يجزيه وقال الشافعي لا يجوز۔

(٥٥٥) ہمارے نزدیک خصی وہ شخص ہے جسکے خصیتین نکال دیے جائین اور جس کے خصیتین اور ذکر کاٹ ڈالے جائین وہ مجبوب ہے اور جسکے دونون کان کاٹ لیے گئے ہون آزاد کرنا جائز ہے اور امام زفر رح فرماتے ہین اوسکا آزاد کرنا جائز نہین ہے اگر کفارہ کے نیت سے اپنے باپ یا بیٹے کو خریدا تو ہمارے نزدیک جائز ہے اور کفارہ ادا ہوجائیگا بخلاف امام شافعی رح کے۔

(٥٥٦) قيد بالشراء لانه لو دخل في ملكه بلا صنعه كالميراث ونوى به الكفارة لا يجوز اتفاقا۔

(٥٥٦) خریدنیکی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر خود بخود اوسکی ملک مین باپ یا بیٹا داخل ہوگیا مثلاً ورثہ کے اندر اور اوسکی ملک میں داخل ہونیسے نیت کفارہ کے کرلی تو بالاتفاق جائز نہوگا۔

(٥٥٧) له ان النية اقترنت بالشرط العتق وهو الشراء لا بالعلة وهي الاعتاق فلا يعتبر كما لو قال لعبد الغير ان اشتريتك فانت حر ثم اشتراه ينوي الكفارة لا يجوز ولنا

(٥٥٧) امام شافعی رح کی دلیل یہ ہے کہ یہان پر آزادی کی شرط کے ساتھ نیت متعلق ہوئی ہے یعنے خریدنیکی ساتھ اور جو آزاد ہونے کی علت ہے یعنے آزاد کرنا اوسکے ساتھ نیت نہین متعلق ہوئی لہذا اوس آزاد ہونیکا اعتبار نہوگا جس طرح کسی کے غلام سے کہی اگر مین تجھکو خریدون تو تو آزاد ہے اور بعد کفارہ کی نیت سے اوسکو خریدا تو

ان شراء القريب يوجب ملكه وملكه يوجب عتقه فيكون الشراء علة للملك مع العتق لا نهما ثابه وكان المشتري معتقا لمن رمي انسانا عمدا فاصابه فمات جعل الرامي قاتلا لان الرمي ادى الى نفوذه وهو ادى الى الموت والشراء فيما استشهد به شرط محض لا تاثير له في ايجاب الحرية فلهذا لم يفد اقتران النية به حتى لو نوى الكفارة حين قال ان اشتريتك فانت حر اجزاه لاقتران النية بالعلة۔

جائز ہوگا اور ہماری یہ دلیل ہے کہ اپنے قریب کا خریدنا موجب ملک ہے اور اسکی ملک موجب آزادی ہے پس خریدنا ملک اور نیز آزادی کی علت ہوا اسواسطے کہ وہ دونوں اسی سے پیدا ہوئی ہیں اور خریدنے والا آزاد کرنیوالا ہوگا جس طرح کوئی شخص قصداً کسی کے تیر مارے اور تیر لگکر وہ مرجاوے تو تیر مارنیوالے کو قاتل کہا جائیگا اسواسطے کہ مارنے کی وجہ سے وہ تیر اوسکی بدن میں گھس گیا اور بدن میں گھس جانے کی وجہ سے وہ مرگیا اور جس شے سے شہادت پیش کی ہے وہاں خریدنا آزاد ہونیکی شرط ہے اور آزاد ہونے میں اوسکو کچھ دخل نہیں ہے لہذا اوسکے ساتھ نیت کا متعلق ہونا کچھ مفید نہوگا حتی کہ اگر یہ کہتے وقت کہ میں تجھکو خریدوں تو تو آزاد ہے اوسنے کفارہ کی نیت کر لی تھی تو بلا شبہ کفارہ ادا ہوجائیگا اسواسطے کہ اس تقدیر پر علت کی ساتھ نیت کا تعلق ہوا ہے۔

(۵۵۸) ولو اعتق موسر نصف عبد مشترك بينه وبين اخر للكفارة وضمن الباقي اي قيمة النصف الاخر لشريكه فاعتقه اي الموسر لنصف الباقي عن الكفارة فهو غير مجزئ عند ابي حنيفة وقالا يجزيه۔

(۵۵۸) اگر ایک متمول آدمی ہو اور اوس نے ایک غلام کا جو اوسکی اور ایک اور شخص کے درمیان مشترک تھا نصف کفارہ کے لئے آزاد کر دیا اور نصف باقی کی قیمت کا اپنے شریک کے لئے ضامن ہوگیا اور اوس نصف کو بھی کفارہ میں آزاد کر دیا تو امام صاحب رح کے نزدیک یہ کافی نہیں ہے بخلاف صاحبین رح کے۔

(۵۵۹) قيد بالموسر اذ لو كان معسرا لا يجوز اتفاقا۔

(۵۵۹) متمول کے قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر وہ شخص تنگدست ہو تو بالاتفاق جائز نہیں ہے۔

(۵۶۰) لهما ان الاعتاق لا يتجزى فاعتاق الموسر نصيبه عتق كله فلزمه ضمان النصيب لشريكه وكان معتقا كل العبد عن الكفارة بلا عوض بخلاف ما لو كان معسرا لان السعاية تكون واجبة على العبد في نصيب شريكه

(۵۶۰) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ آزاد کرنا ایک غیر متجزی چیز ہے اوسکی ٹکڑے نہیں ہو سکتی پس اس قاعدہ کے موافق نصف غلام کا آزاد کرنا کل کا ہی آزاد کرنا ہوگا اور نصف کا ضمان شریک کے لئے اوسپر لازم ہوجائیگا اور آزاد کرنا بلا عوض ہوگا اور کفارہ ادا ہو جائیگا بخلاف اوس صورت کی کہ وہ تنگدست ہو اسواسطے کہ اوس تقدیر پر غلام کے ذمہ لازم ہوگا

وكان اعتاقا بعوض وله ان الاعتاق متجزء فتمكن نقصان في النصف الاخر وبالضمان ملكه ناقصًا فلا يجزئه عن الكفارة۔

کہ کمائی کرکے دوسرے شریک کو اپنی نصف قیمت ادا کرے اور وہ آزاد ہونا بعوض ہوگا۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ آزاد ہونا متجزی چیز ہے اور اسکے ٹکڑے ہو سکتے ہیں پس نصف کو آزاد کرنیسے دوسرے نصف میں ایک طرح کا نقصان پیدا ہو گیا اور ضامن ہونیکی وجہ سے اوسکو ملکیت ناقصہ حاصل نہیں ہوئی

(٥٦١) او نصف عبده اى لو كان كل العبد له فاعتق نصفه عن الكفارة ثم الباقي فهو جائز عند ابي حنيفة ان لم يتخلل بينهما اى بين الاعتاقين وقاع قيد به لان الاعتاق متجزء عنده فلو وقع بينهما وقاع لم يوجد العتق قبل المسيس۔

(٥٦١) اگر پورا غلام اوسیکا ہی اور اوس نے کفارہ میں پہلے اوسکا نصف آزاد کر دیا اور دوسری مرتبہ باقی نصف آزاد کر دیا تو امام صاحب رح کے نزدیک کفارہ ادا ہو جائیگا مگر یہ شرط ہے کہ اس درمیان میں اوس نے بیوی سے صحبت نہ کی ہو یہ شرط اسلیے لگائی ہے کہ امام صاحب رح کے نزدیک اعتاق یعنے آزاد کرنا متجزی چیز ہے پس جب درمیان میں بیوی سے صحبت کر لی تو قبل صحبت کے پورے غلام کا آزاد کرنا نہ پایا گیا۔

(٥٦٢) اعلم ان القياس كان يقتضى ان لا يجوز اعتاق النصف الاخر عن الكفارة عند ابى حنيفة لتمكن النقصان فيه باعتاق النصف الاول لكن جوزه استحسانا لان هذا النقصان حصل فى ملكه من ايثار العتق الاول للكفارة وهذا غير مانع كمن اضجع شاة للتضحية فاصاب السكين عينها فذهبت جاز تضحيتها بخلاف العبد المشترك لان النصف الاخر ليس فى ملكه فكان ذلك تنقيصا لا اعتاقا

(٥٦٢) جاننا چاہیے کہ یہاں پر قیاس اسبات کا مقتضی تھا کہ امام صاحب رح کے نزدیک کفارہ میں دوسرے نصف کا آزاد کرنا جائز نہو اسلیے کہ نصف اول کے آزاد کرنیسے دوسرے نصف میں ایک طرح کا نقصان پیدا ہو گیا لیکن استحسانا امام صاحب رح نے اسکو تجویز کیا ہے اسواسطے کہ نقصان اوسکی ملک کے اندر اور کفارہ ہی کے لیے آزاد کرنیکی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور اس قسم کا نقصان مانع جواز نہیں ہے جس طرح ایک شخص قربانی کے لیے بکری کو زمین پر لٹائے اور بکری کی آنکھ میں چھری لگجاوے اور آنکھ جاتی رہے تو اوسکی قربانی درست ہوتی ہے۔ بخلاف غلام مشترک کے کہ دوسرا نصف اسکی ملکیت میں نہیں ہے پس یہاں پر ایک نصف کا آزاد کرنا دوسرے نصف میں نقصان پہونچانا ہوگا اور اوسکا آزاد کرنا نہ ہوگا۔

(٥٦٣) واجازاه مطلقا اى تخلل بينهما وقاع اولا لان الاعتاق غير متجزء عندهما فاعتاق النصف اعتاق الكل فكان

(٥٦٣) صاحبین رح کے نزدیک بہر صورت اس طرح آزاد کرنا جائز ہے خواہ درمیان میں بیوی سے صحبت کرے یا نکرے اسواسطے کہ اونکے نزدیک اعتاق متجزی نہیں ہے اور نصف کا آزاد کرنا کل کا آزاد کرنا ہے

اعتاق الرجعة قبل المسيس۔

جب صحبت سے پہلے نصف کو آزاد کیا تو گویا کل کو بھی صحبت سے پہلے آزاد کردیا۔

(۵۶۴)، فان لم يجد اى المظاهر رقبة للاعتاق صام شهرين متتابعين اى بلا افطار يوم قبل المسيس اى بلا جماع فى خلال هما لقوله تعالى فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل ان يتماسا۔

(۵۶۴)، اگر ظہار کرنیوالے کو غلام نہ میسر آسکے تو اوسکو چاہیے کہ برابر دو مہینے تک روزے رکھے اور ایک دن بھی بیچ مین ناغہ نہ کرے اور بیچ مین اوس سے صحبت کرے

یعنی جس جو شخص نہ پاوے تو پے درپے دو مہینے کے روزے ہین قبل اس سے کہ وہ دونون ملین۔

(۵۶۵)، فلو صام شهرين فقدر على الاعتاق فى اليوم الاخر قبل غروب الشمس وجب عليه الاعتاق وصار صومه تطوعا۔

(۵۶۵)، اگر دو مہینے کے روزے رکھے اور اخیروان مین قبل از غروب آفتاب اسکو ہیات پر قدرت ہوگئی کہ غلام آزاد کرسکتا ہو تو اب اسکے اوپر غلام آزاد کرنا واجب ہوگیا اور وہ اوسکے روزے نفل ہو جائینگے۔

(۵۶۶)، ثم ان صام شهرين بالاهلة اجزاه وان كانا ناقصين والا فلا يجزئه الا ستون يوما كذا فى المحيط۔

(۵۶۶)، اگر چاند کی پہلی تاریخ سے روزے رکھنے شروع کیے اور دوسرے مہینے کے ختم تاریخ تک رکھے تو وہ روزے کافی ہوگئے چاہے وہ چاند او نتیس انتیس کے ہوئے ہوں اور اگر ویسے ہی بلا تعین شروع کر دیے تو پورے ۶۰

(۵۶۷)، وليس فيهما رمضان اذ لو كان احدهما رمضان لم يوجد تتابع شهرين لان صوما اخر غير مشروع فيه ولا الايام الخمسة وهى يوم العيد وايام التشريق لان الصوم منهى فيها۔

(۵۶۷)، اون دو مہینون مین یہی شرط ہے کہ بیچ مین رمضان کا مہینہ نہو اسواسطے کہ اگر درمیان مین رمضان کا مہینہ آگیا تو پے درپے اون دو مہینونکے روزے نہ پائے جاوینگے کیونکہ پھر اسکے اور کوئی روزہ اوسمین نہونا چاہیے۔ اور اون مہینون مین یہی قید ہے کہ یہ پانچ دن بھی اونمین نہون یعنے عید الفطر اور ایام تشریق سلیے کہ ان دنون مین روزہ رکھنا منع ہے۔

(۵۶۸)، فان قربها اى المظاهر امرأته التى ظاهر منها فى خلالهما اى فى اثناء الشهرين ليلا عامدا او نهارا اراد به اليوم ليدخل فيه مابين طلوع الفجر الى غروب الشمس ناسيا استانف عند ابى حنيفة ومحمد ولا يامره به اى ابو يوسف المظاهر بالاستئناف

(۵۶۸)، اگر ان دو مہینون کے اندر ظہار کرنیوالے نے رات کو قصداً یا دن کو بھولے سے اپنی بیوی سے صحبت کرلے تو امام صاحب رح اور امام محمد رح کے نزدیک پھر از سر نو اوسکو روزے رکھنے پڑینگے امام ابو یوسف رح کے نزدیک از سر نو رکھنے کی ضرورت نہین ہے نہار کی لفظ سے یوم مراد ہے تاکہ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کا وقت اوس مین داخل ہو جائے

اقول لو قال لا یأمره و ترك لفظ استانف فیما قبله لکان اخصر و قولهما معلوم منه لانه فی طرف الاثبات مع ان استانف جواب شرط دال علی الوفاق۔

میں کہتا ہوں اگر مصنف رح (استانف) کا لفظ نہ بیان کرتا و صرف یہ کہدیتا (لا یامرہ) تو بہت مختصر ہوتا اور امام ابو یوسف رح کے قول سے کہ نہیں امام صاحب رح اور امام محمد رح کا قول بسبب طرف نفی میں واقع ہونیکی مفہوم ہو جاتا اور ایک نقصان یہ ہی کہ (استانف) شرط کا جواب واقع ہوا ہی جس سے اس مسئلہ پر اتفاق ائمہ کا معلوم ہوتا ہی۔

(۵۶۹) قید بقوله فی خلالهما لانه لو جامعها فی خلال الاطعام لا یستانف اتفاقا لان النص فی الاطعام مطلق۔

(۵۶۹) یہ قید کہ دن دو مہینوں کے اندر صحبت کرے اسواسطے لگائی ہی کہ اگر اون ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانے کے درمیان میں صحبت کرلے تو بالاتفاق از سر نو اوسکو کھانا کھلانا نہ پڑیگا سواسطے کہ اطعام مساکین کے بارے میں

(۵۷۰) و قید اللیل بالعمد و النهار بالنسیان لانه لو وطئ لیلا ناسیا لا یستانف اتفاقا و لو وطئ نهارا عامدا استانف اتفاقا۔

(۵۷۰) رات میں قصداً اور دن میں بھول جانیکی قید اسواسطے لگائی ہی کہ اگر رات کو بھول کر صحبت کرلے تو بالاتفاق از سر نو روزے رکھنے کی حاجت نہوگی اسیطرح اگر دن کو قصداً صحبت کی ہے تو بالاتفاق از سر نو روزے رکھنے پڑینگے۔

(۵۷۱) له ان الوطئ المذکور لا یفسد الصوم فلا یمنع التتابع و لهما ان تقدیمها علی الوطئ شرط بالنص فلا بد من خلائهما عن الوطئ۔

(۵۷۱) امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہی کہ اوس صحبت کرنے سے روزہ فاسد نہوگا تو روزوں کے پے در پے ہونے میں بھی نقصان نہ آویگا اور امام صاحب رح اور امام محمد رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہی کہ اون دو مہینوں کے روزوں کا بحکم نص صحبت پر مقدم ہونا شرط ہی لہذا صحبت سے اون دونوں مہینوں کا

(۵۷۲) و ان افطر فیهما ای فی الشهرین مطلقا ای بعذر کان او لغیره استقبل ای استانف الصوم لان الشرط و هو التتابع انعدم بالفطر۔

(۵۷۲) اگر اون دو مہینوں کے اندر کوئی دن روزہ ناغہ کر دیا خواہ بعذر یا بلا عذر تو از سر نو روزے رکھے اسواسطے کہ اوسکی شرط یعنے پے در پے رکھنا ناغہ کرنیکی وجہ سے جاتا رہا۔

(۵۷۳) و لا یجزئ للعبد المظاهر من امرأته اذا وجب علیه التکفیر الا الصوم لانه لیس بمالك للمال۔

(۵۷۳) اگر غلام اپنی بیوی سے ظہار کرے تو اوسکا کفارہ روزے رکھنے سے ہی ادا ہو سکتا ہی اسلیئے کہ وہ مال کا تو مالک ہوتا ہی نہیں۔

(۵۷۴) فان لم یستطع المظاهر الصوم اطعم ستین مسکینا کالفطرة یعنی

(۵۷۴) اگر ظہار کرنیوالا روزے بھی نہ رکھہ سکے تو ساٹھ مساکین کو بقدر صدقہ فطر کے کھانا دے یعنے

قدر الطعام یکون کقدره فی صدقة الفطر وهو نصف صاع من بر او صاع من تمر لان حاجة الفقیر یندفع به او قیمة ذلك ای اوید فع قیمة الطعام کما جاز فی صدقة الفطر۔

اگر گیہون ہین تو نصف صاع اور چہوارے ہون تو ایک صاع دے اسلیے کہ اس قدر سے مسکین کی حاجت دفع ہو جاتی ہے یا اوسکے بدلہ قیمت دیدے جس طرح صدقہ فطر مین قیمت کا دینا جائز ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(٥٧٥) فان غداهم وعشاهم ای اطعمهم مرة فی الغداة ومرة فی العشی جاز لان النص ورد فی الکفارة بالاطعام وهو فی الحقیقة التمکین من المطعوم ولابد من الشبع فی کل مرة ومن الادام فی خبز الشعیر والذرة لیتمکن الشبع والمعتبر فیه الشبع لا المقدار حتی لو لم یبلغ ما یشبعهم قدر طعام صدقة الفطر یجوز۔

(٥٧٥) اگر ساٹھہ مسکین کو دو وقتہ کہانا کہلا دیا تو بہی کفارہ ادا ہو جائیگا اسلیے کہ نص مین کفارہ کے اندر اطعام کا لفظ آیا ہے اور وہ فی الحقیقت کہانا پر قادر کر دینا ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ دونون وقت وہ شکم سیر ہو کر کہالین اور اگر جَو یا جوار کی روٹی ہے تو اوسکے ساتہہ سالن کا ہونا ضرور ہے تاکہ پیٹ بہر کے کہا سکین اور کہانا کہلانے مین پیٹ بہرنے کا اعتبار ہے اور مقدار کا اعتبار نہین ہے لہذا اگر صدقہ فطر سے کم مین اونکا پیٹ بہر گیا تو کافی ہو گا اور کفارہ ادا ہو جائیگا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(٥٧٦) ولو کان بعضهم شبعان قبل الاکل قیل یجوز لوجود الاطعام وقیل لا یجوز لانعدام الاشباع۔

(٥٧٦) اگر کہانا کہانے سے پہلے کچہہ لوگون کے پیٹ بہرے ہوئے تہے اور اوسپر بہی اونہون نے کہانا کہایا تو بعض کے نزدیک کفارہ ادا ہو جائیگا اسواسطے کہ کہانا کا کہلانا یہان بہی پایا جاتا ہے اور بعض کہتے ہین جائز نہین ہے۔

(٥٧٧) انما جمع بین التغدیة والتعشیة لانه لو غدا ستین مسکینا وعشا ستین غیرهم لم یجز الا ان یعید علی احد الستین غداء او عشاء کذا فی المحیط۔

(٥٧٧) یہ قید کہ ساٹہہ مسکینون کو دونون وقت کہانا کہلا دے اسواسطے لگائی ہے کہ اگر ایسا نہین کیا بلکہ ساٹہہ مساکین کو صبح کیوقت کہانا کہلا دیا اور شام کیوقت اونکو نہ کہلایا بلکہ دوسرے ساٹہہ مساکین کو کہلایا تو کفارہ ادا نہوگا جبتک کہ ان پہلے ساٹہہ کو یا دوسرے ساٹہہ کو ایک وقت کہانا اور نہ کہلا دے خواہ صبح کو یا شام کو۔ کذا فی المحیط۔

(٥٧٨) وفی الکافی ما ورد فی النص بلفظ الاطعام فالاباحة فیه کافیة ککفارة الظهار والافطار فی رمضان والیمین

(٥٧٨) کافی مین مذکور ہے نص کے اندر جس کسبابت اطعام کا لفظ آیا ہے وہان تو کہانا کا کہلا دینا کافی ہے جیسے کفارہ ظہار مین یا رمضان مین روزہ توڑنے سے یا قسم کا کفارہ

وجزاء الصيد والفدية وما ورد فيه بلفظ الايتان او الاداء فيشترط فيه التمليك كالزكوة والصدقة والفطر والعشر والحلق عن الاذى في الاحرام -

یا جس میں شکار کرنے کا بدلہ یا فدیہ اور جس میں دینے کا لفظ آیا ہے وہاں پر دینا اور مالک کر دینا ضرور ہے - جیسے زکوٰۃ - اور صدقۂ فطر - اور عشر اور احرام کے اندر تکلیف کی وجہ سے بالوں کے منڈوانے میں ✤

(۵۷۹) فان اطعم واحدا ستين يوما جاز لان المسكين الواحد في اليوم الثاني صار كمسكين اخر لتجدد حاجته وكذا في سائر الايام -

(۵۷۹) اگر ایک مسکین کو ساٹھ روز تک دو وقتہ کھانا کھلایا تو کفارہ ادا ہو جائے گا اس لیے کہ دوسرے دن وہی مسکین دوسرے مسکین کی مانند ہو گیا - اس واسطے کہ پھر وہ کھانے کا محتاج ہو گیا - اسی طرح ہر روز ✤

(۵۸۰) او اباحة الكل اي لو اباح المسكين الواحد كل الطعام في يوم بدفعة او دفعات اجزأ عن يوم لان اطعام ستين لم يوجد فيه حقيقة ولا حكما

(۵۸۰) - اگر ساٹھ آدمیوں کا کھانا رکھکر ایک شخص سے کہدیا کہ تو اسکو کھا لے چاہے ایک مرتبہ چاہے جتنی مرتبہ تو کھا سکے تو یہ صرف ایک روز کا کھانا کھلانا سمجھا جائیگا اسواسطے کہ یہاں نہیں کہہ سکتے کہ ساٹھ مساکین کو کھانا کھلایا ہے نہ حقیقۃً نہ حکماً ✤

(۵۸۱) او فرق التمليك فيه اي لو ملك كل الطعام مسكينا واحدا في يوم واحد بدفعات قيل بالجواز لان حاجة الاكل زالت عن المسكين بالمرة الاولى لكن بقيت له حوائج كثيرة وبالتمليك يندفع تلك الحوائج بخلاف لو اعطاه بدفعة واحدة حيث لا يجوز لان تفريق الفعل واجب عليه بالنص وعدمه اي قال بعض لا يجوز لان الغرض سد الخلة وبعد ما استدت لا يمكن سدها وفي المحيط هذا هو الصحيح

(۵۸۱) اگر ایک دن میں ایک ہی مسکین کو سب غلہ بدفعات دیدیا تو بعض کے نزدیک اس سے کفارہ ادا ہو جائیگا اس واسطے کہ کھانے کی ضرورت تو پہلی دفعہ دینے سے جاتی رہی مگر اور بہت سی حاجتیں اس کی باقی ہیں - اور پھر اور دینے سے اس کی اور حاجتیں بھی مندفع ہو جائینگی - بخلاف اس صورت کے کہ ایک ہی مرتبہ اس کو سب دیدے وہ جائز نہیں ہے اس لیے کہ بحکم نص متفرق طور پر دینا واجب ہے - اور بعض کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے اس واسطے کہ مقصود خالی پیٹ کا بھرنا ہے - اور ایک مرتبہ دینے سے جب وہ بھر گیا - تو اب اس کا بھرنا ناممکن ہے -

محیط میں مذکور ہے کہ یہی صحیح ہے ✤

(۵۸۲) ولو قربها فيه اى امرأته التى ظاهر منها فى الاطعام لم يستانف لان النص لم يشترط فى الاطعام ان يكون قبل المسيس۔

(۵۸۲) اگر کچھہ مساکین کو کھانا کھلا دیا تھا اور کچھہ کھلانا باقی تھا کہ اس اثنا میں اپنے بیوی سے صحبت کر لی تو پھر از سر نو اوسکو کھانا نہ کھلانا پڑیگا اسواسطے کہ اطعام کے اندر نص میں قبل از جماع کے قید مذکور نہیں ہے۔

(۵۸۳) واوجبوا تقديمه اى تقديم الاطعام على المسيس وقال مالك لايجب لما تقدم من ان النص مطلق فى الاطعام ولنا قوله عم للذى مس امرأته قبل الاطعام استغفر الله ولا تعد حتى تكفر۔

(۵۸۳) صحبت کرنیسے پہلے مساکین کو کھانا کھلانا واجب ہے اور امام مالک رح فرماتے ہیں مقدم ہونا واجب نہیں ہے اور اوسکی وجہ وہی ہے جو گذر چکی کہ اطعام کے اندر نص میں قید مذکور نہیں ہے۔ اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کھانا کھلا نیسے پہلے اپنی بیوی سے صحبت کرے تو خدا سے مغفرت مانگے اور جبتک کفارہ نہ دیسے پھر صحبت نکرے۔

(۵۸۴) وان اعتق رقبتين عن كفارتين للظهارين اوضاعف عدد الايام والمساكين اى صام اربعة اشهر واطعم مائة وعشرين مسكينا جاز منهما اى من الكفارتين من غير تعيين احدى الرقبتين لاحدى الكفارتين لان الجنس متحد۔

(۵۸۴) اگر ایک شخص کے ذمہ پر دو ظہاروں کے دو کفارے تھے اور اوس نے دو غلام آزاد کر دیئے یا ایک سو بیس روزے رکھلیے یا ایک سو بیس مساکین کو کھانا کھلا دیا اور یہ تعیین نہیں کی کہ یہ اوس ظہار کا کفارہ ہے اور یہ دوسرے کا ہے تو دونوں کفارے ادا ہو جاینگے اسواسطے کہ جنس ایک ہی ہے۔

* * * * * *

(۵۸۵) او واحدة اى اعتق رقبة واحدة او صام شهرين او اطعم ستين مسكينا منهما اى من الكفارتين تخير فيه اى فى تعيينه عن احديهما لان التعيين لغو فى متحد الجنس فبقى مطلق النية فله ان يعينها لايهما شاء۔

(۵۸۵) اگر ایک شخص کے اوپر دو کفارے ہیں اور اوس نے ایک غلام آزاد کیا یا دو مہینے کے روزے رکھے یا ساٹھہ مساکین کھلائے تو اوسکو اختیار ہوگا کہ جس ظہار کے لیے چاہے اوسکے لیے اس کفارے کو خاص کر دے اسواسطے کہ جو چیزیں متحد الجنس ہیں اون میں تعیین کی حاجت نہیں ہے پس اب مطلق نیت رہگئی اور جس ظہار کے لیے چاہے اوسکو متعین کر دے۔

فصل فى اللعان

فصل لعان کے بیان میں

٥٨٦، اذا قذف امرأته بالزنا وهما اى الزوج والزوجة من اهل الشهادة بان يكونا حرين مسلمين عاقلين بالغين غير محدودين فى قذف ـ

٥٨٦، اگر ایک شخص اپنی بیوی کی طرف زنا کی نسبت کرے اور وہ دونوں خاوند بیوی گواہی دینی کی قابلیت رکھتی ہوں یعنی دونوں حر عاقل بالغ مسلمان غیر محدود فی القذف ہوں اور بیوی میں یہی شرط ہے کہ اوسکی تہمت لگانے والے پر حد ماری جاتی ہو یعنی

٥٨٧، وماذكر فى الغاية يبطل هذا بلعان الاعمى فانه ليس من اهل الاداء فتلك لا على اهل الشهادة الا انها لا تقبل لانه لا يميز بين المشهود له والمشهود عليه ولهذا ينعقد النكاح بحضوره وهى ممن يحد قاذفها بان تكون عفيفة مصونة مما قذفها به

٥٨٧، اور غایت میں جو یہ لکھا ہے کہ مصنف کا یہ قول نابینا کے لعان سے منقوض ہوتا ہے تو یہ غلط ہے اسواسطے کہ اندھا گواہی کا اہل ہے مگر چونکہ مشہود لہ اور مشہود علیہ میں وہ تمیز نہیں کرسکتا اسلیے اوسکی گواہی مقبول نہیں ہے ولہذا اوسکی موجودگی میں نکاح ہوجاتا ہے ـ

* * * * * * *

٥٨٨، فان قيل لم اعتبر هذا القيد فى جانبها وكونه ممن يحد قاذفه معتبر فى جانبه ايضا حتى لو كان ممن لا يحد قاذفه فلا لعان بينهما قلنا لان اللعان فى حقه قائم مقام حد القذف بالنسبة اليها حتى لا يقبل شهادته عليها ويقبل على غيرها فلا بد من احصانها حتى يقع قذفه موجبا للحد ويقع اللعان خلفا عنه والزوج اذا كان ممن لا يحد قاذفه فقذف امرأته وهى محصنة لم يكن موجبا للعان لكنه موجب لما هو اصل اللعان وهو حد القذف كذا فى النهاية ـ

٥٨٨، اگر کوئی دریافت کرے کہ پاکدامن ہونیکی قید فقط عورت میں کیوں لگائی ہے بلکہ خاوند میں بھی یہ قید ہے کہ اوسکی تہمت لگانیوالی پر حد آتی ہو اور پاکدامن ہو حتی کہ اگر خاوند ایسا نہیں ہے تو اون میں لعان نہ ہوگا ـ تو اوسکا یہ جواب ہے کہ خاوند کے حق میں لعان اس عورت کے اعتبار سے قائم مقام حد قذف کا ہوتا ہے ولہذا اوس عورت پر خاوند کی گواہی نہیں ـ مقبول ہوتی جس طرح محدود فی القذف کے اور اوروں پر اوسکی گواہی مقبول ہوتی ہے لہذا عورت کا پاکدامن بیوی ہونا ضروری ہے تاکہ اوسکی طرف زنا کی نسبت کرنیسے حد واجب ہو اور لعان اوسکا قائم مقام ہوجاوے اور اگر خاوند پاکدامن نہیں ہے اور اوس نے اپنی پاک دامن بیوی کو زنا کی تہمت لگائی تو لعان نہ واجب ہوگا بلکہ لعان جس کا قائم مقام تھا یعنی حد قذف وہی واجب ہوگا کذا فی النہایہ ـ

٥٨٩، وذكر فى التبيين هذا خطأ فاحش لان من شرط اللعان ان يكون

٥٨٩، تبیین میں ذکر ہے کہ یہ کہنی ہوئی خطا ہے اسواسطے کہ لعان میں خاوند کے اندر صرف یہ شرط ہے کہ شہادت کی قابلیت رکھتا ہو اور

من اهل الشهادة وكونه ممن لا يحد قاذفه لا يخل بهذا الشرط لان من لا يحد قاذفه يكون زانيا وزناه فسق منه والفاسق اهل لها ولهذا يجري اللعان بين فاسقين وانما خصص بهذا القيد لان من شرط اللعان ان يطالب المرأة لموجب القذف وهو الحد واذا لم تكن عفيفة ليس لها ان تطالب به فلا يتصور اللعان

پاکدامن نہ ہونے سے گواہی کی قابلیت میں نقصان نہیں آتا، اس واسطے کہ اگر پاک دامن نہیں ہے تو زانی ہوگا۔ اور زنا فسق ہے اور فاسق شہادت کی قابلیت رکھتا ہے۔ ولہذا دو فاسقوں میں لعان جاری ہوتا ہے۔ عورت میں یہ قید کہ اس کے متہم بالزنا کرنے والے پر حد لگائی جاتی ہو اسلئے زیادہ کی ہے کہ لعان کے اندر شرط ہے کہ اس تہمت لگانے کی سزا یعنے حد خاوند کے حق میں وہ چاہے۔ اور جب وہ پاک دامن نہیں ہے تو وہ اس بات کا مطالبہ نہیں کرسکتی اور لعان نہیں ہوسکتا۔

(۵۹۰) والشهادات قامت مقام حد القذف في جانبه ومقام حد الزنا في جانبها بالنسبة اليه حتى لا يحد بقذفها فيحد الغير بقذفها لكن لو قذفها مرارا يكفي لعان واحد كالحد بخلاف ما لو قذف نساءه بكلمة او كلمات حيث يلاعن كل واحدة منهن لان المقصود من اللعان التفريق وهو انما يحصل اذا لاعن بكل منهن والمقصود في القذف دفع العار من المقذوف وهو انما يحصل بحد واحد وطالبته بموجبه اي بموجب القذف قيد به لانه حقها لدفع العار فلا بد من طلبها لاعن وهو جواب اذا

(۵۹۰)۔ لعان کے اندر گواہیاں مرد کے اعتبار سے تو وہ حد قذف کے قائم مقام ہوتی ہیں اور عورت کے اعتبار سے حد زنا کے قائم مقام ہیں۔ لہذا خاوند پر اسکی طرف زنا کی نسبت کرنے سے حد نہ ماری جاویگی اور کوئی اور اگر اسکی طرف زنا کی نسبت کرے گا تو اس پر حد قذف ماری جائیگی اور اسیطرح اگر خاوند نے کئی مرتبہ زنا کی تہمت لگائی تو ایک ہی لعان کافی ہوگا جیسے ایسی صورت میں ایک ہی حد کافی ہوا کرتی ہے بخلاف اس صورت کے کہ اپنی کئی بیبیوں کو زنا کے ساتھ متہم کرے خواہ ایک ہی لفظ سے یا علیحدہ علیحدہ الفاظ سے تو ہر ایک سے اسکو لعان کرنا پڑیگا اسواسطے کہ لعان سے تفریق مقصود ہے اور وہ اسی وقت ہوسکتی ہے کہ سب سے لعان کرے اور قذف کے اندر مقذوفین سے دفع عار مقصود ہوتا ہے اور وہ ایک ہی مرتبہ حد لگانے سے حاصل ہوجاتا ہے۔ عورت کے مطالبہ کرنے کی شرط اس واسطے لگائی ہے کہ وہ اسی کا حق ہے۔ لہذا اس کی طلب ضروری ہے۔

(۵۹۱) ونجعله اى اللعان شهادات مؤكدة بالايمان لا بالعكس كما عند الشافعي اللعان ايمان مؤكدة بالشهادات فيلاعن الذمي والعبد والمحدود في القذف لكونهم من اهل اليمين وله قوله عم في حق الملاعنة ان اتت بالولد من الزنا لولا الايمان سبقت لكان لي ولها شان عظيم اى لامرتها بالرجم ولان الفاسق والاعمى من اهل اللعان اتفاقا ولا شهادة لهما ولنا قوله تعالى والذين يرمون ازواجهم ولم يكن لهم شهداء الا انفسهم استثنى انفسهم من الشهداء فثبت انهم شهداء اذ الاصل ان يكون المستثنى من جنس المستثنى منه وقوله عم لولا الايمان لا ينافي كونه شهادة مقرونة بها۔

(۵۹۱) ہمارے نزدیک لعان گواہیوں کا نام ہے اور قسموں سے تاکید ہو جاتی ہے۔ اور امام شافعی رح کے نزدیک وہ قسمیں ہوتی ہیں اور گواہیوں سے انکی تاکید ہو جاتی ہے لہذا ذمی اور غلام اور محدود فی القذف سے بھی لعان لیا جائیگا اس واسطے کہ ان میں قسم کی قابلیت ہے امام شافعی رح کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ملاعنہ عورت کے حق میں جب اس کے زنا سے بچہ پیدا ہوا فرمایا اگر قسمیں نہ ہو گئی ہوتیں تو میرے اور اس کے درمیان ایک عظیم الشان امر وقوع میں آتا یعنی میں اسکو سنگسار کرنے کا حکم دیتا۔ اور اس لیے کہ فاسق اور اندھا بالاتفاق لعان کی اہلیت رکھتے ہیں اور انکی گواہی مقبول نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ لعان قسموں کا نام ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ پاک فرماتا ہے والذین یرمون ازواجہم و لم یکن لہم شہداء الا انفسہم یعنی اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور بجز انکی ذات کے انکے لیے گواہ نہیں ہیں اس آیت میں الا انفسہم مستثنی واقع ہوا ہے شہداء کے لفظ سے پس اس سے ثابت ہوا کہ وہ بھی گواہ ہیں کیونکہ اصل مستثنی میں یہ ہے کہ مستثنی منہ کی جنس سے ہو اور آنحضرت کا فرمانا کہ اگر قسمیں ہو چکی ہوتیں سو یہ لعان کی شہادت مقرون بالایمان ہونے کا مانع نہیں ہے

(۵۹۲) والفاسق والاعمى اهل الشهادة فلهذا ينعقد النكاح بهما عندنا وعدم قبول شهادتهما في اكثر المواضع لتهمة الفاسق وعدم تميز الاعمى وهذه الشهادة غير مشروعة في موضع التهمة ولذلك يجرى بين الاعمى وامرأته العمياء والاعمى يفصل بين نفسه وامرأته

(۵۹۲) اور فاسق اور اندھا گواہی کی اہلیت رکھتے ہیں لہذا ہمارے نزدیک انکی موجودگی میں نکاح ہو جاتا ہے اور اکثر مواضع میں جو انکی گواہی مقبول نہیں ہوتی تو اسکی وجہ یہ ہے کہ فاسق تو متہم بالکذب ہوتا ہے اور اندھے کو مشہود لہ و مشہود علیہ میں تمیز نہیں ہوتی اور یہاں پر گواہی جو مقرر ہوئی ہے تو اسمیں احتمال تہمت کا نہیں ہے لہذا نابینا خاوند اور نابینا بیوی میں لعان جاری ہوتا ہے اور نابینا آدمی اپنی ذات میں اور بیوی میں تمیز کر سکتا ہے

(۵۹۳) فان امتنع اى الزوج من اللعان حبس حتى يلاعن او يكذب نفسه فيحد لانه بتكذيب نفسه سقط اللعان

(۵۹۳) اگر خاوند لعان نہ کرے تو قاضی اسکو قید کرلے حتی کہ یا تو لعان کرے یا اپنے آپ کو جھوٹا بتائے تو اس پر حد لگائی جاوے۔ اس لیے کہ جب اپنا جھوٹ اس نے بیان کر دیا

فوجب الحد الذی هو الموجب الاصل للقذف۔

تولعان ساقط ہو گیا اور قذف کا موجب اصلی یعنی حد ثابت ہو جائیگا۔

۵۹۴، وفی النهایة هذا اذا لم یطلقها بعد القذف فان طلقها ثم اکذب نفسه لا حد علیه ایضا لان قذفه کان موجبا للعان فلما فات لثبوت البینونة بینهما فلا یجب الحد لان القذف الواحد لا یوجب الحدین واما اذا اکذب نفسه بعد اللعان فانما حد بسبب انه نسبها فی کلمات اللعان الی الزنا۔

۵۹۴، نہایہ میں مذکور ہے یہ جب ہی کہ قذف کے بعد اوسکو طلاق نہ دی ہو اور اگر قذف کے بعد اوس نے طلاق دی اور پھر اپنی تکذیب کی تو اوسپر حد نہو گی اسواسطے کہ اوسکا زنا کیطرف نسبت کرنا لعان کا موجب تھا اور جب اونمیں علیحدگی کے وجہ سے لعان جاتا رہا تو حد بھی واجب نہو گی اسواسطے کہ ایک دفعہ قذف کرنیسے دو حدین واجب نہیں ہوتیں اور اگر لعان کے بعد تکذیب کرے تو اسلیئے حد لازم ہو جاتی ہے کہ اوس نے لعان کے الفاظ میں اوسکو زنا کیطرف نسبت

۵۹۵، فاذا لاعن وجب علیها اللعان بالنص فان امتنعت حبست لتلاعن او تصدقه ای المرأة زوجها فیسقط اللعان۔

۵۹۵، اگر خاوند نے لعان کر لیا تو بحکم نص عورت پر بھی لعان کرنا واجب ہو گیا پھر اگر عورت نے لعان نہیں کیا تو اوسکو بھی قید کیا جائے تاکہ یا تو لعان کرے یا اپنے خاوند کے تصدیق کرے اگر تصدیق کر لے تو لعان اوسکے ذمہ سے ساقط

۵۹۶، وما وقع فی بعض نسخ القدوری او تصدقه فتحد فغلط لان الحد لا یجب بالاقرار مرة فکیف یجب بالتصدیق مرة وهو لا یجب بالتصدیق اربع مرات لان التصدیق لیس باقرار قصدا فلا یعتبر فی حق وجوب الحد ویعتبر فی درئه فیندفع به اللعان۔

۵۹۶، قدوری کے بعض نسخوں میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے (او تصدقه فتحد) یعنی یا خاوند کی تصدیق کرے پس حد لگائی جاوے مگر یہ نسخہ غلط ہے اسواسطے کہ حد تو ایک مرتبہ اقرار کرنیسے بھی نہیں لازم ہوتی پھر ایک مرتبہ تصدیق کر دینے سے کیونکر لازم ہو جائیگی بلکہ اگر چار مرتبہ بھی تصدیق کرے تب بھی حد نہیں واجب ہوتی اسواسطے کہ تصدیق میں قصداً اقرار نہیں پایا جاتا پس حد کو واجب کرنے میں تصدیق کا اعتبار نہو گا البتہ اوسکے دفع کرنے میں

۵۹۷، ولا تحد ای لا یجب الحد علی المرأة عندنا لان التصدیق لیس باقرار قصدا فیندرئ به الحد ولا یجب وقال

۵۹۷، ہمارے نزدیک عورت پر حد نہ ماری جائیگی اسواسطے کہ تصدیق اقرار بالقصد نہیں ہے لہذا حد اوس سے دفع ہو جائیگی اور واجب نہو گی مگر امام شافعی رح

الشافعي يجب لان الزوج اوجب عليها الحد بلعانه و لكن كانت متمكنة من دفعه باللعان فاذا ابت عنه تحد حد الزنا۔

فرماتے ہیں حد واجب ہوجائیگی اسواسطے کہ خاوند نے لعان کرنیکی وجہ سے اوسپر واجب کردی تھی مگر وہ خود لعان کرکے اوسکو دفع کرسکتی ہے اور جب اوس نے لعان کرنیسے انکار کیا تو اب حد زنا اوسپر لگائی جاویگی۔

(٥٩٨) عجبا من الشافعي ان الزوج اصلا اذا شهد عليها بالزنا وثلاثة عدول معه لم يقبل شهادة الزوج عليها و لم يوجب الحد و قبل في اللعان قوله وحده واعجب منه ان اللعان يمين عنده فجعله شهادة في حق الزوج و هو لا يصلح لايجاب المال و لا اسقاطه بعد الوجوب فاسقطت المرأة به الحد هنا عن نفسها ولكن الزوج اسقط به الحد عن نفسه و اوجب الرجم الذي هو اغلظ الحد و دبه على المرأة۔

(٥٩٨) بڑے تعجب کی بات ہے کہ امام شافعی رحمۃ کے نزدیک اگر عورت کا خاوند اوسکی زنا کی گواہی دے اور اوسکے ساتھ تین عادل شخص اور گواہی دیں تب تو خاوند کے گواہی مقبول نہیں ہوتی اور اوس سے حد نہیں واجب ہوگی اور لعان کے اندر صرف اوسکا ہی قول مقبول ہوجاتا ہے اور اوس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہو کہ لعان تو اونکے نزدیک قسم ہے مگر خاوند کی حق میں اوسکو وہ گواہی کرکے دیتے ہیں اور قسم سے نہ تو مال واجب ہوتا ہے اور نہ واجب ہونیکے بعد ساقط ہوتا ہے مگر یہاں عورت نے اوسکے سبب سے اپنے اوپر سے حد کو ٹالدیا اور اسیطرح قسم سے خاوند نے اپنے اوپر سے تو حد کو ٹالدیا مگر عورت کے اوپر اوسی قسم سے سنگساری کو کہ جو سب

(٥٩٩) فان قيل انما وجب الحد عليها بنكولها عن اللعان لا بقوله قلنا النكول عنده لا يوجب المال مع انه مما يثبت بالشبهة فكيف يوجب الرجم الساقط بها۔

(٥٩٩) اگر کہا جاوے کہ حد عورت کے لعان سے انکار کرنیکی وجہ سے ثابت ہوئی ہے خاوند کے کہنے سے نہیں ہوئی تو اوسکا یہ جواب ہے کہ امام شافعی رحمۃ کے نزدیک قسم سے انکار کرنا مال کا بھی مثبت نہیں ہوتا حالانکہ مال شبہ سے بھی ثابت ہوجاتا ہی پھر اوس سے رجم یعنی سنگساری کیونکر ثابت ہوجائیگے

(٦٠٠) فان لم يكن الزوج من اهل الشهادة حد يعني اذا كانت هي من اهل اللعان بان كانت صالحة للشهادة عليه و هو لا يصلح بان كان كافرا او محدودا في قذف وجب عليه الحد لان اللعان

(٦٠٠) اگر خاوند شہادت کا اہل نہیں ہے مثلا کافر یا محدود في القذف ہو اور عورت اس قابل ہے کہ خاوند پر گواہی دیسکتی ہے اور لعان کرسکتی ہے تو خاوند پر حد واجب ہوجائیگی اسواسطے کہ شارع نے لعان کو حد کے قائمقام کیا ہے پس جب خاوند کیطرف سے ایک وجہ سے لعان نہوسکا

اثبته الشرع خلفا عن الحد فلما تعذر اللعان لمعنى من جهته صير الى الاصل وهو الحد فلا يتصور ان يكون الزوج كافرا وهي مسلمة الا اذا كانا كافرين فاسلمت ثم قذفها قبل عرض الاسلام عليه

تو اصل یعنی حد کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور لعان کے بدلے حد واجب ہو جائیگی۔ یہ صورت کہ خاوند کافر ہو اور عورت مسلمان ہو جب نکل سکتی ہے کہ پہلے دونوں کافر ہوں اور عورت مسلمان ہو جائے اور پھر خاوند اس سے قبل کہ اس پر اسلام پیش کیا جائے عورت کی طرف زنا کی نسبت کرے ۔

(٦٠١) وان كانت ممن لا يحد قاذفها وهو اى والحال ان الزوج اهل للعان فلا حد على الزوج ولا لعان لان المانع من جهتها فصار كما اذا صدقته ولكنه يعزر لالحاقه الشين بها۔

(٦٠١) اگر عورت ایسی ہو کہ اگر اسکو کوئی زنا کی تہمت لگائے تو شرع میں حد نہ مارا جائے اور خاوند لعان کی قابلیت رکھتا ہے تو خاوند پر نہ تو حد ہو نہ لعان ہے اسواسطے کہ یہاں مانع عورت کی طرف سے ہے اور ایسا ہوا کہ جیسے عورت اسکی تصدیق کر دیتی مگر چونکہ عورت کو اس نے عیب لگایا ہے اس لیے قاضی اسکو تعزیر دیدے گا ۔

(٦٠٢) وفي التبيين لو كانا محدودين في قذف او هو عبدا وهي محدودة في قذف فحد الزوج لان امتناع اللعان لمعنى من جهته بخلاف ما اذا كانا كافرين او مملوكين حيث لا حد عليه فان امتنع من جهته لان قذف الامة او الكافرة لا يوجب الحد وقذف المحدودة يوجبه اذا كانت عفيفة من الزنا۔

(٦٠٢) تبیین میں مذکور ہے اگر وہ دونوں محدود فی القذف ہیں یا خاوند غلام ہے یا عورت محدود فی القذف ہے تو خاوند پر حد لگائی جائیگی اسواسطے کہ یہاں لعان کا نہ ہونا خاوند کے اندر ایک وجہ کے پائے جانے سے ہے بخلاف اس صورت کے کہ دونوں کافر یا دونوں مملوک ہوں کہ اسوقت خاوند پر حد نہیں ہے اگرچہ یہاں بھی خاوند کی طرف سے لعان ساقط ہوا اس سبب سے کہ باندی یا کافرہ کو زنا کی طرف منسوب کرنے سے حد نہیں واجب ہوتی۔ اور محدودہ فی القذف کو زنا کی طرف منسوب کرنے سے حد واجب ہوتی ہے۔ جس وقت کہ وہ زنا سے پاک ہو ۔

(٦٠٣) ولو شهد اى الزوج عليها اى على امرأته بالزنا مع ثلثة رجال عدول تقبلها اى شهادتهم وقال الشافعي لا تقبل فيلاعن الزوج ويحد الثلثة حد القذف لان الزوج يلحقه

(٦٠٣)۔ اگر ایک شخص نے اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائی۔ اور اس کے ساتھ تین عادل شخصوں نے بھی زنا کی گواہی دی تو ہمارے نزدیک ان کی گواہی مقبول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔ اور خاوند سے لعان لیا جاوے گا۔ اور ان تین شخصوں پر حد قذف

العار والغيظ من فاحشة امرأته فيكون
متهما فى شهادته فلا يقبل ولنا ان الزوج
لا يظهر الفاحشة فى زوجته غالبا بل يسترها

(٦٠٤) ويبتدئ الزوج فى اللعان
لانه هو المدعى ولان النبى عم بدأ
به فيه فيقول اربع مرات اشهد بالله
انى لمن الصادقين فيما رميتك به
من الزنا وفى الخامسة اى يقول فى
المرة الخامسة لعنة الله عليه ان كان
من الكاذبين فيما رميتك به۔

(٦٠٥) اعلم ان المذكور فى الهداية
وغيره فيما رميتها به وهو ظاهر الرواية
والخطاب هو رواية الحسن عن ابى
حنيفة نظرا الى انه اقطع للاحتمال ووجه
الظاهر ان ضمير الغائب اذا اتصل به
الاشارة ينقطع الاحتمال ايضا وشرح
المص موافق لما فى الهداية لكن صادفت
فى خمس نسخ المجمع فيما رميتك به
من الزنا۔

(٦٠٦) مشيرا اليها اى الى المرأة فى قوله
رميتها وتقول هى اربعا اى المرأة
اربع مرات اشهد بالله انه من الكاذبين
فيما رمانى به من الزنا وفى الخامسة
غضب الله عليها ان كان من الصادقين
فيما رماها اى رمانى به من الزنا

ماری جائیگی اسواسطے کہ عورت کی بیحیائی سے خاوند کو غیرت
اور غصہ آجاتا ہے اسلیئے اوسکی گواہی مین کذب کا احتمال ہی
لہذا مقبول نہوگی اور ہماری یہ دلیل ہے کہ خاوند غالبًا اپنی
بیوی کی بیحیائی کو کسی سے ظاہر نہین کرتا بلکہ چھپایا کرتا ہے۔

(٦٠٤) لعان کے اندر پہلے خاوند سے قسم لیجائیگی اسواسطے کہ وہی مدعی ہے
اور اسلیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کے اندر پہلے
خاوند سے ہی قسم لی ہے۔ چار مرتبہ خاوند اسبات کو کہے کہ مین نے
جو تجھکو زنا کی نسبت کی ہے خدا کے نام سے مین گواہی دیتا ہون
کہ مین اوس مین سچا ہون اور پانچوین دفعہ کہے اگر مین تیرے
طرف زنا کے نسبت کرنے مین جھوٹا ہون تو خدا کی لعنت ہو۔

(٦٠٥) جاننا چاہیے کہ ہدایہ وغیرہ مین فیما رمیتک کی جگہ فیما رمیتہا
کا لفظ غائب کی ضمیر سے واقع ہوا ہے اور ظاہر روایت مین بھی
یہی ہے اور خطاب کا صیغہ حسن کی روایت میں امام صاحب
رح سے مروی ہے اسواسطے کہ خطاب کے اندر دوسرے
کا احتمال بالکل جاتا رہتا ہے اور ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے
کہ غائب کی ضمیر کے ساتھ بھی جب اشارہ پایا جاتا ہے
تو دوسرے کا احتمال نہین باقی رہتا اور مصنف علیہ الرحمہ کی
شرح ہدایہ کے عبارت کے مطابق ہے مگر مین نے مجمع البحرین
کے پانچ نسخون مین متواتر فیما رمیتک دیکھا ہے۔

(٦٠٦) خاوند کو چاہیئے کہ خطاب کے صیغہ مین عورت کے طرف
اشارہ کرتا جائے اور عورت کو چاہیئے کہ چار مرتبہ تو یہ کہے
مین خدا کے نام سے گواہی دیتی ہون کہ مجھے جو اوس نے
زنا کی طرف منسوب کیا ہے وہ اوس مین جھوٹا ہی اور
پانچوین مرتبہ کہے اگر وہ میرے طرف زنا کی نسبت کرنے مین
سچا ہے تو اس بندی پر خدا کا غضب نازل ہو۔

(٦٠٧) وانما خصت المرأة با لغضب لان النساء يستعملن اللعن كثيرا فلا يقع مبالاة وتخاف من الغضب۔

(٦٠٧) خاوند سے تو پانچویں دفعہ لعنت کا لفظ کہلوایا جاتا ہے اور عورت سے پانچویں دفعہ غضب کا لفظ اسلیئے کہ عورتیں لعنت کا استعمال اپنے اوپر اکثر کرتی رہتی ہیں لہذا اسکو اپنے اوپر لعنت کرنیمیں ایسی پرواہ نہوگی مگر غضب سے

(٦٠٨) ولم تقع الفرقة بلعانه اى بعد فراغه من كلمات اللعان حتى لومات احدهما قبل التفريق توارثا وقال الشافعى وقعت الفرقة قبل لعانها لان الظاهر انهما لا يأتلفان بعد لعانه فينفسخ النكاح كالارتداد۔

(٦٠٨) ہمارے نزدیک جب خاوند لعان کے کلمات کہہ چکے تو اس سے فرقت نہیں ہوجاتی حتی کہ قبل از تفریق دونوں میں سے ایک مرجائے تو دوسرا وارث ہوجائیگا امام شافعی فرماتے ہیں صرف خاوند کے لعان کرنے سے عورت کی لعان کرنے سے پہلے ہی فرقت ہوجائیگی اسواسطے کہ بظاہر اُن میں میل نہیں ہوسکتا لہذا نکاح جاتا رہیگا جس طرح مرتد ہوجانے سے۔

(٦٠٩) ولا فرقنا بالتعانهما فيتوقف الفرقة على تفريق الحاكم اى يجب على القاضى تفريقهما۔

(٦٠٩) جسطرح فقط خاوند کے لعان کرنے سے ہمارے نزدیک میاں بیوی علیحدگی نہیں ہوتی اسیطرح دونوں کے لعان کرنے ہی بدون تفریق قاضی کے علیحدگی نہیں ہوتی اور قاضی کی تفریق کرنے پر موقوف

(٦١٠) وقال زفر يقع الفرقة بالتعانهما لقوله عم المتلاعنان لا يجتمعان ابدا فيقع الفرقة من غير تفريق

(٦١٠) امام زفر رح فرماتے ہیں دونوں کے لعان کرنے سے فرقت واقع ہوجاتی ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے متلاعنان کبھی جمع نہو سکینگی۔

(٦١١) ولنا ماروى ان النبى عم فرق بين هلال وامرأته بعد اللعان ولو وقعت الفرقة بالتعانهما لما فرق بينهما وماروا محمول على بيان حرمة الاستمتاع لا وقوع الفرقة توفيقا بينهما فيثبت الحرمة بينهما فى الحال مع بقاء النكاح۔

(٦١١) ہماری یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال اور اُسکی بیوی میں لعان کے بعد تفریق کی ہے اور اگر صرف لعان کرنے سے فرقت ہوجایا کرتی تو آپ انمیں تفریق نہ فرماتے اور وہ حدیث جو نقل کی ہے اُس سے حرمت جماع مراد ہے وقوع فرقت مراد نہیں تاکہ دونوں حدیثوں میں توفیق ہوجاوے لہذا صحبت کرنا تو اُسیوقت سے حرام ہوگا مگر نکاح باقی رہیگا جبتک کہ قاضی تفریق نکرے۔

(٦١٢) فان قيل كيف اورد المصنف توقف التفريق على الحاكم بصيغة الوفاق مع انه غير مستقيم على قول ابى يوسف لان حرمة اللعان عنده

(٦١٢) اگر اعتراض کیا جائے کہ یہاں پر مصنف رح نے فرقت کی تفریق قاضی پر موقوف ہونیکو اُس وضع کے ساتھ جو متفق علیہا مسئلہ کے لیے موضوع ہے کیوں بیان کیا ہے حالانکہ امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق یہ صحیح نہیں ہوتا اسلیئے کہ اُنکے

مؤبدة كحرمة الرضاع والمصاهرة فلا يتوقف على الحاكم مثلهما قلنا المذهب عند علمائنا ان النكاح لا يرتفع بحرمة الرضاع والمصاهرة بل يفسد حتى لو وطئها قبل التفريق لا حد عليه اشتبه الامر عليه او لم يشتبه وبه نص محمد فى الاصل فكذا فى اللعان فيستقيم على قول ابى يوسف ايضا كذا فى التبيين

(٦١٣) ويكون التفريق طلقة بائنة كما فى العنين۔

(٦١٤) واذا اكذب نفسه بعد اللعان وحد او حد لقذف اى لقذفه محصنا غيرها او هى لزنا اى او حدت لزناها وزال اهلية اللعان عنها جاز نكاحها هذا الكلام يحتمل معنيين احدهما ان اكذب نفسه ان قدر انه قبل التفريق فمعنى جاز نكاحها ارتفع حرمة اللعان وحلت لزوجها بلا تجديد نكاحها ولا تفريق بينهما وان قدر انه وجد بعد التفريق فمعناه جاز نكاحها بتجديده۔

(٦١٥) فان قلت كيف يتصور تزوجها بعد ما زنت وحدت وهى محصنة وحدها الرجم قلت يحتمل ان يلاعنها قبل الدخول بها او كانت كافرة

نزدیک لعان کے اندر ہمیشہ کیلئے حرمت نکاح ثابت ہوجاتی ہے جسطرح حرمت رضاع یا حرمت مصاہرت پس جس جیز میں ایسی حرمت ہوگی وہاں فرقت قاضی کے تفریق پر موقوف نہوگی تو اُسکا جواب یہ ہے کہ ہمارے علما کے نزدیک حرمت رضاع اور مصاہرت سے نکاح مرتفع نہیں ہوتا بلکہ فاسد ہوجاتا ہے ولہذا اگر قبل از تفریق صحبت واقع ہوگئی تو حد شرعی واجب نہوگی خواہ حالت کا شبہ ہوا ہو یا نہوا ہو امام محمد رح نے اپنی کتاب مبسوط میں اسکی تصریح کی ہے ایسا ہی لعان کے اندر بھی ہوگا۔

(٦١٣) یہ تفریق شرعًا طلاق بائن ہوتی ہے جس طرح عنین کے اندر۔

(٦١٤) اگر ایک شخص نے لعان کے بعد اپنے آپ کو جھوٹا بتایا اور اوسپر حد قذف لگائی گئی یا کسی اور عورت کی طرف اوس نے زنا کی نسبت کی اور اوسپر حد قذف لگائی گئی یا عورت کے ہی اوپر اوسکے بعد زنا کی حد لگائی گئی اور اہلیت لعان کی اوس سے جاتی رہی تو اب اوسکا نکاح جائز ہے اور اس نکاح کے جائز ہونے کی دو صورتیں ہیں اگر یہ صورت لیجائے کہ قبل تفریق کے خاوند نے اپنی تکذیب کی ہے تب تو نکاح کے جائز ہونیکے یہ معنی ہیں کہ تکذیب کرنے سے حرمت لعان جاتی رہی اور وہ اپنے خاوند پر حلال ہوگئی اور تجدید نکاح کی حاجت نہیں ہے اسواسطے کہ اونمیں تفریق نہیں ہوئی ہے اور اگر بعد تفریق

(٦١٥) اگر کوئی کہے جب عورت نے زنا کیا اور اوسپر حد زنا لگائی گئی اور وہ محصنہ یعنی پاکدامن بیوی ہے اور اوس کے حد سنگسار ہونا ہے تو پھر اوس سے جواز نکاح کے کیا معنے وہ تو خود ہی نہ باقی رہیگی تو اوسکا یہ جواب ہے کہ ہوسکتا ہے قبل از دخول اوس سے لعان کیا ہو یا وہ کافرہ تھی پھر

فاسلمت وصارت محصنة ولم يقربها بعدما صارت محصنة حتى قذفها فانه تلاعن ولا ترجم اذا زنت لعدم شرطه وهو الدخول عليها وهما على صفة الاحصان۔

مسلمان ہوگئی اور اوسکے نکاح میں آکر محصنہ ہوگئی اور محصنہ ہونیکے بعد خاوند نے اوس سے صحبت نہیں کی اور خاوند نے اوسکی طرف زنا کی نسبت کی تو عورت سے لعان لیا جائیگا اور اگر اوس نے زنا کیا تو سنگسار کیجائیگی اسواسطے کہ سنگسار کرنیکی شرط نہیں پائی جاتی کیونکہ عورت سے ایسے وقت میں کہ جب وہ خاوند بیوی دونوں محصن ہیں دخول نہیں پایا گیا۔

(۶۱۶) اعلم ان قول المص اوهي لزنا مشعر بان كونها محدودة لزناها قيد لزوال الاهلية عنها وليس كذلك لانها بزناها يسقط الاهلية عنها وان لم يحد ووقع اتفاقا لان زناها من غير حد تسقط به احصانها فلا حاجة الى ذكره واما اذا قذفت فلم تسقط الاهلية عنها حتى تحد۔

(۶۱۶) جاننا چاہیے کہ مصنف رح کی اس قول سے (اوہی الزنا) بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عورت سے اہلیت لعان کی اوسوقت زائل ہوتی ہے کہ جب زنا کے بعد اوسپر حد بھی ماری جائے حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ صرف زنا کرنیسے بغیر حد کے اوسکا احصان جاتا رہیگا اور لعان کی اہلیت زائل ہو جائیگی پس یہ قول اتفاقیہ ہے اور اوسمیں محدود ہونیکی قید احترازی نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے اوسکی طرف زنا کی نسبت کی تو اہلیت لعان کے جبتک اوسپر حد نہ ماری جائے زائل نہوگی۔

(۶۱۷) ويؤبد تحريمها اى قال ابو يوسف هي حرام عليه ابدا لقوله ع المتلاعنان لا يجتمعان ابدا ولهما ان هذا الكلام انما يثبت للمتلاعنين وبعد اكذابه نفسه لم يبق متلاعنا حقيقة لان الحد يلزم عليه بالرجوع ومن ضرورة اقامة الحد بطلان اللعان لان الاصل والخلف لا يجتمعان۔

(۶۱۷) امام ابو یوسف رح کے نزدیک وہ عورت صورت مذکورہ میں ہی ہمیشہ کیلئے حرام ہوجائیگی اگرچہ خاوند نے اپنی تکذیب کی ہو اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لعان کرنیوالے خاوند بیوی کبھی جمع نہونگے۔ امام صاحب اور امام محمد رح صاحب کی یہ دلیل ہے کہ یہ حکم متلاعنین کے لئے ہے اور جب خاوند نے اپنی تکذیب کی تو وہ دونوں فی الحقیقت متلاعنین نہیں رہے اسواسطے کہ رجوع کرنیسے خاوند پر حد لازم ہوگی اور حد کی لازم ہونیکی صورت میں لعان لامحالہ باطل ہوجائیگا اسواسطے کہ اصل اور اوسکا قائمقام دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوتے۔

(۶۱۸) ولا يعتبر قذف الاخرس فلا لعان به ولا حد لانه ليس كالصريح بل فيه شبهة وكل منهما يندرئ بما فيه شبهة

(۶۱۸) اگر گونگا آدمی اپنی بیوی کی طرف زنا کی نسبت کرے تو وہ غیر معتبر ہے اوسپر نہ لعان لازم ہوگا نہ حد لازم ہوگی اسواسطے کہ اوسکا بیان ایسا نہیں ہے جیسے صریح بیان ہوتا ہے بلکہ اوسمیں شبہ ہوتا ہے اور لعان اور حد شبہ سے ساقط ہوجاتے ہیں

(٦١٩) وكذا لو قذف الاجنبي الخرساء لا يجب الحد عليه لجواز ان تصدقه لو كانت تنطق ولا تقدر على اظهار هذا التصديق باشارتها فاقامة الحد مع الشبهة لا يجوز كما في الكفاية

٦١٩ اگر ایک اجنبی شخص گونگی عورت کو زنا کی طرف منسوب کرے تو اوس شخص پر حد واجب نہوگی ممکن ہے کہ اگر وہ بولتی ہوتی تو اوسکی تصدیق کر دیتی مگر اشارہ سے اوسکی تصدیق کرنے پر اوسکو قدرت نہیں ہے اور باوجود شبہ کے حد اوس شخص پر نہیں قائم ہو سکتی - کذا فی الکفایہ -

(٦٢٠) وان كان القذف بولد اي بنفي نسبه نفى القاضي نسبه بعد لعانهما اي يقول قطعت نسب هذا الولد عنه بعد ما قال فرقت بينكما كذا روي عن ابي يوسف وفي المبسوط هذا هو الصحيح لانه ليس من ضرورة التفريق نفي النسب كما بعد موت الولد يفرق بينهما باللعان ولا ينتفي نسبه عنه كذا في النهاية -

(٦٢٠) اگر ایک شخص کے بیوی کے بچہ پیدا ہوا اور اوسکے خاوند نے کہا یہ میرے نطفہ سے نہیں ہے تو قاضی اون دونوں سے لعان کرانیکے بعد اوس بچے کا نسب اوس شخص سے علیحدہ کر دے یعنی اول تو اون سے کہے مین نے تم دونوں مین تفریق کر دی اور پھر خاوند سے کہے مین نے اس بچے کا نسب تجھسے علیحدہ کر دیا - امام ابو یوسف رح سے ایسا ہی منقول ہے اور مبسوط میں بیان کیا ہے کہ صحیح بھی یہی قول ہے اسواسطے کہ تفریق کرنیسے نفی نسب کی ضروری نہیں ہے مثلا اگر بچہ مر گیا تو لعان کرنیسے خاوند بیوی مین تفریق ہو جائیگی لیکن نسب کی نفی نہوگی - کذا فی النہایہ -

(٦٢١) و الحقه بامه لما روي ان النبي عم نفى نسب ولد هلال بن امية عنه بعد ما قذف امرأته لنفي الولد ولاعن -

(٦٢١) امام محمد رح کے نزدیک بچہ اپنی ماں کے ساتھ ملحق کر دیا جائیگا اسواسطے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہلال ابن امیہ کے بیٹے کا نسب اوس سے علیحدہ کر دیا اور اوس نے اپنی بیوی کو زنا کیطرف منسوب کیا تھا کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے اور اس پر اوس نے لعان کیا تھا -

(٦٢٢) صورة هذا اللعان ان يقول الزوج اشهد بالله اني لمن الصادقين فيما رميتها به من نفي الولد وتقول المرأة اشهد بالله انه لمن الكاذبين فيما رماني به من نفي الولد ولو قذفها بالزنا ونفي الولد ذكرهما جميعا في اللعان -

(٦٢٢) اس لعان کا طریقہ یہ ہے کہ خاوند کہے خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے جو اوس بچے کو اپنی نطفہ سے نہیں بتایا ہے اسمین مین سچا ہوں اور اگر زنا کی بھی نسبت کی ہے اور بچا بھی اپنا نہیں بتایا ہے تو لعان کے اندر دونوں باتوں کا بیان کرے -

(٦٢٣) وفي التبيين شرط اللعان بنفي الولد ان يكون العلوق في حال اهليتها للعان حتى لو علقت وهي امة او كافرة

(٦٢٣) تبیین مین مذکور ہے نفی ولد کے اندر لعان مین شرط ہے کہ ایسے وقت مین عورت کو حمل ہوا ہو جس وقت مین وہ لعان کی اہلیت رکھتی ہو

ثم اعتقت او اسلمت وقذ فها بنفی الولد لایلاعن لان نسبه کان ثابتا علی وجه لایمکن قطعه فلایتغیر بعده۔

حتی کہ اگر حمل قائم ہوتی وقت وہ باندی یا کافرہ تھی اوپھر آزاد یا مسلمان ہوگئی اور خاوند نے اوس ولادسی انکار کیا تو اوسپر لعان نہ آویگا اسلیے کہ اس طورپر اوسکا نسب ثابت ہوا ہی کہ اوسمین قطع ہونیکا احتمال ہی نہین لہذا ۱۲

(۶۲۴) ونافی الحمل بان قال لامرأته لیس حملك منی لایلاعن عندا بیحنیفة وقالا ان اتت به لاقل من ستة اشهر لاعن لتیقننا بوجود الحمل فصار کنفیه بعد الولادة وله ان فی هذا القذف شبهة التعلیق اذ لایعرف حکمه الا بعاقبته ولو کان علقه حقیقة بان قال ان کان فی بطنك ولد فهو من الزنا لایکون قذفا فکذا شبهة۔

(۶۲۴) اگر ایک شخص اپنی حاملہ بیوی سے کہی تیرا حمل مجہسی نہین ہی تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک خاوند سے لعان نہ لیا جائیگا اور صاحبین رح فرماتے ہیں اگر چہ ۶ مہینے سے کم مین اس کہنے کے بعد اوس کے اولاد پیدا ہوئی تو اوس سے لعان لیا جائیگا اسواسطے کہ اوسوقت حمل ہونیکا اس سے یقین ہوجائیگا تو ایسا ہوا کہ گویا پیدا ہونیکے بعد انکار کیا اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ اس قذف کے اندر تعلیق بالشرط کی شباہت پائی جاتی ہی اسلیے کہ اسکا حکم بعد وضع حمل کے ہی معلوم ہوتا ہی اور اگر کوئی شخص حقیقۃً ہی قذف کو معلق بالشرط کرے مثلا یون کہے اگر تیرے پیٹ مین بچا ہو تو وہ زنا سے ہی تو یہ قذف نہین شمار کیا جاتا تو جو اسکی مشابہ ہو وہ بھی قذف نہوگا

(۶۲۵) ولانوجبه ای اللعان فی نفی الحمل للعان وقال الشافعی یجب لان النبی عم نفی الولد عن هلال وقد کان قذفها حاملا ولنا ان الاحکام لاتترتب علیه قبل الولادة للاحتمال والحدیث محمول علی انه عم عرف قیام الحمل وحیا او علی ان هلالا صرح بزنا لامرأته۔

(۶۲۵) ہمارے نزدیک حمل سے انکار کرنیسے اوسیوقت خاوند پر لعان نہین واجب ہوجاتا اور امام شافعی رح فرماتے ہین اوسیوقت اوسپر لعان واجب ہوتا ہی اسواسطے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہلال سے اوس کے بیٹے کا نسب قطع کردیا اور اوس نے حمل کی حالتمین قذف کیا تھا اور ہماری یہ دلیل ہی کہ عورت کے بچہ پیدا ہونیسے پہلے اوسکے اوپر احکام مرتب نہین ہوتی کیونکہ اوسمین شبہ ہوتا ہی اور حدیث اسبات پر محمول ہی کہ آنحضرت صلے اللہ

(۶۲۶) وان قال زنیت حطابا لامرأته وهذا الحمل منه ای من الزنا یلاعنا لوجود القذف صریحا۔

(۶۲۶) اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے مخاطب ہوکر کہا تو نے زنا کیا ہی اور یہ حمل اوسی سے ہی تو اون سے لعان لیا جائیگا اسلیے کہ یہ صراحۃً قذف ہی۔

(۶۲۷) ونثبته ای نسب الحمل منه ولاینفیه القاضی عنه عندنا لما مر ان الحمل قبل الولادة محتمل وقال الشافعی

(۶۲۷) ہمارے نزدیک وہ حمل اوس شخص سے ثابت النسب سمجھا جائیگا اور قاضی اوسکا نسب قطع نہ کریگا اوسیوجہ سے کہ قبل از ولادت حمل مین شبہ ہوتا ہی اور امام شافعی رح فرماتے ہین کہ

ينفيه لما مر انه عم نفى الولد عن هلال

قاضی اوس حمل کا نسب اوس شخص سے قطع کردیگا اوسی وجہ سے کہ آنحضرت

(٦٢٨) واذا نفى الولد عقيب الولادة او حال قبول التهنئة او ابتياع آلة الولادة صح نفيه لان هاتين الحالتين كحال الولادة عرفا۔

(٦٢٨) اگر بچے کے پیدا ہوتے ہی یا مبارکبادی کے زمانہ میں یا ولادت کی چیزوں جمع کرنیکے زمانہ میں ہی انکار کیا تو صحیح ہے اور اوس سے لعان لیا جائیگا اسلیے کہ یہ دونوں حالتیں عرفاً حالت ولادت ہی شمار کیجاتی ہیں۔

(٦٢٩) وفي النهاية اذا هنئ بولد منكوحته فسكت يكون قبولا واذا هنئ بولد الامة لا يكون قبولا لان نسب ولدها انما يثبت بالدعوة والسكوت ليست بدعوة۔

(٦٢٩) نہایہ میں مذکور ہے اگر ایک شخص کی منکوحہ بیوی کے اولاد پیدا ہوئی اور کسی نے اوسکو مبارکبادی دی اور خاوند چپکا ہو رہا تو اوسکا یہ سکوت قبول سمجھا جائیگا اور اگر اوس کی باندی کے بچہ پیدا ہوا اور کسی نے اوسکو مبارکبادی دی اور اوس نے سکوت کیا تو یہ قبول نہ سمجھا جائیگا اسواسطے کہ باندی کی اولاد کا نسب دعوی کرنے سے ثابت ہوتا ہے اور سکوت دعوی نہیں ہے۔

(٦٣٠) ولاعن وينفي القاضي نسبه منه او بعده اي اذا نفاه بعد ما ذكر من الاوقات لاعن ويثبت نسبه۔

(٦٣٠) اگر اوقات مذکورہ کے بعد اوس نے انکار کیا ہے تو اوس سے لعان لیا جائیگا مگر اوس بچے کا نسب اس شخص سے ثابت ہوگا۔

(٦٣١) والتقدير مدة النفي بعد العلم بيوم او سبعة ايام روايتان عن ابي حنيفة وقالا مدة النفاس لانها كحال الولادة لكونها اثرها وله ان اثر الولادة يمتد الى سبعة ايام لما انه عم عق عن الحسن والحسين في اليوم السابع هذا اذا كان الزوج حاضرا وان كان غائبا فمتى بلغه الخبر فعنده هو كوقت الولادة وعندهما ان بلغه الخبر في مدة النفاس فكذلك وان بلغه بعده فعند ابي يوسف له ان ينفيه الى سنتين لانهما مدة الرضاع وهو اثر الولادة۔

(٦٣١) پیدایش کے علم کے بعد نفی صحیح ہونیکی مدت امام صاحب سے ایک روایت کے موافق ایک دن اور دوسری روایت کے موافق سات دن ہیں اور صاحبین رح فرماتے ہیں مدت نفاس تک انکار صحیح ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اوسکا وقت ولادت کا ہی وقت شمار کیا جاتا ہے۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ ولادت کا اثر سات روز تک باقی ہوتا ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن اور امام حسین کا یوم ولادت سے ساتویں روز عقیقہ کیا ہے یہ جب ہے کہ خاوند موجود ہو اور اگر غائب ہے تو جب اوس کو ولادت کی خبر معلوم ہوگی امام صاحب رح کے نزدیک وہی وقت سے ولادت سمجھی جائیگی اور صاحبین رح کے نزدیک اگر مدت نفاس میں اوسکو خبر معلوم ہوئی ہے تب تو یہی ہے اور اگر مدت نفاس گذر جانیکے بعد اوسکو خبر ہوئی ہے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دو سال تک انکار کر سکتا ہے اسواسطے کہ دو سال مدت رضاع ہیں اور رضاع ولادت کا اثر ہے

٣٣١، وعند محمد له ذلك الى اربعين يوما اعتبارا بمدة النفاس۔

٣٣٢، واذا اتت بولدين في بطن فاعترف بالثاني ونفى الاول ثبتا اى الاول والثاني يعني نسبهما وحد الزوج لانه لما اقر بالثاني اكذب نفسه في نفي الاول فكانه قال انت زانية ثم قال انت عفيفة او بالاول اى اذا اعترف بالولد الاول ونفى الثاني ثبتا اى يثبت نسبهما لانهما توأمان خلقا من ماء واحد وهما اللذان بين ولادتهما اقل من ستة اشهر وكان اعترافه باحدهما اعترافا بالآخر فجعل كانه اقر بولد ثم نفاه فلا يصح نفيه بعد الاقرار ولاعن انما لم يجب الحد لانه لم يوجد الرجوع بعد القذف فانه اقر بالعفة اولا ثم قذفها بالنفي۔

٣٣٣، ولو ماتت بنته المنفية عن ولد يعني اذا نفى نسب بنته وتلاعنا فبانت البنت وتركت ولدا فادعاه اى الاب النافي انه ولد بنته فنسبه غير ثابت منه عند ابي حنيفة وقالا يثبت فيدعونها لانها اذا كانت حية يثبت نسبها بدعوة ولدها اتفاقا۔

۳۳۱، امام محمد رح کے نزدیک چالیس روز تک انکار کر سکتا ہے جسقدر نفاس کی مدت ہوتی ہے۔

۳۳۲، اگر ایک حمل سے عورت کے دو بچے پیدا ہوئے اور خاوند نے دوسرے کا انکار اور پہلے کا اقرار کیا تو دونوں کا نسب ثابت ہو جائیگا اور خاوند پر حد لگائی جائیگی اسواسطے کہ جب اوس نے دوسرے کا اقرار کیا تو پہلے کے انکار کرنے میں اوس نے اپنی تکذیب کی اور یہ ایسا ہوا جیسے اولاً کہدیا تو زناکار ہے اور پھر کہدیا تو پاکدامن ہے اور اگر پہلے کا اقرار کیا اور دوسرے سے انکار کیا تو اوس سے لعان لیا جائیگا اور دونوں کا نسب ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ وہ دونوں جوڑواں ہیں ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں اور جوڑواں یا توام اون دو بچوں کو کہتے ہیں جنکے پیدا ہونے میں چھہ ماہ سے کم مدت کا فصل ہو۔ اس میں ایک کا اقرار کرنا دونوں کا ہی اقرار کرنا ہوتا ہے تو ایسا ہوا کہ گویا اوس نے ایک ہی بچے کا اقرار کیا اور پھر اوسکا انکار کر دیا تو پھر اوسکا انکار بعد اقرار کے صحیح نہوگا اس صورت میں حد اسلیے نہیں لگتی کہ یہاں قذف کے بعد رجوع نہیں پایا جاتا تاکہ حد لازم آوے بلکہ یہاں اوسکی عکس ہے کہ اولاً اوس نے عفت کا اقرار کیا اور پھر زنا کی طرف منسوب کیا ہے

۳۳۳، اگر ایک شخص نے اپنی دختر کے نسب سے انکار کیا اور خاوند بیوی میں لعان ہو گیا اور پھر وہ بیٹی مر گئی اور اوس نے ایک بچا چھوڑا اور اب اوس شخص نے دعوی کیا کہ یہ میری بیٹی کا ہے یعنے میں اسکا نانا ہوں تو امام صاحب رح کے نزدیک اس شخص سے اوسکا نسب نہ ثابت ہوگا اور صاحبین رح فرماتے ہیں اوسکا اس شخص سے نسب ثابت ہو جائیگا۔

(٦٣٥) وقيد بالبنت لان الولد المنفي لو كان ذكرا فمات وترك ولدا يثبت نسبه من المدعي وورث الاب منه اتفاقا لحاجة الولد الثاني الى ثبوت النسب فبقاؤه كبقاء الاول وقيد بقوله عن ولد اذ لو ماتت لا عن ولد ثم ادعى نسبها لا يثبت فلا يرث منها لانها استغنت بالموت عن النسب ويضرب حد القذف وقيد بدعوته الولد لانه لو ادعى البنت المنفية حال حيوتها يثبت نسبها اتفاقا۔

(٦٣٦) لهما ان دعوته البنت المنفية كانت صحيحة فكذا تصح دعوة ولدها كما لو كان الولد المنفي ذكرا وله ان الانساب الى الآباء ونسب ولد البنت ثابت من ابيه فاستغنى عن ان يثبت من امه وجد اب امه بخلاف دعوة المنفية لانها محتاجة الى النسب من اللاعن وبخلاف ما لو كان الولد المنفي ذكرا لان الولد الثاني ينسب اليه لانه ابوه فيحتاج الى اثبات نسبه كالاول فاشتركا في صحة الدعوة۔

(٦٣٥) بیٹی کے مرجانیکی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر وہ زندہ ہو تو بالاتفاق اوس بچے کے نسب کا دعوی کرنیسے دونوں کا نسب یعنی اوسکا بھی اور اوسکی ماں کا بھی ثابت ہوجائیگا اور بیٹی کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر وہ بیٹا تھا اور باپ نے اوسکے نسب کی نفی کی تھی اور وہ بیٹا اب مرگیا اور ایک بچا اوس نے چھوڑا تو بالاتفاق اس مدعی سے اوسکا نسب ثابت ہوجائیگا اور یہ مدعی اپنے بیٹے متوفی کا ورثہ پائیگا اسواسطے کہ پوتا ثانی ثبوت نسب کا محتاج ہے اور اوسکا بقاء ایسا ہی ہے جیسے اوس متوفی کا بقاء۔ اور یہ قید کہ وہ بیٹی ایک بچہ چھوڑی ہے اسواسطے لگائی ہے کہ اگر اوس نے کچھ نہ چھوڑا اور پھر اوس شخص نے اوس متوفی کے نسب کا دعوی کیا تو نسب نہ ثابت ہوگا اور نہ اوسکا وارث ہوگا اسلیے کہ مرجانیکی وجہ سے اوسکو نسب ثابت ہونیکی حاجت ہی نہیں رہی پس اوس شخص پر حد قذف ماری جائیگی۔ اور اوسکے ولد کے ۱۲

(٦٣٦) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ نسب کی نفی کردینے کے بعد اگر پھر اوس دختر کے نسب کا دعوی کرتا ہے تو صحیح ہوجاتا ہے اسی طرح اوسکے بچے کے نسب کا دعوی کرنا بھی صحیح ہوگا اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ انساب آباء کے تئیں ثابت کیے جاتے ہیں اور بیٹی کی اولاد کا نسب اپنے باپ یعنی اس شخص کے داماد سے ثابت ہوا ہے پس نانا سے نسب ثابت ہونیکی اوسکو ضرورت نہیں ہے بخلاف اوس دختر کے نسب کے دعوی کرنیکے کہ وہ اس بات کی طرف محتاج ہے کہ اس لاعن سے اوسکا نسب ثابت کیا جائے اور بخلاف اوس صورت کے کہ دختر کی جگہ بیٹا ہو کیونکہ اوسکی اولاد اوسکی طرف منسوب کیجائیگی اسلیے کہ وہ باپ ہے اور اوسکو نسب ثابت ہونیکی حاجت ہے جس طرح اوس متوفی کو حاجت تھی پس وہ دونوں دعوے کے صحیح ہونے میں شریک ہیں۔

فصل في العدة

فصل عدت کے بیان میں

(٦٣٧) وهي تربص يلزم المرأة عند

(٦٣٧) نکاح صحیح یا شبہ نکاح کے زائل ہوجانیکے بعد عورت کو

زوال النکاح المتاکد او شبهته۔

(٦٣٨) تعتد الحرة الحائض المدخول بها عن الطلاق او الفسخ بثلثة قروء لقوله تعالی والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلثة قروء۔

(٦٣٩) وناولها ای القروء المذکورة فی الآیة وهی جمع قرء بفتح القاف بالحیض بکسر الحاء وفتح الیاء جمع حیضة وانما قال وناولها ولم یقل وفسرها لان القروء لفظ مشترك بین الحیض والطهر والماول ما ترجح من المشترك احد معانیه بغالب الرای لا بالاطهار اے قال الشافعی هی ماولة بالاطهار لقوله ءم ان من السنة ان یطلقها فی کل قرء تطلیقة ای کل طهر۔

(٦٤٠) ولنا قوله ءم طلاق الامة ثنتان وعدتها حیضتان ولا خلاف ان عدة الامة نصف عدة الحرة ولما لم یتجزا الحیضة جعلت عدتها حیضتین ولان القرء ینبئ عن الجمع لغة یقال ما قرأت الناقة جنینا فی رحمها فحملها علی الحیض اولی لان فیه جمع دم۔

(٦٤١) وان طلقت فی الحیض لم تعتد علی صیغة المجهول ای لم یعتبر بتلك الحیض التی وقع فیها الطلاق لان ما وجد

جو کچھہ مدت تک بیٹھا رہنا پڑتا ہے اوسکا نام عدت ہے۔

(٦٣٨) خاوند کے طلاق دینے یا نکاح فسخ ہونیکے بعد اگر عورت حرہ ہو اور اوسکو حیض بھی آتا ہے اور خاوند نے اوس سے دخول بھی کر لیا ہے تو اوسکی عدت تین حیض ہیں لقولہ تعالی وَالْمُطَلَّقَاتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ ترجمہ اور طلاق دی ہوئی عورتیں تین قروء اپنی جانوں کو روکے رہیں گی

(٦٣٩) قروء کا لفظ جو آیت میں مذکور ہے وہ قرء بفتح قاف کی جمع ہے۔ اور حیض جمع ہے حیضہ کی اور تاویل کا لفظ مصنف نے کہا اور تفسیر کا لفظ اسواسطے نہیں کہا ہے کہ قرء کا لفظ مشترک ہے حیض اور طہر کے لیے اور ماؤل اوسی لفظ مشترک کو کہتے ہیں جس کے کئی معنے میں سے ایک معنے کو غالب راے سے ترجیح دے لیں۔

(٦٤٠) ہماری دلیل قروء سے حیض مراد ہونے پر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ باندی کی طلاقیں دو ہیں اور اوسکی عدت دو حیض ہیں اور یہ تو سب ہی کہتے ہیں کہ باندی کی عدت حرہ کی عدت کی نصف ہے اور چونکہ حیض کا تجزیہ نہیں ہوتا اسواسطے اوسکی عدت دو حیض مقرر کیے گئے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ لغت کے اعتبار سے قرء کے اندر جمع کرنیکے معنی پائی جاتی ہیں لا کہتے ہیں ما قرأت الناقة جنینا فی رحمها یعنی نہیں جمع کیا اونٹنی نے اپنے رحم میں جنین کو نہیں جمع کیا لہذا قرء کا حیض کے اوپر محمول کرنا زیادہ تر مناسب ہے اسواسطے کہ اوسمیں ہی خون کا اجتماع ہوتا ہے۔

(٦٤١) اگر حالت حیض میں عورت کو طلاق دی ہے تو اس حیض کو اون تین حیضوں میں شمار نہ کیا جائیگا اسواسطے کہ طلاق سے پہلے جو اسکا حصہ گذر چکا ہے وہ عدت میں نہیں شمار ہو سکتا تو

منها قبل الطلاق لا يحسب من العدة فلا يحسب ما بقي لان الحيضة لا يتجزى

جو باقی رہا ہے وہ بھی نہ شمار کیا جائیگا اسواسطے کہ حیض متجزی نہیں ہوتا۔

(٦٤٢) والصغيرة وهي معطوفة على الحرة والآئسة وهي مالم تحض في مدة خمس وخمسين سنة وهي رواية عن ابي حنيفة وعن محمد في مدة ستين و الفتوى على الاول۔

(٦٤٢) صغیر سن عورتکو اگر طلاق دیجاوے یا اوس عورتکو کہ بڑہاپے کے سبب اوسکو حیض نہین آتا تو اون دونو نکی عدت طلاق تین مہینے ہین اسواسطے کہ اللہ پاک فرماتا ہے وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ یعنی اور جو عورتین حیض آنیسے ناامید ہوگئین ہین تمہاری بیبیون مین سو اگر تمنے شک کیا ہے تو عدت اونکی تین مہینے ہین اور آئسہ امام صاحب کی روایت کے موافق وہ عورت ہے جسکو پچپن سال کی عمر تک حیض نہ آیا ہو۔

(٦٤٣) وفي الفتاوى الصغرى لو بلغت فرأت يوما دما ثم انقطع الدم حتى مضت سنة فطلقها فعدتها بالاشهر اما اذا رأته ثلثة ايام ثم انقطع سنة او اكثر فعدتها لا ينقضي بالاشهر ما لم يبلغ حد الاياس۔

(٦٤٣) فتاوی صغری مین مذکور ہے اگر ایک لڑکی بالغ ہوجائی اور ایکدن حیض کا خون دیکھے اور پہر وہ خون منقطع ہوجائی اور ایک سال گذر جائی اور پہر اوسکا خاوند اوسکو طلاق دے تو اوسکی عدت بھی تین مہینے ہین اور اگر تین روز تک دیکھے اور پہر سال یا اوس سے بھی زیادہ عرصہ تک منقطع ہوجائے تو اوسکی عدت مہینون سے نہوگی جبتک کہ ایاس کی عمر کو نہ پہونچے۔

(٦٤٤) وفي الحقائق يشترط للحكم بالاياس في هذه المدة ان ينقطع الدم عنها مدة طويلة وهي ستة اشهر في الاصح ثم هل يشترط ان يكون انقطاع الدم ستة اشهر بعد مدة الاياس الاصح انه ليس بشرط حتى لو كان منقطعا قبل مدة الاياس ثم رأت بعدها يحكم باياسها وتعتد بثلثة اشهر هذه دقيقة فاحفظ بثلثة اشهر لقوله تعالى واللائي يئسن من المحيض من نسائكم ان ارتبتم فعدتهن ثلثة اشهر۔

(٦٤٤) حقائق مین مذکور ہے اس مدت مین ایاس کا حکم دینے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ ایک مدت دراز تک خون منقطع ہوجائے اور اوسکا اندازہ قول صحیح کے موافق چھہ مہینے ہین پہر مدت ایاس کے بعد چھہ ماہ تک خون کا انقطاع شرط ہے یا نہین قول صحیح یہ ہے کہ شرط نہین ہے حتی کہ اگر قبل مدت ایاس کے منقطع تہا اور بعد کو خون دیکھا تو اوسکی آئسہ ہونیکا حکم دیا جائیگا اور تین مہینے اوسکی عدت ہوگی۔ یہ ایک باریک بات ہے یاد رکہنے کے قابل ہے۔

(٦٤٥) وامرأة ممتدة الطهر وهي ممن

(٦٤٥) اگر ایک عورت کو مدت دراز کے بعد حیض نہ آیا کرتا ہو تو اوسکے

تحيض ويمتد طهرها بان تعتد بالاقراء

واسطے بھی یہی حکم ہے کہ تین حیض سے عدت پوری کرے ۔

(٦٤٦) لا بثلثة اشهر بعد تسعة اى قال مالك يتربص بعد الطلاق تسعة اشهر ثم تعتد بعدها بثلثة اشهر لان تسعة اشهر وهى المدة المعتدة لظهور الحبل اذا انقضت تحققت براءة الرحم ثم تعتد بثلثة اشهر لصيرورتها فى معنى من لا تحيض ۔

(٦٤٦) مگر امام مالک رح فرماتے ہیں اس صورت مین طلاق کے بعد نو مہینے تک ویسے ہی بیٹھی رہے اور پھر تین مہینے اوسکے بعد عدت مین بیٹھی رہے اسواسطے کہ جب نو مہینے کہ جو ظہور حمل کی مدت ہین گذر گئے تو رحم کی برارت ثابت ہوگئی تو اوسکے بعد تین مہینے تک عدت مین بیٹھے کیونکہ اوسکو اب اوس عورت کا حکم ہوگیا جسکو حیض نہین آتا ۔

(٦٤٧) ولنا انها حائض باستصحاب الحال فلا تعتد بالاشهر لان الاعتداد بها مختص بالصغيرة والائسة ۔

(٦٤٧) اور ہماری یہ دلیل ہے کہ بحکم استصحاب یعنی بقاء حکم سابق کے وہ حائض شمار کیجائیگی اور مہینون سے عدت نہ پوری کر سکیگی اسلیے کہ مہینون کیساتھ عدت آئسہ یا صغیرہ کے لیے خاص ہے ۔

(٦٤٨) والامة اى تعتد الامة اذا كانت ممن تحيض وكذا المدبرة وام الولد والمكاتبة لوجود الرق فى الكل بحيضتين لقوله عم عدة الامة حيضتان ۔

(٦٤٨) چھوکری اور ایسی ہی مدبرہ اور ام ولد اور مکاتبہ کی عدت اگر انکو حیض آتا ہے تو دو حیض ہین اسواسطے کہ مملوکیت کی صفت سب مین پائی جاتی ہین دو حیض کی عدت ہونے پر یہ دلیل ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے عدۃ الامۃ حیضتان یعنی باندی کی عدت دو حیض ہین ۔

(٦٤٩) وامرو الائسة لشهر ونصف لا بثلثة اى قال مالك تعتد الامة الائسة بثلثة اشهر لاطلاق قوله تعالى واللائى يئسن من المحيض الاية ولنا ان عدتها نصف عدة الحرة لما روى عن عمر رضى الله عنه لو استطعت لجعلت عدة الامة الحيضة ونصفا الا ان الحيضة لا يتنصف لاختلافها قلة وكثرة فيتنصف الاشهر ۔

(٦٤٩) حسن یا تدسی مدبرہ وغیرہ کو حیض نہین آتا اور آئسہ ہے تو اوسکی عدت ڈیڑھ مہینہ ہے اور امام مالک رح فرماتے ہین اگر باندی آئسہ ہے تو اوسکی عدت تین مہینے اسواسطے کہ اللہ پاک نے مطلقا آئسہ عورتکی عدت تین ماہ ذکر فرمائے ہین کما قال اللہ تعالی واللائی یئسن من المحیض الآیۃ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ باندی کی عدت حرہ کی عدت سے نصف ہے حضرت عمر رض سے مروی ہے کہ اگر میرے اختیار مین ہوتا تو چھوکری کے لیے ڈیڑھ حیض عدت مقرر کرتا مگر چونکہ حیض مین کمی بیشی ہوتی رہتی ہے اسلیے اوسکی تنصیف نہین ہوسکتی جب اوس کی تنصیف نہوسکی تو مہینون کی تنصیف ہوجائیگی ۔

(٦٥٠) والحرة اى تعتد الحرة المتوفى

(٦٥٠) جس حرہ عورت کا خاوند مرجائے تو چار مہینے اور دس

عنها زوجها باربعة اشهر وعشر لقوله تعالی والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا ای عشرة ایام۔

۶۵۱، وعن الاوزاعی ان المقدر فیه عشر لیال لان حذف التاء من عشر یدل علیه فیجوز لها ان تتزوج فی الیوم العاشر و لنا ان اللیالی یدخل فیها ما بازائها من الایام لقوله تعالی ثلثة ایام الا رمزا وقال الله تعالی ثلث لیال سویا والقضیة واحدة فعبر عنها تارة بالایام وتارة باللیالی۔

۶۵۲، وللامة بالنصف ای تعتد الامة المتوفی عنها زوجها بشهرین وخمسة ایام وکذا المدبرة وام الولد والمکاتبة

۶۵۳، والحامل مطلقا ای تعتد الحامل سواء کانت حرة او امة او متوفی عنها زوجها او مطلقة بالوضع ای بوضع حملها لعموم قوله تعالی واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن وهذه الآیة ناسخة لقوله تعالی والذین یتوفون منکم الآیة فی حق الحامل کذا روی عن ابن مسعود فیبقی فی غیر الحامل علی عمومها۔

۶۵۴، والفاسدة النکاح ای تعتد المنکوحة نکاحا فاسدا کالمنکوحة بغیر شهود فانه فاسد اتفاقا بین علمائنا

لقوله تعالی وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا یعنی اور جو لوگ تم مین سے وفات پا جاتے ہین اور بیویان چھوڑ جاتے ہین تو چار مہینے اور دس دن یعنی دس دن تک وہ اپنی جانونکو روک رکھین

۶۵۱، اور امام اوزاعی سے مروی ہو کہ یہان پر لیال کا لفظ مقدر ہو اور دس راتین مراد ہین اسواسطے کہ ۃ کا لفظ عشر سے دور کرنا اس بات کی دلیل ہو پس اس تقدیر پر چار مہینے گذر جانے کے بعد دسوین روز وہ عورت نکاح ثانی کر سکتی ہو اور ہماری دلیل یہ ہو کہ دس راتون مین اونکے ساتھ کے دس دن بھی داخل ہین اسواسطے کہ اللہ پاک ایک جگہ ارشاد فرماتا ہو ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا اور دوسرے

۶۵۲، اگر باندی کا خاوند مرجاے تو دو مہینے اور پانچ روز تک عدت مین رہے اور اسیطرح مدبرہ ام ولد اور مکاتبہ ــ

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

۶۵۳، حاملہ عورت کی یہ مطلقا خواہ حرہ ہو یا باندی ہو اور خواہ مطلقہ ہو یا اوسکا خاوند مرگیا ہو وضع حمل عدت ہی اسواسطے کہ اللہ پاک نے مطلقا حاملہ عورتون کی عدت وضع حمل فرمائی ہو قال اللہ تعالی وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ اور یہ آیت حاملہ کے حق مین ناسخ ہو اس آیت کے وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ الآیۃ چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہو پس غیر حاملہ مین اس منسوخہ کا حکم بدستور باقی رہے گا ــ

۶۵۴، جس عورت سے شبہۂ عقد سے کسی نے صحبت کرلی ہو اور وہ حقیقت مین حرام ہو یا جس عورت کا نکاح فاسد ہوا ہو مثلاً بدون گواہون کے کہ ہمارے علما کے نزدیک

واما نکاح المحارم مع العلم بانها حرام فاسد عند ابی حنیفة خلافا لهما کذا فی الکفایة والموطوٴة بشبهة ونحوها کالمنکوحة فاسدا حتی یجب به المهر بالحیض ای بثلث حیض فی الفرقة والموت ای اذا فارقت عن زوجها او مات لان عدتها لتعرف براٴة الرحم لا لقضاء حق النکاح وهی تعرف بالحیض۔

بالاتفاق یہ نکاح فاسد ہوتا ہے۔ اور محارم کے ساتھ باوجود اونکی حرمت کے معلوم ہوتے کے نکاح کرنا امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک فاسد ہے بخلاف صاحبین رح کے کذا فی الکفایہ تو ان دونوں کی فرقت کے بعد یا خاوند کے مرجانے بعد عدت حیضوں سے ہوگی اسواسطے کہ یہاں پر عدت رحم کا خالی ہونا معلوم کرنے کے لیے ہے حق نکاح پورا کرنے کے لیے نہیں ہے اور رحم کا خالی ہونا حیضوں سے معلوم ہوسکتا ہے۔

(۶۵۵) فان قیل فعلی هذا کان ینبغی ان یکفی بحیضة کالاستبراء قلنا الحق الفاسد هنا بالصحیح فی هذا الحکم کما الحق البیع الفاسد بالصحیح فی افادة الملك اذا قبض۔

(۶۵۵) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر رحم کا خالی ہونا معلوم کرنے کے لیے عدت ہے تو ایک حیض عدت ہونا چاہیے جیسے استبراء کے اندر ہے تو اوسکا یہ جواب ہے کہ یہاں نکاح فاسد کو نکاح صحیح کے ساتھ اس حکم میں ملحق کردیا ہے جس طرح بیع فاسد کو قبضہ کرنے کے بعد افادۂ

(۶۵۶) واذا اعتدت الآئسة بالشهور ثم رات الدم ای علی عادتها الجاریة کذا فسرها صاحب الهدایة استانفتها ای فعلیها ان تعتد بالحیض لان الاعتداد بالشهور خلف عن الاعتداد بالحیض وانما یصار الیه اذا استمر العجز عن الاصل وفی الایضاح هذا علی الروایة التی لم یقدر حد الایاس واما اذا قدر کخمس وخمسین سنة فبلغته ثم رات الدم لم یکن حیضا ولا تستانف العدة هذا هو المختار

(۶۵۶) اگر آئسہ نے مہینوں سے اپنی عدت پوری کرلے اور پھر حسب دستور سابق اوس کو خون آگیا (صاحب ہدایہ نے اسکی تفسیر اسی طرح کی ہے) تو اوسپر دوبارہ شروع حیض عدت پوری کرنی پڑیگی اسواسطے کہ عدت کے اندر مہینے حیض کے قائم مقام ہیں اور مہینوں کی طرف اوسی وقت رجوع کیا جاویگا جب ہمیشہ کے لیے حیضون سے عدت کا پورا کرنا ناممکن ہوگا ایضاح میں مذکور ہے یہ اوس روایت کے موافق ہے کہ آیاس کے کوئی مدت مقرر نہو اور اگر اوسکی مدت مقرر ہے مثلاً پچپن سال اور عورت اس مدت کو پہونچ گئی اور پھر

(۶۵۷) وفی جمع النوازل اذا تزوجت الآئسة بعد تمام اعتدادها بالاشهر

(۶۵۷) جمع النوازل میں مذکور ہے اگر مہینوں سے عدت پوری کرتے کے بعد آئسہ نے اپنا نکاح کسی سے کرلیا

ثم رأت الدم فالاصح ان نكاحها جائز قضى القاضي بجوازه اولم يقض فيكون عدتها في المستقبل بالحيض۔

اور پھر اوسکو خون آگیا تو صحیح قول یہی ہے کہ نکاح جائز ہے قاضی اوسکے جواز کا حکم دے یا نہ دے اور آیندہ کو اوسکی عدت حیضوں سے ہوگی۔

(٦٥٨) قيد بالآئسة لان الصغيرة اذا حاضت بعد انقضاء عدتها بالاشهر لا تستأنف لانه لم يتبين انها كانت من ذوات الاقراء بخلاف ما اذا حاضت في اثناء عدتها حيث تستانف تحرزا عن الجمع بين الاصل والبدل۔

(٦٥٨) آئسہ کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر صغیرہ کے مہینوں سے عدت پورا کرنے کے بعد اوسکو حیض آگیا تو وہ دوبارہ عدت نہ بیٹھے گی اسواسطے کہ یہاں یہ بات نہیں ثابت ہوئی کہ وہ اوسوقت حیض آنیوالی عورتوں میں تھی بخلاف اوس صورت کے کہ اثناء عدت میں اوسکو حیض آجاوے کہ وہاں ازسرنو اوسکو عدت لازم ہوگی

(٦٥٩) او ايست بعد حيضتين فبالاشهر لان الجمع بين الاصل والخلف غير جائز۔

(٦٥٩) ایک عورت دو حیض آنیکے بعد آئسہ ہوگئی تو اب اوسپر مہینوں سے عدت لازم ہوگئی اسواسطے کہ اصل اور اوسکے خلف یعنے قائم مقام کا جمع ہونا درست نہیں ہے۔

(٦٦٠) فان قيل قد جاء الجمع فيما اذا سبق للمتوضئ حدث في صلوته ولم يجد ماء تيمم وبنى قلنا الخلفية بين الماء والتراب وبين الطهارتين على اختلافهم لا بين الصلوتين۔

(٦٦٠) اگر کہو بعض جگہ اصل اور اوسکے قائم مقام کا اجتماع پایا جاتا ہے مثلا ایک شخص وضو کرکے نماز پڑھ رہا تھا کہ اثناء نماز میں اوسکا وضو جاتا رہا اور اوسکو پانی میسر نہیں آیا تو اوسکو چاہیے کہ تیمم کرلے اور جہاں سے نماز چھوڑی تھی وہیں سے شروع کردے۔ تو اوسکا

(٦٦١) ولو اعتقت في العدة من طلاق رجعي امرها بعدة الحرائر اي انتقلت عدتها الى عدة الحرائر لان النكاح قائم من كل وجه فلما اعتقت زاد الملك عليها فلا تمضي الا بثلث حيض كما لو اعتقت فطلقت وقال مالك لا ينتقل لان اللازم عليها اتمام عدتها على وجه وجبت فلا تبديل بالعتق كالا تبديل عدة البينونة والمتوفى عنها

(٦٦١) اگر ایک باندی طلاق رجعی سے عدت میں تھی کہ اوسکے مولی نے اوسکو آزاد کردیا تو اب اوسپر حرہ کی عدت لازم ہوگئی اسواسطے کہ یہاں پر ہر طرح سے نکاح موجود ہے اور آزاد ہونیکی وجہ سے اوس کے اوپر ملکیت زیادہ ہوگئی پس تین حیض سے اب اوسکی عدت پوری ہوگی جس طرح آزاد ہوجانے کے بعد اوسپر طلاق ہوتی ہے اور امام مالک رح فرماتے ہین کہ اوسکی عدت حرہ کی موافق نہو جاویگی اسواسطے کہ جسطرح

زوجها۔

اوسکے اوپر عدت واجب تھی ہی اوسیطرح سے اوسکا پورا کرنا اوسکو لازم ہے

(٦٦٢) وان كانت المعتقة في العدة مبانة لم نامرها بعدة الحرائر

(٦٦٢) اگر اوس باندیکو طلاق بائن دی گئی تھی اور حالت عدت میں اسکو مولیٰ نے آزاد کردیا تو ہمارے نزدیک اوسکو حکم نہیں ہے کہ حرہ کی عدت اسکو لازم ہوگی

(٦٦٣) وقال الشافعي تعتد كالحرة لان حالها في العدة تغيرت فيتغير عدتها كما لو كانت رجعية ولنا انها عتقت بعد زوال الحل فلا يتغير عدتها كما لو اعتقت بعد انقضاء العدة۔

(٦٦٣) امام شافعی رح کے نزدیک اوسپر حرہ کی عدت لازم ہوجائیگی اسلیے کہ عدت کی اندر اوسکا حال بدل گیا لہذا عدت بھی بدل جائیگی جسطرح طلاق رجعی کی صورت میں اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حلیت کے زائل ہوجانیکے بعد وہ آزاد ہوئی ہے لہذا اوسکی عدت میں فرق نہ آئیگا جس طرح انقضاے عدت کے بعد وہ آزاد کی جائے۔

(٦٦٤) واذا اعتقت ام الولد او مات مولاها نامرها بثلث حيض

(٦٦٤) اگر ام الولد یعنی وہ باندی جسکے مولیٰ سے کچہ اولاد پیدا ہو چکی آزاد کر دیجائے یا اوسکا مولیٰ مرجائے تو ہمارے نزدیک اُسکی عدت تین حیض ہیں۔

(٦٦٥) لا بواحدة اي قال الشافعي تؤمر بان تعتد بحيضة واحدة لان هذه العدة لزوال ملك اليمين فاشبه الاستبراء۔

(٦٦٥) امام شافعی رح فرماتے ہیں اوسکی عدت ایک حیض ہے اسواسطے کہ یہ عدت ملکیت ذات کے زائل ہوجانے کی وجہ سے ہے پس اوسکا حال استبراء کا سا ہے

(٦٦٦) ولنا ان ام الولد لها فراش اضعف من فراش المنكوحة وهذه عدة وجبت لزواله فصارت كعدة النكاح الحاقا للقاصر بالكامل احتياطا

(٦٦٦) ہماری دلیل یہ ہے کہ ام ولد کا علاقہ منکوحہ کے علاقہ سے ضعیف ہے اور یہ عدت اوس علاقہ کے زائل ہونے سے لازم ہوئی ہے تو یہ عدت نکاح کے مانند سمجھی جائیگی اسلیے کہ احتیاطا قاصر کو کامل کے ساتھ ملحق کرلینگے

(٦٦٧) هذا اذا لم تكن منكوحة او معتدة فان كانت لا يلزمها العدة بموت المولى ولا بالعتق لعدم ظهور فراش المولى معه۔

(٦٦٧) یہ جب ہے کہ وہ باندی کسی کی منکوحہ یا معتدہ نہ ہو اگر وہ منکوحہ یا معتدہ ہو تو مولیٰ کے مرجانے یا آزاد ہونیسے اوسکو عدت لازم نہ ہوگی اس لیے کہ اب وہ مولیٰ کے فراش میں نہیں ہے تاکہ عدت سے اُسکا اثر ظاہر ہو

(٦٦٨) او مات زوجها ومولاها جهل الترتيب اي لم يعرف ايهما مات اولا وكمية ما بينهما اي لم يعرف مقدار ما بين الموتين من الايام فعدتها

(٦٦٨) اگر باندی کا خاوند اور مولیٰ دونوں مرگئے اور یہ نہیں معلوم کہ دونوں میں سے پہلے کون مرا ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ دونوں کی موت میں کتنے روز کا فصل ہے تو امام صاحب رح کے نزدیک اوس باندی پر عدت

عدة الوفاة عند ابي حنيفة

۲۶۹ وقالا يجمع بين العدتين اي تعتد باربعة اشهر وعشر وتستكمل فيها ثلاث حيض

۲۷۰ قيد بجهالة التي تيب والكمية لان ما بين الموتين ان كان اقل من شهرين وخمسة ايام تعتد اربعة اشهر وعشرا اتفاقا لان المولى ان مات اولا عتقت ولم يلزمها عدته لانها منكوحة الغير فاذا مات الزوج تعتد لانه يلزمها العدة من موت مولاها لانها معتدة من نكاح ولزمها عدة الحرة في حال وعدة الامة في حال فتعتد بالاكثر احتياطا وان كان ما بين الموتين شهران وخمسة ايام تعتد اربعة اشهر وعشرا وتستكمل فيها ثلث حيض اتفاقا لان المولى ان مات اولا لم يلزمها عدته وبعد موت الزوج يلزمها عدة الحرة ولو مات الزوج اولا يلزمها عدة الامة ويلزمها بموت المولى بعده ان تعتد ثلث حيض فجمع بينهما احتياطا لهما ان العدة من المولى دائرة بين الوجوب والسقوط فيجب احتياطا وله ان الامر بين اذا وجدا ولم يعرف تاريخهما

وفات لازم ہے

(۲۶۹) اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اسکو دونوں عدتوں کا جمع کرنا پڑیگا یعنی چار مہینے دس روز تک بھی عدت میں رہیگی اور ان میں تین حیض بھی پورے

۲۷۰ - یہ قید کہ دونوں میں سے ایک کا پہلے مرنا معلوم نہ ہو اور نہ دونوں کی موت میں فصل معلوم ہو اس واسطے لگائی ہے کہ اگر دونوں کی موت میں دو مہینے اور پانچ دن سے کم کا فصل ہو تو بالاتفاق اسپر چار مہینے دس روز عدت لازم ہوگی اس لیے کہ اگر پہلے مولی کا انتقال ہوا ہے تو وہ اسی وقت آزاد ہوگئی اور اسپر عدت لازم نہ آئی کیونکہ وہ غیر کی منکوحہ ہے۔ اور اگر پہلے خاوند مرگیا ہے تو اسپر عدت وفات لازم ہوگی۔ اور پھر خاوند کے مرنے سے اسپر عدت نہ لازم ہوگی کیونکہ وہ معتدہ نکاح ہے۔ مگر ایک وقت میں تو اسپر حرہ کی عدت وفات لازم ہوتی ہے اور ایک وقت میں باندی کی عدت وفات لہذا احتیاطاً حرہ کی عدت وفات یعنی چار مہینے دس روز اسپر لازم ہونگے۔ اور اگر دونوں کی موت میں دو مہینے اور پانچ روز کا فصل ہوا ہے تو بالاتفاق چار مہینے دس روز عدت میں رہیگی اور تین حیض بھی اس میں پورے کرتی رہے گی اس لیے کہ اگر مولی پہلے مرگیا ہے تو مولی کی عدت اسپر واجب نہ ہوگی اور جب اس کے بعد خاوند مرا تو اب خاوند کے پیچھے اسپر حرہ کی عدت واجب ہوگی۔ اور اگر خاوند پہلے مرا ہے تو اسپر باندی کی عدت لازم ہوگی اور پھر اس کے بعد مولی کے مرنے سے تین حیض عدت بھی اسپر لازم ہوگا اس لئے احتیاطاً دونوں عدتوں کو جمع کرد

يجعل كانهما وردا معًا كالغرق والحرق فاذا جعل موت المولى والزوج معًا رجح جانب عدم الوجوب ولا يجب العدة احتياطا لان الشئ لا يثبت بالشك كما لو اخبرت بموت زوجها والطلاق ولم يعلم تاريخهما لا يجب العدة للطلاق۔

(۱۶۷) ولومات صغير عن امرأته الحامل يأمرها اي ابو يوسف بالشهور اى بان تعتد اربعة اشهر وعشرا كما في الحادث بعده اى كما ان الحمل لوحدث بعد موت الزوج تعتد باربعة اشهر وعشر اتفاقا لتيقننا ان الحمل ليس من الزوج في الصورتين وهذا تنبيه على تعليل ابي يوسف۔

وهما بالوضع اى قالا عدتها بوضع الحمل لان العدة شرعت لقضاء حق النكاح لا لبرأة الرحم وهذا المعنى متحقق في الصبي لاطلاق قوله تعالى واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن من غير فصل بين ان يكون منه او من غيره بخلاف الحمل الحادث لانه لم يثبت وجوده وقت الموت فوجبت العدة بالاشهر فلا تتغير بحدوثه بعد ذلك

جائیگا صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ مولی کی عدت واجب ہونیکا بھی احتمال ہے اور ساقط ہونیکا بھی لہذا احتیاطًا اوسکو واجب سمجھینگے۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ جسوقت میں دو چیزیں پائی جائیں اور اونکی تقدیم تاخیر نہ معلوم ہو تو ایسا سمجھا جاتا ہے کہ گویا وہ دونوں ساتھ ہی پائی گئی ہیں جیسے غرق ہو جانے اور جل جانے کی صورت میں بہت سے لوگونکو یہی سمجھا جاتا ہے کہ سب ایک ہی وقت میں مرے

(۱۶۷) اگر ایک صغیر سن لڑکا مر گیا اور اوس نے اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسکی عدت چار مہینے دس روز ہونگے جس طرح بعد کو حمل ہو جاسے یعنی جب خاوند مر جائے اور بعد کو وہ عورت حاملہ ہو جاسے تو اوسکی عدت بالاتفاق چار مہینے دس روز ہی ہوتی ہے اسلیے کہ ان دونوں صورتوں میں ہمکو اسبات کا یقین ہے کہ اوس لڑکے سے یہ حمل نہیں ہے خواہ اوسکے مرنیکی حالت میں وہ حاملہ ہو یا بعد کو حاملہ ہو گئی ہو امام ابو یوسف کی گویا یہ دلیل ہے۔

امام صاحب رح اور امام محمد صاحب فرماتے ہیں اوسکی عدت صورت مذکورہ میں وضع حمل ہی ہے اسواسطے کہ عدت اصل میں حق نکاح کے پورا کرنے کے لیے مقرر ہوئی ہے رحم کی برات معلوم کرنے کے لیے نہیں مقرر ہوئی اور نکاح کے معنی نابالغ کے اندر پائے جاتے ہیں اسواسطے کہ آیت میں مطلقا حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل بیان کی ہے خواہ وہ حمل اوس خاوند سے ہو یا کسی اور سے ہو قال اللہ تعالی واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن یعنی اور حمل والیوں کے عدت یہ ہے کہ وہ اپنے بچے کو جنیں بخلاف اوس حمل کے

(٩٧٢) ولايثبت نسبه اى نسب الحمل من الصغير فى الوجهين لانه يعتمد الماء ولاماء له۔

(٩٧٢) دونون صورتون مین خواه وه صغیر کے مرتے وقت حاملہ ہو یا بعد کو حاملہ ہوجائے اوس صغیر سے حمل کا نسب ثابت ہوگا اسلئے کہ اوسکا مدار نطفہ پر ہے اور صغیر مین نطفہ نہین پایا جاتا

(٩٧٣) وفى التبيين على هذا الخلاف لو تزوج الكبير امرأة فدخل بها ثم طلقها ومات عنها زوجها ثم جاءت بولد لاقل من ستة اشهر لانه ليس بثابت النسب منه وكان موجودا وقت زوال النكاح بالموت۔

(٩٧٣) تبیین مین مذکور ہے یہی اختلاف اوس صورت مین ہے کہ جوان آدمی ایک عورت سے نکاح کرے اور اوسکے ساتھ دخول کرے اور پھر طلاق دیدے یا مرجاے اور وقت نکاح سے چھ مہینہ سے کم مین اوس عورت کے بچہ پیدا ہوا اسلیے کہ اوس بچہ کا نسب اس شخص سے ثابت ہوگا حالانکہ اوس شخص کو مرنے سے نکاح کے زائل ہوتے وقت وہ حمل موجود تھا۔

(٩٧٤) واذا وطئت المعتدة من طلاق بشبهة بان تزوجها رجل وهو لايعلم انها معتدة الغير اومنكوحته اووجدها على فراشه والنساء قلن انها زوجتك فوجبت اخرى اى عدة اخرى نامر بهما بالعدتين على التداخل فيكون ماتراه المرأة من الحيض محسوبا منهما حتى لوكان الوطئ بشبهة بعد حيضة حاضت حيضتين بعدها وحيضة اخرى ليكون ثالثة للعدة الثانية ولوكانت معتدة الوفاة فوطئت بشبهة تعتد بالاشهر ويحسب ماتراه من الحيض فيها من العدة الثانية تحقيقا للتداخل بقدر الامكان۔

(٩٧٤) اگر ایک عورت طلاق کی عدت مین تھی اور کسی شخص نے شبہہ سے اوس سے صحبت کرلی مثلاً اوس سے نکاح کرلیا اور خبر نہ تھی کہ یہ دوسرے کی عدت مین ہے یا اوسی کی منکوحہ ہے یا اوسکو اپنے بستر پر پایا اور عورتون نے کہدیا کہ یہ تیری بیوی ہے تو اوسکے اوپر دوسری عدت واجب ہوجائیگی مگر ہمارے نزدیک تو اون دونون مین تداخل ہوجائیگا اور عورت کو جو حیض آئیگا وہ دونون عدتون مین شمار کیا جائیگا حتیٰ کہ اگر صحبت ایک حیض کے بعد ہوئی ہے تو اوسکے بعد دو حیض تک عدت مین رہکر ایک حیض اور عدت مین رہیگی تاکہ یہ حیض دوسری عدت کا تیسرا حیض ہوجاے اور اگر وہ معتدہ وفات تھی اور شبہہ سے اوسکے ساتھ صحبت کرلی تو عدت وفات مہینون سے پوری کریگی اور اوس مین جسقدر اوس کو حیض آتے جائینگے وہ دوسری عدت

(٩٧٥) قيد بقوله بشبهة لانه لووطئها بلاشبهة كما اذا تزوجها وهو يعلم انها

(٩٧٥) صحبت مین شبہہ کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر بلاشبہہ کے اوسکے ساتھ صحبت کی ہے جیسے ایک

منكوحة الغير لا يجب عدة اخرى ولا تحرم على الزوج وطئها وبه يفتى كذا في الذخيرة وفي الحقائق ان كان طلاق الاول رجعيا كان له ان يراجعها في الحيضتين الاوليين وليس له ان يراجعها في الحيضة الثالثة لانها بانت منه وليس له ان يتزوجها لانها معتدة الغير وعلى هذا الخلاف العدتان بالشهور۔

شخص نے جان بوجھکر کہ یہ دوسرے کی منکوحہ ہے۔ اُس سے نکاح کر لیا تو اُس عورت پر دوسری عدت نہ واجب ہوگی اور اُس کے خاوند پر صحبت کرنا اُس سے حرام نہ ہوگا اسی پر فتوی ہے۔ کذا فی الذخیرہ۔ اور حقائق میں مذکور ہے کہ اگر پہلے نے اُسکو طلاق رجعی دی ہے تو پہلے دو حیضوں میں اُس سے رجوع کر سکتا ہے اور تیسرے حیض میں رجوع نہیں کر سکتا اس سبب کہ اُس سے اب بائن ہوگئی اور نہ اُس سے نکاح کر سکتا ہے کیونکہ وہ دوسرے کی عدت میں ہے اسی طرح سے اگر عدت

۷۷۶ لا التعاقب اى قال الشافعي لا يتداخل العدتان فعليها عدة ثانية عقيب الاولى۔

(۷۷۶) صورت مذکورہ بالا میں یعنی جس صورت میں معتدۂ طلاق سے کوئی شبہ سے صحبت کرے امام شافعی کے نزدیک بطور تعاقب اُس کے دو عدتیں اُس پر لازم ہوجاتی ہیں پہلی عدت پوری کرنیکے بعد دوسری مستقل عدت اُسکو پوری کرنی پڑیگی

۷۷۷ وفي الذخيرة هذا اذا وطئها اجنبي بشبهة اما اذا وطئها الزوج المطلق بشبهة تداخلت العدتان اتفاقا۔

(۷۷۷)۔ ذخیرہ میں مذکور ہے یہ جب ہے کہ اجنبی شخص اُس معتدہ سے صحبت کرلے اور اگر خاوند ہی نے شبہ سے اُس سے صحبت کرلی تو بالاتفاق دونوں عدتیں متداخل ہوجائیں گی۔

۷۷۸ لہ ان الاعتداد كف عن الخروج والتزوج بالخ فيكون عبادة كالكف عن قضاء الشهوتين في الصوم فلا يتأديان في زمان واحد كالصومين في يوم واحد۔

(۷۷۸)۔ امام شافعیؒ کی یہ دلیل ہے کہ عدت باہر جانے اور نکاح کرنے سے اپنی جان کے روکنے کا نام ہے اور یہ اصل میں ایک عبادت ہے۔ جس طرح روزہ شہوت جماع اور شہوت طعام سے روکنے کا نام ہے لہذا ایک ہی زمانے میں دو عبادتیں ادا نہیں ہوسکتیں جس طرح دو روزے ایک دن میں نہیں ادا ہوسکتے

۷۷۹ ولنا ان الغرض من العدتين وهو براءة الرحم يحصل في مدة واحدة ومعنى العبادة تابع ولهذا ينقضي بدون علمها ويجب على الكافرة وغير المكلفة

(۷۷۹) ہماری دلیل یہ ہے کہ عدت سے برائت رحم کا معلوم کرنا مقصود ہے اور وہ ایک ہی عدت سے معلوم ہوجاتی ہے اور عبادت کے معنے اُس کے تابع ہیں ولہذا بدون عورت کے علم کے عدت پوری ہوجاتی ہے اور کافرہ اور غیر مکلف پر بھی واجب ہوتی ہے جو عبادات کے ساتھ مامور نہیں ہیں۔

۶۸۰ فان انقضت الاولى ولم تكمل الثانية اتمت الثانية۔

(۶۸۰) اگر اُسکی پہلی عدت تو گزر گئی اور دوسری اس میں پوری نہیں ہوئی۔ تو دوسری کو پورا کرلے۔

۶۸۱ اقول اورد هذه المسئلة على وضع الوفاق مع انه تفريع لمذهبنا ولو ذكره قبل قوله لا التعاقب لكان اولى

(۶۸۱) میں کہتا ہوں کہ مصنفؒ نے اِس مسئلہ کو اتفاقی مسئلہ کے طور پر بیان کیا ہے۔ باوجودیکہ یہ ہمارے مذہب پر تفریع ہے اور اگر اسکو (لا التعاقب) سے پہلے بیان کر دیتا تو بہتر ہوتا۔

۶۸۲ وتبتدئ بعدة الطلاق والوفاة عقيبهما يعني تبتدئ المرأة عدة الطلاق عقيبه وعدة الوفاة عقيبها لان كلا منهما سبب فيعتبر المسبب من حين وجود السبب۔

(۶۸۲) خاوند کے طلاق دیتے ہی اور اُسکے مرتے ہی عورت پر عدت لازم ہو جاتی ہے۔ اِس واسطے کہ طلاق اور وفات عدت طلاق اور عدت وفات کا سبب ہیں پس جس وقت سبب پایا جائے گا اُسی وقت سے مسبب کا اعتبار کیا جائے گا۔

۶۸۳ وفي المحيط لو اقر بالطلاق منذ سنة فان كذبته في الاسناد فعدتها من وقت الاقرار ويجب لها نفقة العدة و اما في حق التزوج باختها واربع سواها تعتد من وقت الطلاق وان صدقته تعتد من وقت الطلاق كذا ذكره محمد في الاصل لكن هذا محمول على ما اذا كانا متفرقين من الوقت الذي اسند الطلاق اليه اما اذا كانا مجتمعين فلا يصدقان في الاسناد و مشائخ بلخ قالوا يلزمها العدة في هذه الصورة ايضا من وقت الاقرار عقوبة عليهما لكتمانهما الطلاق ولكن لا يجب لها نفقة العدة ومؤنة السكنى لاعترافها بسقوط حقها

(۶۸۳) محیط میں مذکور ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک سال پہلے سے اپنی بیوی کی طلاق کا اقرار کیا۔ پس اگر عورت نے طلاق کے ایک سال پہلے ہونے میں اُس کی تکذیب کی تو اُس کی عدت اسی وقت سے ہوگی اور عدت کا نفقہ خاوند پر واجب ہوگا۔ مگر خاوند اُس کی بہن سے یا اُسکی سوا چار عورتوں سے نکاح کرنا چاہے گا تو اُس کے لیئے طلاق کے وقت سے یعنی ایک سال پیشتر سے مدت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اگر عورت نے اُسکی تصدیق کی تو وقت طلاق سے عدت لازم ہوگی۔ امام محمد رحمہ اللہ نے اصل مبسوط میں ایسا ہی بیان کیا ہے۔ لیکن یہ اُس صورت میں ہے کہ جس وقت سے خاوند نے طلاق بیان کی ہے اُس وقت سے وہ دونوں علیحدہ رہے ہوں اور اگر ساتھ ساتھ رہے ہیں تو اس میں اُنکی تصدیق نہ کیجائیگی۔

۶۸۴ وتنقضي العدة بمضي المدة اي مدة الطلاق والوفاة وان لم يعلم

(۶۸۴) عدت وفات ہو یا عدت طلاق ہو جو اُسکی مدت مقرر ہے اُس مدت کے گزرنے سے منقضی ہو جاتی ہے اگرچہ عورت کو

بهما ای بالطلاق والوفاة۔

طلاق یا وفات کا حال معلوم نہو۔

(۶۸۵) وامرناها به ای بابتداء العدة فی النکاح الفاسد عقیب التفریق ای تفریق القاضی وهذا لیس بطلاق او العزم علی ترک الوطی وذلک بان یقول ترکتک او خلیت سبیلک اونحوها لا بمجرد العزم۔

(۶۸۵) نکاح فاسد مین ہمارے نزدیک جس وقت سے قاضی نے تفریق کی ہو یا خاوند نے جس وقت سے اوس نے ترک صحبت کا ارادہ کر لیا ہو اور کہدیا ہو کہ مین نے تجھکو چھوڑ دیا یا تیرا راستہ چھوڑ دیا یا کوئی اسی قسم کا لفظ کہا ہو اوسوقت سے عدت لازم ہوگی اور صرف ترک صحبت کا ارادہ کر لینا کافی نہین ہے جبتک زبان سے یہ نہ کہدے اور نکاح فاسد مین قاضی کی تفریق طلاق نہین ہے۔

(۶۸۶) لا من اخر الوطئات ای قال زفر یعتبر العدة من اخر الوطئات حتی لو حاضت بعد الوطی قبل التفریق ثلث حیض انقضت العدة لان المؤثر فی ایجابها هو الوطی لا العقد۔

(۶۸۶) امام زفر رح فرماتے ہین نکاح فاسد کے اندر جو خاوند سے اخیر صحبت صادر ہوئی ہے اوسوقت سے عدت شمار کیجائیگی حتے کہ بعد صحبت اور قبل از تفریق قاضی اگر تین حیض بلا صحبت کی گذر گئی تو عدت منقضی ہوگئی اسواسطے کہ عدت کی واجب کرنے مین جماع کو دخل ہے عقد کو دخل نہین ہے۔

(۶۸۷) ولنا ان فی الفاسد شبهة النکاح ولهذا لا یحد بالوطی فیه وانما ینقطع هذه الشبهة بالتفریق او الترک فلا تعتد قبله کما فی النکاح الصحیح۔

(۶۸۷) ہماری یہ دلیل ہے کہ نکاح فاسد مین شبہ نکاح کا ہوتا ہے ولہذا نکاح فاسد مین صحبت کرنے سے حد نہین واجب ہوتی اور یہ شبہ نکاح کا یا تو تفریق سے جاتا ہے یا ترک جماع سے جاتا ہے پس ان دونون کے قبل عدت نہوسکیگی جس طرح نکاح صحیح مین۔

(۶۸۸) واذا اقرت بانقضائها ای اقرت معتدة من طلاق بانقضاء عدتها بالحیض فاقل المدة ای المدة الصالحة له شهران عند ابی حنیفة۔

(۶۸۸) اگر معتدہ طلاق اپنی عدت کا حیضون سے گذر جانا بیان کرے تو کم از کم مدت اوسکی بیان کی صحیح ہونیکی لئے امام صاحب رح کی نزدیک دو مہینے ہین یعنے اگر طلاق دئے ہوے دو ماہ ہی گذر گئے ہین تو عورت کا قول معتبر سمجھا جائیگا۔

(۶۸۹) وقالا تسعة وثلاثون یوما لاحتمال ان یقع الطلاق قبل اول حیضة فیکون مدتها ثلثة وتطهر بعدها خمسة عشر ثم تحیض ثلثة وتطهر خمسة عشر ثم تحیض ثلثة فیکمل العدة

(۶۸۹) اور صاحبین رح فرماتے ہین کم از کم اوسکا بیان صحیح ہونیکے لئے اونتالیس (۳۹) روز ہین اسلئے کہ ممکن ہے طلاق دیتے ہی اوسکو حیض آیا اور تین روز تک آتا رہا اور پہر پندرہ روز تک طہر کا زمانہ رہا اور پہر تین روز حیض آیا اور پہر پندرہ روز تک طہر ہوا اور پہر تین روز تک حیض آیا کل یہ اونتالیس (۳۹) روز ہوئے اور

وزاد خواهرزاده ثلث ساعات للاغتسال وقال لان زمان الاغتسال من الحيض من جامع المحبوبي۔

اوسکی عدت پوری ہوگئی۔ اور خواہرزادہ نے تین ساعت غسل کیلئے او نتالیس دنوں میں زیادہ کیے ہیں اور کہا ہے کہ غسل کرنیکا زمانہ بھی حیض کا ہی زمانہ ہے۔ من جامع المحبوبی۔

(٦٩٠) لهٰ ان رويتها هكذا نادرة فلا يبنى عليه الحكم الشرعي وانما يبنى على الغالب فيعتبر اكثر مدة الحيض واقل مدة الطهر لتقتد لا فيكون ثلث حيض شهرا والطهر بينهما شهرا

(٦٩٠) امام صاحب رح کی دلیل دو مہینے مقرر کرنے میں یہ ہے کہ جس طرح صاحبین رح نے فرمایا ہے اس طرح سے خون کا آنا شاذ و نادر ہو سکتا ہے پس وہ اس قابل نہیں ہے کہ ایک حکم شرعی کو اوس پر مبنی کیا جاوے بلکہ جو اکثر الوقوع ہے اوس پر حکم شرعی کا بناء ہو سکتی ہے لہٰذا حیض کی تو زیادہ سے زیادہ مدت لینگے اور طہر کی کم از کم اس حساب سے تین حیض طہر کو ملا کر ایک مہینہ ہوا اور دونوں بیچ کے طہر ہونگے یک مہینہ اونکا ہوا۔

(٦٩١) ولو كانت المقرة بالانقضاء امة تصدق عندهما في احد وعشرين يوما ستة ايام حيضتان وخمسة عشر يوما طهر وعنده تصدق في اربعين لانه يجعل كانه طلقها في اول الطهر فالطهران كل منهما خمسة عشر يوما وحيضتان كل منهما خمسة ايام۔

(٦٩١) اور اگر باندی اپنی عدت کا گذر جانا بیان کرتے ہی تو صاحبین رح کی نزدیک اکیس روز کے گذر جانیسے اوسکا اقرار صحیح ہو جائیگا چھ روز تو دو حیضوں کے لیے اور پندرہ روز ایک طہر کے لئے اور امام صاحب رح کی نزدیک چالیس روز گذر نیسے اوسکا اقرار صحیح ہوگا وہ یہاں یہ کہتے ہیں اگر وہ شروع طہر میں اوسکو طلاق دیگئی تو ایک مہینہ دو طہرون کا ہو گیا اور دو حیضوں کے دس روز سمجھے جاوینگے جو حیض کے زیادہ مدت کا نصف ہے یہ کل چالیس روز ہوگی

(٦٩٢) ولو علق طلاقها بالولادة فولدت فطلقت ثم اقرت بانقضاء عدتها بالحيض فاقلها اي المدة الصالحة لتصديقها خمسة وثمانون يوما عند ابي حنيفة لان نفاسها يقدر بخمسة وعشرين اذ لو كان اقل منه ثم كان بعده طهر خمسة عشر ثم الدم بعده في اربعين كان كله نفاسا لان الطهر في اربعين وان كثر لا يفصل عنده فيقدر الحيض في رواية الحسن عنه بخمسة لانه وسط

(٦٩٢) اگر خاوند نے بچے کی پیدا ہونیسے طلاق کو مشروط کیا تھا اور اوسکے بچا پیدا ہوا اور طلاق واقع ہوگئی اور پھر اوس نے حیضوں سے اپنی عدت کا گذر جانا بیان کیا تو کم از کم مدت جس میں اوسکا یہ بیان صحیح ہو سکتا ہے امام صاحب رح کی نزدیک پچاسی روز ہیں اسواسطے کہ پچیس روز تو نفاس کے سمجھے جاینگی کیونکہ اگر اس سے کم سمجھے جائیں اور پھر اوسکے بعد پندرہ روز تک خون نہ آوے اور چالیس ہی دن کے اندر اندر خون اوسکو آوے تو وہ سب نفاس ہی ہوگا اسواسطے کہ امام صاحب رح کی نزدیک ان چالیس روز کے اندر اندر کتنی ہی روز تک خون بند رہے وہ نفاس ہی شمار کیا جاتا ہے لہٰذا نفاس کی پچیس روز لی جاینگے اور ہر حیض کے پانچ روز

من اکثر العدۃ فیکون خمسۃ وعشرون نفاسا وخمسۃ واربعون ثلثۃ اطہار وخمسۃ عشر ثلث حیض والمائۃ روایۃ عن ابی حنیفۃ لان الحیض مقدر بعشرۃ فزاد علی المقدار الاول خمسۃ عشر فکان مائۃ۔

اس روایت کے موافق جو حسن نے امام صاحب سے روایت کی ہے اسلیے کہ حیض کی اکثر مدت کا نصف ہے پس پچیس روز تو نفاس کے ہوئے اور پندرہ روز تین حیضوں کے اور پینتالیس روز تین طہروں کے یہ سب ملکر پچاسی ہوئے اور ایک روایت میں امام صاحب سے مروی ہے کہ سو دن سے کم اسکی تصدیق کیے ضرور ہیں اسواسطے کہ اکثر مدت حیض کی دس دن ہیں تو تین حیضوں کے پندرہ دن بجائے پچاسی کے اور زیادہ ہو گئے اور پورے سو دن ہوگئے۔

۶۹۳ فیصدقہا ابو یوسف فی خمسۃ وستین لان اکثر الحیض عشرۃ والنفاس اکثر منہ عادۃ فزید علیہ یوم فصار احد عشر وطہرہا خمسۃ عشر ثلث مرات یکون خمسۃ واربعین وحیضہا ثلث مرات تسعۃ فیکون المجموع خمسۃ وستین۔

(۶۹۳) امام ابو یوسف کے نزدیک کم از کم پینسٹھ روز میں اسکی تصدیق ہو سکے گی اسواسطے کہ حیض کی اکثر مدت دس روز ہیں اور نفاس غالبًا حیض سے کچھ زیادہ ہی ہوا کرتا ہے اس لیئے حیض سے ایک دن زیادہ اسکی مدت سمجھ لیں گے یعنی گیارہ روز اور طہر کی مدت پندرہ روز اس حساب سے تین طہر کے پینتالیس روز ہوئے اور تین حیض کے نو روز اور گیارہ روز نفاس کے تھے یہ سب پینسٹھ دن ہوئے۔

۶۹۴ لا فی اربعۃ وخمسین ای عندہ ای لا یصدق فی اقل من ہذہ لان اقل النفاس لم یقدر بشیئ فیقدر بساعۃ وطہرہا خمسۃ واربعین وحیضہا تسعۃ

(۶۹۴) امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک کم از کم اوس کی تصدیق کرنے کے لیے چون روز کافی ہیں اس واسطے کہ نفاس کی کم مدت کی تو کچھ تعداد ہی نہیں ہے لہذا ایک گھڑی اسکی فرض کر لی جائیگی اور پینتالیس روز تین طہروں کے ہوئے اور نو روز تین حیضوں کے۔

۶۹۵ وتترک الحرۃ والامۃ فی عدۃ الوفاۃ عن نکاح صحیح التطیب والزینۃ والکحل والدہن لما صح انہ علیہ السلام نہی المعتدۃ عن الاکتحال والادہان والاختضاب بالحناء الا لعذر مثل ان یکون لہا حکۃ فتلبس الحریر لاجلہا او لا تجد ثوبا غیرہ قیل ہذا اذا کان۔

(۶۹۵) عدت وفات میں عورت کو خواہ حرہ ہو یا باندی بشرطیکہ اس کا نکاح صحیح ہوا ہو لازم ہے کہ خوشبو لگانا اور سنگار کرنا اور سرمہ اور تیل لگانا سب چھوڑ دے اسواسطے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معتدہ کو سرمہ اور تیل لگانے اور مہندی لگانے سے منع فرمایا ہے بجائز عذر ان چیزوں کا استعمال کر سکتی ہے مثلاً اس کے خارش ہے تو اس کے لیئے حریر پہن سکتی ہے یا بجز اس حریر کے کپڑے کے اسکے پاس دوسرا کپڑا نہیں ہے بعض نے کہا ہے اس قسم کا کپڑا

الثوب جديدا اما لو كان خليقا بحيث لا
يقع به الزينة فلا بأس به۔

(٦٩٦) قيد النكاح بالصحيح احترازاً عن
الفاسد لانه واجب الزوال فلا تتأسف
على زواله ولا تحاد عليها لاجله۔

(٦٩٧) فان قيل كيف جاز التأسف على زوال
نعمة النكاح وقد قال الله تعالى لكيلا تأسوا
على ما فاتكم ولا تفرحوا بما اتاكم قلنا المراد
بالاساءة والفرح ان يكون بصياح نقل ذلك
عن ابن مسعود۔

(٦٩٨) فان قيل لم لم يجب الحداد على الامة
اذا اشتراها زوجها وقد زال نكاحها
قلنا وجب الحداد عليها لكن لم يظهر في حق
المولى لحل وطئها له بالشراء حتى لو اعتقها
في هذه الحالة ظهرت الحدادة۔

(٦٩٩) ونامر بها اي بالاحداد وترك الطيب
والزينة المبتوتة اي المطلقة
طلاقا بائنا وقال الشافعي لا نأمرها
به لانه اوحشها بالابانة فلا
يجب عليها اظهار التأسف من
فرقته ولنا انها ممنوعة عن
النكاح في العدة فتمنع
عن صفات داعية اليه لئلا
تتوهم انها ملتمسة
للازواج۔

اگر نیا ہو تو بلا عذر نہیں پہن سکتی اگر پرانا ہو کہ اُس کے پہننے سے بناؤ سنگار
نہیں پایا جاتا تو کچھ حرج نہیں ہے بلا عذر بھی پہن سکتی ہے۔

(٦٩٦) نکاح صحیح کی قید اسواسطے لگائی ہے تاکہ نکاح فاسد سے
احتراز ہو جائے اسواسطے کہ وہ تو واجب الزوال ہوتا ہے اُسکے جانیکا
افسوس نکرنا چاہیے اور اُسکے جانے سے عورت کو سوگ نکرنا چاہیے

(٦٩٧) اگر کہو زوال نعمت نکاح پر افسوس کرنا کہاں سے جائز ہو سکتا
ہے۔ اللہ پاک تو فرماتا ہے لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم
یعنی تاکہ غم نکرو اُس چیز پر جو تم سے جاتی رہی۔ اور خوشی نکرو
اُس چیز کی جو تم کو دی ہے۔ تو اِس کا یہ جواب ہے کہ غم کرنے اور
خوشی کرنے سے چلا کر اور شور مچا کر غم اور خوشی کرنا مراد ہے ایسی خوشی یا غم نکرنا۔

(٦٩٨) اگر کہو جو کہ لونڈی کو جب اُسکا خاوند خرید لے تو اُسپر سوگ کرنا کیوں
نہیں واجب ہوتا باوجودیکہ اُسکا نکاح بھی زائل ہو جاتا ہے تو اُسکا جواب ہے کہ
سوگ تو اُسپر واجب ہوتا ہے مگر مولا کے حق میں ظاہر نہیں ہوتا اِس لئے کہ پہلے
اُسکو بذریعۂ نکاح کے صحبت حلال تھی اب بذریعہ خرید لینے کے
حلال ہے حتیٰ کہ اگر اس حالت میں اُسکو آزاد کر دیا تو اُسکو سوگ کرنا لازم ہوگا۔

(٦٩٩) جس عورت کو طلاق بائن دیجائے ہمارے نزدیک اُسکو
بھی حکم ہے کہ سوگ کرے اور سنگار نکرے اور خوشبو نہ لگاوے۔ مگر امام
شافعی رح فرماتے ہیں اُسکو یہ حکم نہیں ہے اِس واسطے کہ خاوند
نے اُسکو طلاق بائن دیکر پریشان ہی کر دیا ہے پھر اُسکی جدائی پر
عورت کو افسوس کرنا کچھ ضرور نہیں ہے۔ اور ہماری
دلیل ہے کہ حالت عدت میں اُس کو نکاح کرنا منع
ہے تو جو چیزیں نکاح کی دواعی ہیں وہ بھی اُس کے
لیے منع ہیں۔ تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اُس کو شوہروں کی
تلاش ہے۔

(۷۰۰) قید بالمبتوتة لان الحداد واجب فی عدة الوفات اتفاقا وغیر واجب فی الرجعیة اتفاقا من الحقائق۔

(۷۰۰) طلاق بائن کے قید اسواسطے لگائی ہو کہ عدت وفات مین تو بالاتفاق سوگ کرنا واجب ہو اور طلاق رجعی مین بالاتفاق سوگ نہ کرنا چاہیے۔ من الحقائق۔

(۷۰۱) ولا نوجبه ای الاحداد علی ذمیة ولا صغیرة وقال الشافعی یجب علیها الحداد لعموم الحدیث السابق ولنا ان الحداد حق الشرع وهما لیسا من اهل الخطاب۔

(۷۰۱) ذمیہ عورت یا صغیرہ سن لڑکی پر ہمارے نزدیک سوگ کرنا واجب نہین ہو اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک ان پر بھی سوگ کرنا لازم ہو اسواسطے کہ حدیث مذکورہ بالا سب کے واسطے عام ہو۔ اور ہماری دلیل یہ ہو کہ سوگ کرنا شرع کا حق ہو اور یہ دونون احکام شرعیہ کے ساتھ مخاطب نہین ہین۔

(۷۰۲) ولا احداد علی ام الولد اذا اعتقها مولاها لان الحداد لاظهار التأسف علی نعمة النکاح ولم یکن لها نکاح۔

(۷۰۲) ام ولد کو اگر اوسکا مولی آزاد کردے تو اوسپر سوگ کرنا واجب نہین ہو اسواسطے کہ سوگ نعمت یعنی نکاح کی زائل ہوجانے پر غم ظاہر کرنے کے لئے ہی اور ام ولد کے نکاح مین نہین ہوا کرتی ہی۔

(۷۰۳) ولا یخطب المعتدة ای لا تطلب للنکاح ولا بأس بالتعریض وهو ان تذکر شیئا وترید به شیئا لم تذکره کقوله انی فیك رغبة اوقوله ارید ان اتزوج صالحة وانت صالحة ونحوهما لقوله تعالی ولا جناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النساء۔

(۷۰۳) معتدہ سے کسی شخص کو صراحۃً نکاح کی درخواست نہ کرنی چاہئے اور اگر بطور تعریض کے جس سے وہ عورت سمجھ جائے بیان کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہو تعریض کے یہ معنی ہین کہ ذکر تو کچھ کرے اور مطلب کچھ اور ہو مثلاً ایسے کہ مجھے تیرے ساتھ رغبت ہو یا یہ کہے کہ چاہتا ہون کہ کسی نیک بخت عورت سے نکاح کرلون اور تو بھی نیک بخت عورت ہو اور اسی قسم کے باتین لقولہ تعالی ولا جناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبة النساء یعنے اوپر تمہارے کچھ مضائقہ نہین کہ تعریض کے طور پر عورتون سے نکاح کی درخواست کرو۔

(۷۰۴) وفی التبیین هذا اذا کانت معتدة عن وفاة وان کانت معتدة عن طلاق لا یجوز التعریض اما فی الرجعی فلان الزوجیة قائمة واما فی المبتوتة فلان تعریضها یورث العداوة بینها وبین الزوج وکذا بینه وبین الخاطب۔

(۷۰۴) تبیین مین مذکور ہو کہ یہ جب ہو کہ وہ معتدۃ الوفات ہو اور اگر معتدہ طلاق ہو تو تعریض بھی درست نہین ہو طلاق رجعی مین تو اسواسطے کہ زوجیت کا علاقہ موجود ہو اور بائن مین اسواسطے کہ اوس کے نکاح کی خواہش کرنے سے اوس مین اور خاوند مین دشمنی ہوجائیگی بلکہ اوسکی خاوند اور اس شخص مین بھی عداوت ہوجائیگی۔

(۷۰۵) ولا تخرج المطلقة الرجعية والمبتوتة اصلا اى لا فى الليل ولا فى النهار لان النفقة دارة عليها فلا ضرورة لها الى الخروج حتى لو اختلعت على ان لا نفقة لها تخرج نهارا لمعاشها وقيل لا تخرج وهو الاصح لانها هى التى اسقطت حقها فلا يبطل به ما وجب عليها من عدم الخروج هذا فى الحرة واما فى الامة فتخرج لرعاية حق المولى فى الخدمة الا ان تبوى لها منزلا فيترك استخدامها۔
ولو كانت المبانة كتابية فلها الخروج لانها غير مامورة بالشرائع الا ان للزوج ان يمنعها عن الخروج صيانة لمائه۔

(۷۰۵) مطلقہ کو ہر گز گھر سے باہر نکلنا چاہئے خواہ رجعیہ ہو یا بائنہ ہو نہ دن میں نہ رات میں اسواسطے کہ خاوند کے مال میں سے اوسکو نفقہ دیا جائیگا اوسکو باہر جانیکی حاجت نہیں ہے حتے کہ اگر اوس نے اس شرط پر خاوند سے خلع کر لیا ہو کہ اوسکو نفقہ نہ دیا جائے تو دن کے وقت طلب معاش کے لئے نکل سکتی ہے اور بعض کہتے ہیں اسوقت بھی نہیں نکل سکتی اور یہی قول زیادہ صحیح ہے اسواسطے کہ اوس نے خود اپنا حق ساقط کر دیا ہے اس حق کے ساقط ہو نیسے جو چیز اوسکے اوپر واجب ہے یعنے گھر سے باہر نہ جانا وہ اوسکے ذمہ سے ساقط نہیں ہو سکتا۔ یہ حکم جو اوپر بیان کیا گیا حرہ کے لئے ہے اور اگر چھوکری ہے تو وہ باہر نکل سکتی ہے تاکہ مولا کا حق خدمت فوت نہو ہاں اگر مولی نے اوسکے لئے کوئی مکان رہنے کو دیدیا ہو اور اوس سے خدمت لینا چھوڑ دی اور وہ مطلقہ کتابیہ عورت ہے تو اوسکو نکلنا جائز ہے اسواسطے کہ وہ احکام شرعیہ کے ساتھ مامور نہیں ہے مگر جس عورت میں خاوند اوسکو اپنے نطفہ کی حفاظت کے

(۷۰۶) وتخرج المتوفى عنها نهارا وبعض الليل اذ لا نفقة لها فحينئذ تحتاج الى الخروج وتبيت فى منزلها اى لا يكون فى الليل كله فى غير منزلها ولو باتت اقل من نصف الليل فلها ذلك لان البيتوتة عبارة عن الكون فى مكان اكثر الليل۔

(۷۰۶) متوفی عنہا زوجہا یعنے جس کا خاوند مر جاوے اوسکو عدت وفات میں باہر نکلنا درست ہے تمام دن اور کچھ رات میں اسواسطے کہ اوسکے لئے نفقہ تو مقرر ہی نہیں ہے لہذا نکلنے کے اوسکو حاجت پڑیگی مگر تمام رات گھر سے باہر نہیں رہ سکتی بلکہ اپنے گھر میں ہی اوسکو بیتوتت یعنے شب باشی کرنی چاہئے اور اگر آدھی رات سے کم دوسرے مکان میں ہے تو اوسکو جائز ہے اسواسطے کہ ایک مکان میں بیتوتت کے معنے یہ ہیں کہ زیادہ رات اوس مکان میں گذارے۔

(۷۰۷) وتعتد فى المنزل المضاف اليها سكنى اى من جهة السكنى حال وجوبها اى وجوب العدة بالموت او الفرقة

(۷۰۷) موت یا فرقت سے عدت کی واجب ہونے کے وقت رہنے کے اعتبار سے جو اوس عورت کا مکان سمجھا جاتا ہو وہی مکان میں عورت کو عدت پوری کرنی چاہئے حتے کہ اگر خاوند نے

حتى لو طلقت في منزل اهلها فعليها ان تعود الى منزلها الذي كانت ساكنة فيه لقوله تعالى ولا تخرجوهن من بيوتهن

اُسوقت میں کہ جب وہ اپنی ماں کے گھر تھی طلاق دی ہو تو اُسکو عدت میں رہنے کے لئے اُس مکان میں جس میں رہتی تھی واپس آنا چاہیے لقوله تعالیٰ ولا تخرجوهن من بیوتهن یعنی اور مت نکالو انکو اُنکے گھروں سے۔

(۸۰۷) واذا اعتدت في منزل الزوج يجعل بينها وبينه سترة حتى لا يقع الخلوة بالاجنبية وان كان فاسقا يخاف عليها منه فالاولى خروجه لوجوب السكنى عليها فيه۔

(۸۰۷) اگر خاوند کے رہنے کے مکان میں وہ عدت میں رہے تو خاوند کے اور اُس عورت کے درمیان میں کچھ آڑ کر دینی چاہیے تاکہ اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت نہ پائی جاوے۔ اور اگر خاوند ایک فاسق فاجر آدمی ہے جس سے اُس عورت کے پاس رہنے سے خوف معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے صحبت نکرلے تو بہتر ہے کہ اُس خاوند کو وہاں سے

(۸۰۹) ولو كان الزوج غائبا وطلقها وكان يسكن باجرة اعطيتها باذن القاضي ويصير دينا على الزوج۔

(۸۰۹) اگر خاوند موجود نہیں ہے اور اُس نے طلاق دیدی ہے اور وہ کرایہ کے مکان میں رہتا تھا تو بحکم قاضی وہ مکان عورت کو کرایہ پر دلا دیا جائیگا اور اُس کا کرایہ خاوند کے ذمہ ہوگا۔

(۸۱۰) فان اخرجها الورثة من نصيبهم من الدار وضاق عنها اي عن سكناها نصيبها من دار الميت اوخافت على مالها فيه انتقلت لان هذا الانتقال بعذر ولو اسكنوها في نصيبهم باجرة وهي تقدر على ادائها لا تنتقل وفي الكفاية تعيين الموضع الذي ينتقل في الوفاة اليها وفي غيرها اليه۔

(۸۱۰) اگر ورثہ نے خاوند کے مرجانے کے بعد عورت کو اپنے اپنے حصہ کے مکان سے نکالدیا اور اُس میت کے مکان میں عورت کا اسقدر حصہ نہیں ہے جو اُسکے رہنے کے لئے کافی ہوسکے یا اُس مکان میں رہنے سے عورت کو اپنے مال کے چوری ہوجانیکا خوف ہے تو اُس مکان کو بدل دینا جائز ہے اِس واسطے کہ یہاں پر مکان سے منتقل ہونا عذر کی وجہ سے ہے۔ اور اگر وارثوں نے کرایہ سے اُس کو مکان میں رہنے کی اجازت دیدی اور وہ کرایہ دینے کی طاقت رکھتی ہے تو اُسی مکان میں اُس کو رہنا چاہیے۔ اَور مکان نہیں بدل سکتی ہے

(۸۱۱) ولو مات في السفر في مصر وقد كان معه امراته او ابانها اي طلقها طلاقا بائنا فيه وبينها وبين كل من مصرها ومقصدها مسيرة السفر عليها ان تعتد في المصر عند ابي حنيفة

(۸۱۱)۔ اگر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ سفر میں تھا اور وہ ایک شہر میں مرگیا۔ یا بیوی کو اُس نے وہاں طلاق بائن دیدی اور وہاں سے اُس کا شہر اور جس جگہ کو وہ جانا چاہتی ہے دونوں مقام سفر کی مسافت پر واقع ہیں، تو امام صاحبؒ کے نزدیک اُسی جگہ عورت کو عدت پوری کرنی چاہیے

ولا تخرج بمحرم حتی تفرغ من عدتها

(۱۴۲) وأجازاه قبله أی الخروج قبل الفراغ

(۱۴۳) قید بالسفر إذ لو ماتت فی الحضر لا تخرج اتفاقا وقید بالمصر لأنه لو مات فی مفازة أو طلقت فیها فهی بالخیار إن شاءت رجعت الی مصرها وإن شاءت مضت الی مقصدها سواء معها محرم أو لا اتفاقا لخوف الهلاک والقریة التی تقدر علی المقام بها کالمصر فی الحکم وقیده بقوله أو بانها لأنه لو طلقها رجعیا فهی لا تفارق زوجها أما إذا طلقها رجعیا فی منزلها فلیس له أن یسافر بها قبل الرجعة من الحقائق وقید بأن یکون بینها وبین مقصدها مدة سفر وکذا بینها وبین منزلها لأن کلا منهما لو کان دون مدة السفر تخرج الی أیهما شاءت اتفاقا أو کان أحدهما مدة السفر والآخر دونها تخرج الی الذی دونها اتفاقا وقید بالمحرم لأنه لو انعدم لا تخرج اتفاقا۔

(۱۴۴) لهما أن المحرم علیها إنشاء السفر فی العدة وهذا لیس بإنشاء لأن الطلاق وقع علیها وهی مسافرة فیجوز مع المحرم وله أن تأثیر العدة فی المنع من الخروج

اور جبتک عدت سے نہ فارغ ہو لے کسی محرم کے ساتھ بھی وہاں سے نہ جائے

(۱۴۲) صاحبین فرماتے ہیں عدت کے پورا کرنے سے پہلے کسی محرم کے ساتھ وہاں سے

(۱۴۳) سفر کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر حضر میں ہے تو بالاتفاق وہاں سے کہیں جا نہیں سکتی اور شہر میں طلاق دینے یا مر جانے کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر جنگل میں ایسا ہوا تو اسکو اختیار ہے کہ خواہ اپنے گھر کو واپس چلی جائے یا جہاں جانا چاہتی ہو وہاں کو چلی جائے خواہ اس کے ساتھ کوئی محرم ہو یا نہ ہو اسواسطے کہ یہاں ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اور جو گاؤں ایسا ہو کہ وہاں رہ سکتی ہو اسکو بھی یہاں پر شہر کا حکم ہے۔ اور یہ قید کہ یا اسکو طلاق بائن دیدے اس واسطے لگائی ہے کہ اگر طلاق رجعی دی ہے تو وہ اس طلاق سے خاوند سے علیحدہ نہو جائیگی۔ مگر یہ بات ضرور ہے کہ اگر گھر میں اس نے بیوی کو طلاق رجعی دی ہے تو بدون رجعت کئے اس کو سفر میں نہیں لیجا سکتا۔ من الحقائق۔ اور یہ قید کہ اس کا مکان اور جہاں کو جانا چاہتی ہے مدت سفر پر واقع ہوں اسواسطے لگائی ہے کہ اگر دونوں جگہ مسافت سفر سے کم ہیں تو جہاں چاہے بالاتفاق وہاں چلی جائے اور اگر ایک اس قدر دور ہے مگر ایک قریب ہے تو جو قریب ہو بالاتفاق وہاں کو چلی جائے۔ اور محرم کی قید اس واسطے لگائی ہے کہ اگر وہاں محرم نہیں ہے تو بالاتفاق وہاں سے نہیں جا سکتی۔

(۱۴۴) صاحبین رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ عدت کی حالت میں عورت کے اوپر سفر کا شروع کرنا حرام ہے۔ اور یہاں تو طلاق ہے اس کے اوپر سفر کی حالت میں واقع ہوئی ہے۔ پس یہاں سے جانا سفر کرنا نہیں ہے۔ بلکہ سفر کا پورا کرنا ہے لہذا محرم کی

اقوی من تاثیر عدم المحرم لأن العدۃ یمنع مطلق الخروج وان قل وعدم المحرم یمنع السفر فقط وعدم المحرم اذا کان مانعا من السفر فالعدۃ اولی وانما رخص مادون السفر لانه لیس بانشاء الخروج بل هو بقاء علی الخروج الاول وهی هنا منشئة باعتبار انه سفر فیحرم الخروج۔

ساتھ اسکو یہاں جانا درست ہوا۔ اور امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ محرم کے نہونے کو سفر کے منع ہونے میں اسقدر دخل نہیں ہی جسقدر عدت کو سفر کے منع ہونے میں دخل ہی دیکھو کہ محرم کے نہونے سے صرف وہ سفر نہیں کرسکتی ہی اور عدت میں ہونے سے مطلق جا ہی نہیں سکتی اگرچہ گھر سے باہر ہی کیوں نہو اور جب کہ محرم کے نہونے سے سفر کرنا اسکو منع ہوجاتا ہی تو عدت کے ہونے سے بطریق اولی اسکو سفر کرنا جائز نہوا اور اگر سفر سے کم مسافت ہو

فصل فی ثبوت النسب

فصل ثبوت نسب کے بیان میں

(٧١٥) ویقدر اقل الحمل ستة اشهر لقوله تعالی وحمله وفصاله ثلثون شهرا وقوله تعالی والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین۔

(٧١٥) کم از کم حمل کی مدت کا اندازہ چھ مہینے ہیں لقولہ تعالی وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا یعنی اور اسکا پیٹ میں رکھنا اور دودھ چھوٹنا تیس مہینے ہو وقولہ تعالی وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ یعنی اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائیں ہیں

(٧١٦) ونقدر اکثره ای اکثر مدة الحمل سنتین۔

(٧١٦) اور زیادہ سے زیادہ حمل کی مدت کا اندازہ ہمارے نزدیک دو سال ہیں۔

(٧١٧) لا اربعا ای قال الشافعی هو اربع سنین لان الضحاك ولدته امه لاربع سنین بعد ما نبت ثنایاه وهو یضحك۔

(٧١٧) امام شافعی رح فرماتے ہیں زیادہ سے زیادہ حمل کی مدت چار سال ہی اسواسطے کہ ضحاک چار سال میں جب اُنکے دانت بھی نکل آئے تھے ہنستے ہوئے اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں۔

(٧١٨) ولنا قول عائشة رضی الله عنها لا یبقی الولد فی رحم امه اکثر من سنتین ولو بفلكة مغزل ومثله لا یعرف الا سماعا۔

(٧١٨) اور ہماری یہ دلیل ہی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض نے فرمایا ہی جتنی دیر میں چرخہ گھوم جاتا ہی اتنی دیر بھی دو برس سے زیادہ اپنی ماں کے پیٹ میں بچہ باقی نہیں رہتا اور ایسی باتوں کا مدار سننے پر ہوتا ہی۔

(٧١٩) واذا اقرت بانقضاء العدة

(٧١٩) اگر معتدہ نے عدت کے گذرنیکا خواہ وہ

ايّة معتدة كانت ثم جاءت بولد لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار يثبت نسبه لظهور كذبها حيث اقرت بالانقضاء ورحمها مشغول او لستة لم يثبت اي ان ولدت لستة اشهر من وقت اقرارها لم يثبت النسب لاحتمال حدوث الحبل بنكاح جديد فلم يتيقن كذبها۔

کوئی عدت ہو اقرار کیا اور اس اقرار کرنے سے چھ مہینے سے کم عرصہ میں اسکے کچھ اولاد پیدا ہوئے تو اسکا نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہونے معلوم ہوگیا کہ اقرار کرتے وقت اسکے پیٹ میں بچہ تھا اور اسکا اقرار کرنا جھوٹ تھا اور اگر اقرار کرنے سے چھ مہینے میں اسکے بچہ پیدا ہوا ہو تو اسکا نسب ثابت نہوگا اسلیے کہ یہاں نکاح جدید سے حمل کے پیدا ہونیکا احتمال ہے پس اسکے جھوٹا ہونیکا اسوقت میں یقین نہیں ہے۔

(٧٢٠) فان قيل كيف صح هذا الاقرار وفيه ابطال حق الولد من النسب قلنا انها امينة في الاخبار عما في رحمها ويجوز ابطال حق الغير بقول الامين كما اذا اقرت بانقضاء عدتها يبطل حق الزوج۔

(٧٢٠) اگر کہو کہ یہ اقرار باوجودیکہ اسمیں نسب کے اعتبار سے بچہ کے حق کا باطل کرنا ہے کیونکر صحیح ہوگیا تو اسکا جواب ہے کہ اپنے پیٹ کی خبر دینے میں شرع کے اندر عورت کو امین سمجھا گیا ہے اور امین کے قول سے دوسرے کا حق باطل کر دینا جائز ہے جس طرح عورت کے انقضاء عدت کی خبر دینے سے خاوند کا حق باطل ہو جاتا ہے۔

(٧٢١) اذا اتت به الرجعية لسنتين او اكثر ثبت نسب الولد ما لم تقر بانقضائها اي انقضاء العدة وكان مراجعا لان الزنا منتف عن المسلم ظاهرا فيحمل على ان العلوق وقع بعد الطلاق۔

(٧٢١) طلاق رجعی کے بعد اگر عورت کے دو سال یا اس سے زیادہ میں بھی بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب ہوگا جبتک عورت عدت کا گذر جانا بیان نہ کرے۔ اور اس سے رجعت ثابت ہو جائیگی اسلیے کہ بظاہر مسلمان کی شان سے زنا کا صادر ہونا نہیں ہے اور یہی سمجھا جائیگا کہ طلاق کے بعد حالت عدت میں اسکو حمل ہوا ہے۔

(٧٢٢) فان قيل انتفاء الزنا ممكن بغير هذه الجهة بان يتزوج بزوج اخر بعد انقضاء عدتها فيكون الولد منه قلنا الابقاء اسهل من الابتداء فكان اولى۔

(٧٢٢) اگر کہو زنا نہونے کی صورت تو اسکے علاوہ اور بھی نکل سکتی ہے اسطرح پر کہ بعد انقضاء عدت کے اوس نے دوسرے سے نکاح کر لیا ہو اور یہ حمل اُس نکاح سے ہو تو اسکا یہ جواب ہے کہ پہلے ہی نکاح کا باقی رکھنا بنسبت نکاح جدید کی ثابت کرنیکے آسان ہے لہذا باقی رکھنا ہی مناسب ہے۔

(۲۳) قید بعدم اقرارها لانها لو اقرّت بانقضاء العدة فهو كما قالت اذا كان في مدة يصلح لثلثة اقراء۔

(۲۳) یہ قید کہ عورت انقضاء عدت کا صورت مذکورہ میں اقرار نہ کرے اس واسطے لگائی ہے کیونکہ اگر اس عورت نے عدت کا گزر جانا بیان کیا تو اسکا قول معتبر ہوگا بشرطیکہ طلاق سے اتنی مدت کے بعد عدت کا گزرنا بیان کیا کہ جو تین حیض کے پورے ہونے کی گنجائش ہو

(۲۴) ولاقل اي اذا اتت بولد لاقل من سنتين يثبت نسبه لوجود العلوق في النكاح او في العدة وبانت من زوجها لانقضاء عدتها بوضع الحمل ولما احتمل كونه العلوق قبل الطلاق وبعده لم يصر مراجعا بالشك فان قيل لم لم يجعل مراجعا بحمل الوطء على وجوده بعد الطلاق لان الحوادث محمولة على اقرب اوقاتها قلنا لان الرجعة بالفعل خلاف السنة ولا يظن بالمسلم العاقل الاقدام على خلاف السنة فلا يحمل عليه مع امكان غيره۔

(۲۴) اگر دو سال سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب ہوگا اس واسطے کہ یا تو یہ حمل حالتِ نکاح کا سمجھا جائیگا یا حالتِ عدت کا مگر یہاں رجعت نہیں ثابت ہوگی۔ بلکہ خاوند سے علیحدہ ہو جائیگی اس واسطے کہ وضع حمل سے اس کی عدت گزر گئی اور چونکہ حمل میں دونوں احتمال ہیں کہ قبل طلاق کا ہو یا بعد طلاق کا اس واسطے شک سے رجعت نہیں ثابت ہو سکتی اگر کہو یہاں پر اس طرح سے رجعت کیوں نہ ثابت کر دیجائے کہ طلاق کے بعد ہی صحبت کا وجود ثابت کیا جائے کیونکہ حوادث اقرب اوقات پر محمول ہوا کرتے ہیں تو اس کا یہ جواب ہے کہ رجعت بالفعل سنت کے خلاف ہے اور مسلم عاقل کی نسبت یہ گمان نہیں کیا جاتا کہ وہ خلافِ سنت پر اقدام کرے پس باوجود دوسری صورت کے ممکن ہونے کے اس رجعت پر جو خلاف سنت ہے محمول نہ کرینگے۔

(۲۵) والمبتوتة اي اذا اتت المعتدة عن طلاق بائن بولد لاقل منهما اي من سنتين يثبت نسبه لاحتمال قيام الحمل وقت الطلاق فيثبت احياء للولد۔

(۲۵)۔ اگر مطلقہ بائنہ کے دو سال سے کم میں بچہ پیدا ہوا۔ تو وہ ثابت النسب ہوگا اس واسطے کہ طلاق کے وقت حمل کے [illegible] احتمال ہے۔ لہذا بچے کے زندہ رکھنے کی خاطر اس کا نسب ثابت کر دیا جائے گا۔

(۲۶) ولتمامها اي لو اتت به لتمام سنتين من حين الفرقة لم يثبت نسبه لحدوث الحمل بعد الطلاق يقينا لانه وطئ المبتوتة حرام في العدة الا اذا ادعاه بان يدعي نسب الولد فيثبت حملا لدعواه

(۲۶) اگر وقت فرقت سے دو سال میں بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب نہ ہوگا اس واسطے کہ یہاں پر یقینا طلاق کے بعد حمل کا قائم ہونا معلوم ہوتا ہے اور مطلقہ بائنہ سے عدت میں صحبت کرنا حرام ہے مگر جس صورت میں خاوند اس کے نسب کا دعوی کریگا تو نسب ثابت ہوجائیگا

على انه وطئها في العدة بشبهة۔

صحبت کرلی ہو گی۔

(۷۲۷) وفي البنتين هذا ما ذكروه وفيه نظر لان المبتوتة بالثلث اذا وطئها الزوج كان شبهة الفعل وفيها لا يثبت النسب وان ادعاه نص عليه في كتاب الحدود۔

(۷۲۷) تینوں میں مذکور ہے فقہاء نے اسطرح بیان کیا ہے مگر اسمیں کچھ کلام ہے اسواسطے کہ تین طلاق کے بعد اگر خاوند اوس سے شبہ سے صحبت کرلے تو یہاں بھی۔ فعل میں شبہ ہے مگر باوجود خاوند کے دعویٰ کرنیکے بھی یہاں نسب نہیں ثابت ہوتا کتاب الحدود میں اسکی تصریح موجود ہے

(۷۲۸) هل يشترط تصديق المرأة اذا ادعاه الزوج فيه روايتان۔

(۷۲۸) اگر خاوند دعوے کرے تو عورت کی تصدیق بھی شرط ہے یا نہیں اسمیں دو روایتیں آئی ہیں۔

(۷۲۹) وان كانت هذه اي المبتوتة صغيرة يجامع مثلها فجاءت به يثبته الى سنتين اي يثبت ابو يوسف نسب الولد الى اخر هذه المدة او رجعية اي كانت الصغيرة مطلقة طلاقا رجعيا فالى سبعة وعشرين شهرا اي يثبت ابو يوسف نسب ولدها الى هذه المدة لانه جعل مراجعا في عدتها وهي ثلثة اشهر ويثبت بعدها في السنتين

(۷۲۹) اگر وہ مطلقہ بائنہ صغیرہ ہے مگر صحبت کرنے کے لائق ہے اور اوسکے طلاق کے بعد بچہ پیدا ہوا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دو سال کے مدت تک اوسکا نسب ثابت ہوگا اور اگر اوسکو طلاق رجعی دی ہے تو اوسکے بعد ستائیس مہینے تک اگر اوسکے بچہ پیدا ہوگا تو وہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ مدت طلاق یعنی تین مہینے کے اندر خاوند کو سمجھا جائیگا کہ اوس نے مراجعت کرلی اور ازان بعد دو سال تک نسب ثابت ہوجائیگا۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۷۳۰) واثبتاه اي نسب ولد الصغيرة اذا اتت به لاقل من تسعة اشهر فيهما اي في المبتوتة والرجعية۔

(۷۳۰) امام صاحب رح اور امام محمد رح کے نزدیک خواہ وہ صغیرہ مطلقہ بائنہ ہو یا رجعیہ ہو اگر نو مہینے سے کم میں اوسکے بچہ پیدا ہوگا تو اوسوقت میں ثابت النسب ہوگا۔

(۷۳۱) او متوفى عنها زوجها اي لو كانت الصغيرة معتدة عن الوفاة فجاءت بولد فالى سنتين اي يثبت ابو يوسف نسب ولدها الى سنتين واثبتاه ان اتت به لاقل من عشرة اشهر وعشرة ايام

(۷۳۱) اگر صغیرہ کا خاوند مر جائے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دو برس تک اگر اوس کے بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب ہوگا۔ اور امام صاحب رح اور امام محمد صاحب رح کے نزدیک اگر دس مہینے اور دس روز کم میں پیدا ہوگا تب تو ثابت ہوگا ورنہ نہیں۔

ايام۔

۷۳۲، اعلم ان الخلاف فيما اذا سكتت الصغيرة ولم تدع حبلا ولم تقر بانقضاء عدتها اما اذا ادعته صارت مقرة بانها بالغة وكانت في نسب ولدها كالكبيرة او اقرت بمضي العدة بعد ثلاثة اشهر ثم جاءت بولد لاقل من ستة اشهر يثبت نسبه وان ولدت لستة اشهر او اكثر لم يثبت سواء كان رجعيا او بائنا اتفاقا لان عدتها ثلثة اشهر بالنص ومضيها كاقرار الكبيرة بمضي عدتها۔

۷۳۳، له في المسائل السابقة ان الكلام في المراهقة وهي قابلة للحبل فيحتمل ان يكون حاملا قبل الطلاق او الوفاة فيكون انقضاء عدتها بوضع الحمل ويحتمل انها حبلت بعد انقضاء عدتها بثلثة اشهر في الطلاق واربعة اشهر وعشر في الوفاة فاذا وقع الشك في الانقضاء جعل عدتها غير منقضية فيثبت نسبه الى سنتين كما في البالغة ولهما ان صغرها ثابت بيقين وهو مناف لحبلها فلا يزول بالاحتمال فاهو ثابت بيقين فيحكم بمضي عدتها بثلثة اشهر في الطلاق وباربعة اشهر وعشرا

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

۷۳۲، جاننا چاہیئے کہ یہ اختلاف اوس صورت مین ہی کہ وہ صغیرہ سکوت کرے اور حمل کا اقرار نہ کرے اور نہ عدت کے گذرنیکا اقرار کرے اور اگر اوس نے حمل کا دعوے کیا تو گویا اوس نے اپنے بالغ ہونیکا اقرار کیا اور وہ اپنی اولاد کے نسب کے اعتبار سے جوان عورت کے مانند ہوگی یا تین مہینے گذر جانیکے بعد اوس نے عدت کے گذر جانیکا اقرار کیا اور پھر چھ ماہ سے کم مین اوسکی بچہ پیدا ہوا تو اوسکا نسب ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے یا اوس سے زائد مین پیدا ہوا تو بالاتفاق ثابت نہوگا خواہ وہ مطلقہ بائنہ ہو یا رجعیہ ہو اسواسطے کہ بحکم نص اوسکی عدت تین مہینے ہین اور اونکا گذر جانا صغیرہ کیلئے ایسا ہی ہے جیسا جوان عورت کیلئے انقضاء عدت کا اقرار کرنا۔

۷۳۳، مسائل سابقہ مین امام ابو یوسف رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ کلام مراہقہ کے اندر ہے یعنی جو قریب البلوغ ہے اور وہ حمل کے قابل ہوتی ہے تو اوس مین یہ احتمال ہے کہ قبل طلاق یا قبل وفات اپنے خاوند کے وہ حاملہ ہو پس اوسکی عدت وضع حمل ہونی چاہیے اور یہ بھی احتمال ہے کہ طلاق کی تقدیر پر تین ماہ گذرنیکے بعد وہ حاملہ ہوئی ہو یا وفات کی صورت مین چار ماہ دس یوم گذرنیکے بعد حاملہ ہوئی ہو پس جب عدت کے گذرنے مین شک واقع ہوگیا تو یہ سمجھینگے کہ اوسکی عدت منقضی نہین ہوئی لہذا دو سال تک اوسکا نسب ثابت ہوگا جیسے بالغہ عورت کی تقدیر پر اور امام صاحب رحمہ اور امام محمد رحمہ کی یہ دلیل ہے کہ اوسکا صغیرہ ہونا تو یقینا ہی ثابت ہے اور صغیرہ ہونا حمل کے منافی ہے تو جو چیز یقینی ہے وہ احتمال سے زائل نہین ہوسکتی لہذا طلاق کے اندر تین مہینے سے اوسکی عدت گذرجانیکے

في الوفاة ويحمل الحمل على انه حادث بعد مضيها فلا يثبت النسب ـ

اور وفات کی صورت مین چار مہینے دس روز ہے اور حمل کو یہ سمجھین گے کہ انقضاء عدت کے بعد پایا گیا ہے لہذا اوسکا

(۲۳۴) واذا لم تقر معتدة الوفاة التي اعتدت لوفاة زوجها بانقضائها اي بانقضاء عدتها ولم تقر بالحبل ايضا واتت به لتمام عشرة اشهر وعشرة ايام اثبتناه اي نسب ولدها من زوجها وقال زفر لا يثبت ـ

(۲۳۴) اگر متوفی عنہا زوجہا نہ اپنی عدت کے گذرنیکا اقرار کرے اور نہ حمل کا اقرار کرے اور دس مہینے دس دن گذر جانیکے بعد اوسکے بچہ پیدا ہو تو ہمارے نزدیک وہ ثابت النسب ہوگا اور اوس متوفی کے اولاد ہوگا مگر امام زفر رح فرماتے ہین وہ ثابت النسب نہوگا ـ

* * * * *

(۲۳۵) هذا الخلاف فيما اذا كانت معتدة الوفاة كبيرة لانها لو كانت صغيرة فنسب ولدها انما يثبت اذا اتت به لاقل من عشرة اشهر وعشرة ايام عند ابي حنيفة ومحمد كما سبق ـ

(۲۳۵) یہ اختلاف اوس صورت مین ہے کہ معتدہ وفات بالغ عورت ہو اور اگر صغیرہ ہے تو امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے نزدیک اوسکے بچے کا نسب اوسوقتمین ثابت ہوگا جب دس ماہ دس یوم سے کم مین پیدا ہووے چنانچہ مذکور ہوچکا ہے ـ

(۲۳۶) قيد بعدم الاقرار لانها لو اقرت بانقضائها لا يثبت اتفاقا وقيد بتمام عشرة اشهر وعشر لانها لو اتت به لاقل منها يثبت اتفاقا ـ

(۲۳۶) اقرار نہ کرنیکی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر اوسنے انقضاء عدت کا اقرار کر لیا تو بالاتفاق نسب نہ ثابت ہوگا اور یہ قید کہ دس مہینے دس روز کے بعد پیدا ہوا اسواسطے لگائی ہے کہ اگر اوس سے کم مین پیدا ہو تو بالاتفاق ثابت النسب ہوگا

(۲۳۷) له ان حبلها لما لم يكن ظاهرا ثبت بالنص انقضاء عدتها بمضي اربعة اشهر وعشر ولو ثبت مضي عدتها باقرارها ثم اتت بولد لا يثبت نسبه فاولى ان لا يثبت فيما نحن فيه لان الثابت بالنص اقوى من الثابت باقرارها ولنا ان انقضاء عدتها بالشهور مشروط بعدم الحمل وهذا انما

(۲۳۷) امام زفر رح کی یہ دلیل ہے کہ جب اوسکا حمل ظاہر نہین تھا تو بحکم نص اوسکی عدت چار مہینے دس روز ثابت ہوئی اور جس صورت مین وہ اپنی عدت کے گذرجانے کا اقرار کرے اور پھر اوسکے بچہ پیدا ہوتا تو وہ ثابت النسب نہوتا تو صورت متنازعہ فیہا کی اندر بطریق اولے نسب ثابت نہونا چاہیے اسواسطے کہ جو بحکم نص ثابت ہے وہ اوس سے قوی ہے جو اوسکی اقرار سے ثابت ہو ـ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ عدت کے مہینوں سے گذرنے مین شرط یہ ہے

یعرف من جهتها فلا یحکم بانقضاء عدتها ما لم تقر به فلما ولدت فی مدة یمکن ان یکون العلوق من زوجها قبل موتها یثبت نسبه منه حملا لامرها علی الصلاح۔

کہ حمل نہوا اور حمل کا نہونا عورت کی ہی طرف سے معلوم ہو سکتا ہے پس تاوقتیکہ وہ اقرار نہ کریگی انقضاء عدت کا حکم نہیں دیسکتی اور جب ایسی مدت مین اوسکے بچہ ہوا ہو کہ خاوند کے نطفہ سے اوس حمل کا ہونا ممکن ہے لہذا اوسکا نسب خاوند سے ثابت ہوجائیگا اس مین عورت کی بہلائی ہے۔

(۷۳۸) فاذا اتت به معتدة الوفاة فکذبها الورثة فی الولادة فثبوته ای ثبوت نسبه مشروط عند ابی حنیفة بشهادة رجلین او رجل وامرأتین علی ولادتها قید بتکذیب الورثة لانهم لو اقروا بالولادة یثبت النسب لانهم قائمون مقام الزوج ولو اقربها لثبت النسب فکذا لو اقروا۔

(۷۳۸) اگر معتدہ وفات کے کچہہ اولاد پیدا ہوئی اور ورثہ نے اسبات مین کہ اوسکی پیدا ہوئی ہے عورت کی تکذیب کی تو امام صاحب رح کے نزدیک اوسکی ثابت النسب ہونیمین دو مردون یا دو عورتون اور ایک مرد کا اوسکی ولادت پر گواہی دینا شرط ہے اور تکذیب ورثہ کی اسلیئے قید لگائی ہے کہ اگر ورثہ نے ولادت کا اقرار کرلیا تو نسب ثابت ہوجائیگا اسواسطے کہ ورثہ خاوند کے قائمقام ہین اور خاوند کے اقرار کرنے سے تو نسب ثابت ہوجاتا ہی لہذا انکے اقرار سے بہی ثابت ہوجائیگا

(۷۳۹) الا ان یکون حبل ظاهر او اعتراف ای لو کان بالمرأة حبل ظاهر او اقرار الزوج حال حیوته بالحبل یثبت نسبه بلا شهادة رجلین۔

(۷۳۹) اگر حمل ظاہر ہے یا اوس کے خاوند نے زندگی مین اوسکے حاملہ ہونیکا اقرار کرلیا ہی تو بلا گواہی کے اوسکا نسب ثابت ہوجائیگا۔

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

(۷۴۰) واما شهادة القابلة فلابد منه لتعیین الولد اتفاقا لاحتمال ان یکون الولد غیره دون المعین وانما الخلاف فی ثبوت نفس الولادة بعقد المعتدة فعند ابی حنیفة یثبت اذا تأیید مؤید من ظهور حبل او اعتراف الزوج وعندهما یثبت بشهادة قابلة۔

(۷۴۰) اور تعیین ولد کیلیئے دائی کی گواہی بالاتفاق ضروری ہے اسواسطے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ جو پیدا ہوا ہے اس بچہ کی غیر ہو اور اختلاف اسبات مین ہی نفس ولادت کے ثابت ہونے مین معتدہ کا قول کافی ہے یا نہین تو امام صاحب رح کے نزدیک اگر کسی دوسری چیز سے اوسکی تایید ہوجائے تو اوس سے ولادت ثابت ہوجاتی ہے جیسے حمل کا ظاہر ہونا یا خاوند کا اقرار کرنا اور صاحبین رح کے نزدیک دائی کی گواہی سے ولادت ثابت ہوجاتی ہے۔

(۱۴۷) وأثبتاه بواحدة اى بشهادة امرأة واحدة مسلمة عادلة بولادة لان الفراش وهو ان تتعين المرأة للولادة لشخص واحد قائم بقيام العدة والفراش ملزم للنسب وانما احتيج الى تعيين الولد فشهادة القابلة كافية فيه وله ان الالزام على الغير لا يجوز الا بحجة واما عند ظهور الحبل او اقرار الزوج فلم يحتج الى الشهادة لان النسب يثبت قبل الولادة والعدة مضت باقرارها بوضع الحمل فلم يبق فراش وكذا الخلاف لو كانت معتدة عن طلاق وانكر الزوج الولادة۔

(۱۴۷) صاحبين رح کے نزدیک اگر وارثاں اوسکی تکذیب کریں تو ایک عورت مسلمہ عادلہ اگر ولادت کی گواہی دیگی تو ولادت ثابت ہوجائیگی اسواسطے کہ فراش یعنی عورت کا ایک شخص کے لیے ولادت کے واسطے مخصوص ہونا جبتک عدت کا زمانہ ہی برابر ثابت ہی اور فراش ایسی چیز ہی کہ نسب کو لازم کردیتا ہی اب اگر ضرورت ہی تو تعیین ولد کی ضرورت ہی اوسکے اندر ایک دائی کی گواہی کافی ہی اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ دوسرے پر کسی چیز کا لازم کردینا بدون حجت کی جائز نہیں ہی لہذا دو مرد وں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہی مگر جسوقت مین حمل ظاہر ہوگیا ہی یا خاوند نے اقرار کرلیا تہا تو گواہی کی ضرورت نہیں ہی اسواسطے کہ نسب تو قبل ولادت ہی ثابت ہی اور باقی رہی عدت سو وہ عورت کی وضع حمل کا اقرار کرنے سے گذر گئی اور اب فراش نہیں رہا یہی اختلاف اوس صورت مین بھی ہی کہ وہ معتدہ طلاق ہو اور خاوند ولادت کا انکار کرے ۔

(۲۴۷) والطلاق المعلق بالولادة لا يقع بشهادة واحدة بها اى اذا قال لامرأته ان ولدت فانت طالق فتشهد امرأة بولادتها لا تطلق عند ابى حنيفة وقالا تطلق لان الولادة مما لا يطلع عليها الرجال فشهادة المرأة مقبولة فيها فكذا فيما يتعلق بها وله انها ادعت الحنث عليه فلا يثبت الا بحجة تامة والطلاق منفك عن الولادة ذاتا فلا يلزم من قبولها فيها قبولها فيه كما اذا اشترى مسلم لحما فتشهد مسلم بانه ذبيحة مجوسى تثبت شهادته فى

(۲۴۷) اگر طلاق کو ولادت کے ساتھہ مشروط کیا ہی تو ایک عورت کی ولادت کی گواہی دینے سے وہ نہ واقع ہوگی یعنی اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا اگر تیرے بچہ پیدا ہو تو تجھپر طلاق ہی پہر ایک عورت نے گواہی دی کہ اسکی بچہ پیدا ہوا ہی تو امام صاحب رح کے نزدیک اوسپر طلاق واقع نہوگی اور صاحبین رح فرماتے ہین واقع ہوجائیگی اسواسطے کہ ولادت ایسی چیز ہی کہ مردوں کو اوس سے آگاہی نہیں ہوسکتی لہذا ایک عورت کی گواہی اوس مین مقبول ہی پس جو چیز ولادت کی ساتھہ مشروط ہی یعنی طلاق اوس مین بھی اوسکی گواہی معتبر ہوگی ۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ یہان پر گویا اوسنے خاوند پر قسم کے اندر حانث ہونیکا دعوی کیا ہی پس بدون حجت تامہ کے اوسکا دعوی نہیں ثابت ہوسکتا اور طلاق جدا چیز ہو ولادت جدا چیز ہی یعنی باعتبار ذات کے طلاق کو اوس سے کچھ علاقہ نہیں تو ولادت مین اوسکی گواہی

حرمة اكله ولا يقبل في الرجوع بالثمن على البائع۔

مقبول ہونیسے نہیں لازم آتا کہ طلاق میں بھی مقبول ہو جسطرح ایک مسلمان گوشت خریدے اور پہر ایک مسلمان اسبات پر گواہی دے کہ یہ جانور مجوسی کے ہاتھ کا

۴۷۳، وان اقر بالحبل ثم علق طلاقها بالولادة فهي طالق من غير شهادة امرأة عند ابي حنيفة لان اقراره بالحبل اقرار بما يفضي اليه وهو الولادة وقالا لا تطلق الا بشهادة القابلة لانها مدعية الحنث ولا بد لها من حجة وهي شهادة امرأة۔

۴۷۳، اگر خاوند نے اول حمل کا اقرار کر لیا بعد ازان اوسکی طلاق کو ولادت کے ساتھہ معلق کیا تو امام صاحب رح کے نزدیک طلاق واقع ہو جائیگی اور کسی عورت کی ولادت پر گواہی دینے کی ضرورت نہیں ہے اسواسطے کہ خاوند کے حمل کے ساتھہ اقرار کرنا بعینہ ولادت کے ساتھہ جو حمل کا انجام ہے اقرار کرنا ہے اور صاحبین رح فرماتے ہیں بدون قابلہ کی شہادت کے اوسپر نہ طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ عورت خاوند پر قسم ٹوٹنے کا دعوی کرتی ہے جسکے لیے حجت کا ہونا لازمی ہے اور وہ ایک عورت

۴۷۴، واذا تزوجها فاتت به اي بالولد لاقل من ستة اشهر من وقت تزوجها لم يثبت نسبه منه او لستة اي ان ولدت لستة اشهر فصاعدا يثبت ان اعترف به الزوج بالولادة او سكت لان الفراش قائم۔

۴۷۴، اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور چہ مہینے سے کم مین اوسکے بچہ پیدا ہوا تو اوس خاوند سے بچے کا نسب ثابت نہو گا اور اگر چہ مہینے مین یا اوس سے زیادہ مین پیدا ہوا تو نسب ثابت ہو گا بشرطیکہ خاوند اوسکی ولادت کا اقرار کرے یا سکوت کرے اسواسطے کہ اوسکا فراش قائم اقرار کے ہے

۴۷۵، وان جحد الولادة حال قيام النكاح يثبت بواحدة اي الولادة بشهادة امرأة ويثبت النسب بفراش حتى لو نفاه الزوج يلاعن والله اعلم

۴۷۵، اگر حالت قیام نکاح مین خاوند نے ولادت کا انکار کیا تو ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہو جائیگی اور فراش کے موجود ہونیکی وجہ سے اوسکا نسب ثابت ہو جائیگا حتی کہ اگر خاوند نے اوسکا انکار کیا تو اوس سے لعان لیا جائیگا واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم۔

فصل في النفقة

فصل نفقہ کے بیان میں

۴۷۶، وتجب للمرأة مسلمة كانت او كافرة صحيحة كانت او مريضة على زوجها النفقة والكسوة لقوله تعالى وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن

۴۷۶، بیوی کے لیے خاوند پر خواہ بیوی مسلمان ہو یا کافرہ ہو تندرست ہو یا بیمار ہو نفقہ اور کپڑا دینا اوسکی حیثیت کے موافق واجب ہے لقولہ تعالی وعلی المولود لہ رزقہن وکسوتہن بالمعروف یعنی اور خاوند پر کھانا اون عورتونکا ہے اور لباس اونکا حسب دستور لقولہ تعالی اسکنوہن

بالمعروف والسکنی لقوله تعالی اسکنوهن من حیث سکنتم بتسلیم نفسها فی منزل زوجها قید به لانها لو لم تزف الی بیت زوجها لا تستحق النفقة وهو روایة عن ابی یوسف ومختار بعض المتاخرین لکن فی ظاهر الروایة یجب لها النفقة اذا لم یطالبها الزوج بالانتقال فانها سلمت نفسها الیه معنی لکن التقصیر وجد من جهة الزوج حیث ترک النقل فلا یوجب بطلان حقها فان طالبها به وامتنعت لاستیفاء مهرها فلها النفقة ایضا وان امتنعت بغیر حق فلا نفقة لها کذا فی الذخیرة وذکر فی الکافی الفتوی علی ظاهر الروایة

من حیث سکنتم یعنی جگہ دو عورتوں کو جہاں تم رہتے ہو۔ مگر خاوند پر یہ نفقہ وغیرہ اوس وقت واجب ہوتا ہے کہ خاوند کے گھر آ جائے اور اپنی جان کو اوسکے حوالہ کر دے اسلیے کہ اگر خاوند کے گھر ہنوز وہ نہیں آئی ہے تو اوسپر نفقہ واجب نہیں ہے اور یہی امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہے اور بعض متاخرین کے نزدیک یہی مختار ہے مگر ظاہر روایت کے موافق یہ ہے کہ اگر خود خاوند ہی اوسکو اپنے گھر نہ بلائے تو نفقہ واجب ہے اسواسطے کہ فی الحقیقت عورت نے تو اپنی جان کو اوسکے قبضہ میں دیدیا اور اب کوتاہی خاوند کیطرف سے ہے جو اوسکو نہیں بلاتا ہے اس سے عورت کا حق نہیں باطل ہو سکتا اور اگر عورت کو خاوند نے اپنے گھر بلانا چاہا اور اوس نے اپنا مہر لینے کے لیے آنے سے انکار کیا تب بھی اوسکا نفقہ واجب ہے اور اگر بلا حق شرعی وہ آنے سے انکار کرتی ہے تو اوسکا نفقہ واجب نہیں ہے۔ کذا فی الذخیرة اور کافی میں مذکور ہے کہ ظاہر روایت پر فتوی ہے

* * * * * * * * * *

(۴۷۷) علی قدر حاله لقوله تعالی لینفق ذو سعة من سعته فلو کان الزوج معسرا والمرأة موسرة فعلیه نفقة الاعسار لانه هو المخاطب باداء ما فی وسعه وهو مختار الکرخی وظاهر الروایة۔

(۴۷۷) یہ نفقہ وغیرہ خاوند کی حیثیت کے موافق واجب ہوتا ہے لقوله تعالی لینفق ذو سعة من سعته یعنی چاہیے کہ خرچ دیوے کشایش والا اپنی کشایش سے۔ پس اگر خاوند تنگدست اور عورت مالدار ہے تو خاوند پر تنگدستوں کا سا نفقہ واجب ہے اسلیے کہ اوسکو یہی حکم ہے کہ اپنی گنجایش کے موافق نفقہ دیوے اور یہی کرخی کے نزدیک مختار اور ظاہر روایت ہے

(۴۷۸) وقیل حالهما ای یجب علی قدر حالهما فی الیسار والاعسار وبه یفتی وهو مختار الخصاف والمذکور فی الهدایة وان کان احدهما موسرا والاخر معسرا فلها نفقة الوسط وهو ان یکون

(۴۷۸) بعض کہتے ہیں دونوں کا حال دیکھکر نفقہ واجب ہوتا ہے اور اسی پر فتوی ہے اور خصاف کے نزدیک یہی مختار ہے ہدایہ میں لکھا ہے دونوں میں سے اگر ایک آسودہ حال اور ایک محتاج ہے تو اوسط درجہ کا نفقہ واجب ہے یعنی تنگدستوں کے نفقہ سے تو زیادہ اور آسودہ

فوق نفقة الاعسار دون نفقة الايسار۔

حال لوگون کے نفقہ سے کم۔

* * * * * * * * *

(۷۴۹) ونقدر بالكفاية يعني النفقة واجبة بقدر كفايتها لقوله عم لامرأة ابي سفيان خذي من مال ابي سفيان مايكفيك وولدك بالمعروف اي بلا اسراف ولا تقتير وفي الحديث اشارة الى ان النفقة غير مقدرة لان الكفاية تختلف بحسب الزمان والطباع والرخص والغلاء فلا معنى لتقدير الشافعي من انها على الموسر مدان وعلى المعسر مد وعلى المتوسط مد ونصف۔

(۷۴۹) ہمارے نزدیک نفقہ کا اندازہ یہ ہو کہ عورت کے لیے کافی ہو جائے اسواسطے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی بیوی سے فرمایا ہو تو ابوسفیان کے مال مین سے اسقدر جو تجھکو اور تیری اولاد کو حسب دستور بس ہو لیلے نہ اسراف کے ساتھ اور نہ تکلیف کے ساتھ اور حدیث مین اسبات کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہو کہ نفقہ کا کچھ اندازہ نہین ہے اسواسطے کہ نفقہ کا کافی ہونا باعتبار زمانون اور طبیعتون اور گرانی اور ارزانی کے مختلف ہوتا رہتا ہے پھر امام شافعی رح کے اندازہ معین کرنیکے کیا معنی ہین کہ آسودہ حال پر تو ہر روز دو مد ہین اور محتاج پر ایک مد اور متوسط الحال پر ڈیڑھ مد۔

(۷۵۰) ويقبل قوله في اعساره عنها اي عن النفقة لانه منكر وتسمع بينتها على يساره لانها مدعية ويوجب ابو يوسف نفقة خادمين على الموسر لو وجبت ليقوم احدهما بامور داخل البيت والآخر بخارجه وعن ابي يوسف اذا كانت فائقة بنت فائق زفت الى زوجها مع خدم كثيرة استحقت نفقة الخدم كلها واكتفيا بواحدة اذ الواحد يقوم بامرهما والزيادة للزينة حتى ان الزوج لو قام بنفسه خدمتها لم يلزمه نفقة الخادم۔

(۷۵۰) خاوند کو نفقہ سے اپنی تنگدستی ثابت کرنی فقط کہدینا کافی ہوگا اسلئے کہ وہ منکر ہو اور اگر عورت اوسکو آسودہ حال ثابت کرنا چاہیگی تو اوسکو بینہ قائم کرنی ہوگی اور اوسکی بینہ معتبر ہوگی اسواسطے کہ وہ مدعیہ ہو اگر خاوند متمول ہو تو ابو یوسف رح کے نزدیک بیوی کے دو نوکرون کا بھی نفقہ دینا پڑیگا تاکہ ایک اندر کا کام کاج کرے اور ایک باہر کا اور امام ابو یوسف رح سے ایک روایت یہ بھی ہو کہ اگر وہ عورت متمول اور امیرزادی ہو اور بہت سے خدمتگار اپنے ساتھ خاوند کے گھر لائی ہو تو خاوند کو سبکا نفقہ دینا پڑیگا۔ اور امام صاحب رح اور امام محمد صاحب رح فرماتے ہین صرف ایک خادم کا نفقہ خاوند دیسکتا ہو اسواسطے کہ ایک خادم سب کام اندر باہر کے کر سکتا اور ایک سے زیادہ صرف فخر اور زینت کیلیے ہوتے ہین اگر خاوند اوسکا کام کر دیا کرے تو ایک خادم کا بھی نفقہ اوسکو نہ دینا پڑیگا۔

قيد بالموسر لانه لو كان معسرا لا يجب عليه نفقة خادمها في رواية عن ابي حنيفة۔

مشمول ہونگی اسواسطے قید لگائی ہے کہ اگر تنگدست ہو تو امام صاحبؒ سے موافق ایک روایت کے اُسپر خدمتگار کا نفقہ واجب نہیں ہے۔

۷۵۱ وفي الذخيرة هذا اذا كان لها خادم فان لم يكن لا يفرض على الزوج نفقة الخادم وهذا اذا كان الخادم مملوكا لغيرها وكان حرا فقيل يجب عليه وقيل لا

(۷۵۱) ذخیرہ میں مذکور ہی یہ جب ہے کہ جب عورت کے پاس کوئی خدمتگار ہو اور اگر خدمتگار نہیں ہو تو خاوند پر خدمتگار کا نفقہ دینا واجب نہیں ہو اور یہ بھی جب ہے کہ وہ مملوک کسی اور کا ہو اور اگر حر ہے تو اُسکے نفقہ میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک واجب ہے اور بعض کے نزدیک واجب نہیں ہے

۷۵۲ في المحيط لو امتنع خادمها عن الخدمة لا يجب على الزوج نفقته لانها انما يجب باداء الخدمة۔

(۷۵۲) محیط میں مذکور ہے اگر اُسکا خدمتگار خدمت نکرے تو خاوند پر نفقہ خدمتگار کا واجب نہیں ہے اسواسطے کہ نفقہ خدمت ادا کرنے سے واجب ہوتا ہی۔

۷۵۳ وفي نوازل ابي الليث ان كانت المرأة تقدر على الخدمة بنفسها تجبر عليها لان رسول الله صلعم جعل خدمة داخل البيت على المرأة وكذا قضى بين علي وفاطمة۔

(۷۵۳) نوازل ابی اللیث میں مذکور ہی کہ اگر عورت خود کام کاج کر سکتی ہے تو زبردستی کے ساتھ اُسکو کام کرنا پڑے گا۔ اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کے اندر کا کام دہندہ عورت کے اُوپر لازم کیا ہے اور ایسا ہی حضرت علی رضہ اور حضرت فاطمہ رضہ میں آپنے فیصلہ کیا ہے۔

۷۵۴ ان نشزت عن بيت زوجها فلا نفقة حتى تعود اليه لان النفقة جزاء الاحتباس في بيته فلا تستحقها بدونه واما اذا نشزت عن التمكين في بيت زوجها لا تسقط نفقتها لانه قادر على وطئها كرها۔

(۷۵۴) اگر خاوند کی بلا رضامندی اُسکے گھر سے چلی گئی۔ تو جبتک وہاں سے واپس نہ آسکے خاوند پر نفقہ واجب نہیں ہے اسواسطے کہ نفقہ گھر میں رکھنے کے بدلے میں ہوتا ہی پس بدون اسکے واجب نہ ہوگا۔ اور اگر خاوند کے گھر میں ہے مگر اپنے ساتھ صحبت نہیں کرنے دیتی تو اُس کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ اسواسطے کہ خاوند اُس سے زبردستی صحبت کر سکتا ہے۔

۷۵۵ ولا نفقة للصغيرة التي لا توطأ مثلها وان كانت في منزله لان المانع من جهتها۔

(۷۵۵) صغیرہ عورت کا جو صحبت کرنے کے قابل نہیں ہے خاوند پر نفقہ واجب نہیں ہے۔ اگرچہ وہ خاوند ہی کے گھر میں ہو اس واسطے کہ یہ مانع عورت ہی کی طرف سے ہے۔

(٧٥٦) فان قيل كان ينبغى ان لا تجب النفقة للزوجة الرتقاء والقرناء مع انها واجبة قلنا الرتقاء يقدر جماعها فيما دون الفرج من التفخيذ وغيره وكان الاحتباس بمنفعة مطلوبة من النكاح فتجب النفقة وكذلك المريضة فعلى هذا اذا كانت الصغيرة مشتهاة يمكن جماعها فيما دون الفرج فلها النفقة كذا فى الذخيرة۔

(٧٥٦) اگر کوئی اعتراض کرے کہ اسکی موافق اوس عورت کا نفقہ بھی واجب نہونا چاہئے جس کو رتق یا قرن کے بیماری ہو باوجودیکہ اوسکا نفقہ واجب ہوتا ہے۔ تو اوسکا یہ جواب ہے کہ ایسی عورت سے اگرچہ فرج مین جماع نہین کر سکتے مگر اوسکی ران وغیرہ مین صحبت کر سکتی ہین اور اوسکا گھر مین رکھنا ایک غرض کے ساتھ ہوگا جو اوسکی نکاح سے مقصود ہو لہذا نفقہ واجب ہوگا اور اسیطرح مریضہ کا حال ہو لہذا اگر وہ صغیرہ اتنی ہو کہ صحبت کی قابل تو نہین ہو مگر اوسکو خواہش ہوتی ہے اور سوای فرج کے اور جگہ اوس سے جماع کر سکتے ہین تو اوسکا نفقہ واجب ہو کذا فی الذخیرہ

(٧٥٧) ويجب اى النفقة الكبيرة فى مال الصغير لان التسليم وجد من جهتها والعجز قائم من جهته فصار كالعنين

(٧٥٧) اگر عورت جوان ہو اور خاوند صغیر سن بچہ ہے تو اوسکی مال مین عورت کا نفقہ واجب ہے اسواسطے کہ عورت کی طرف سے یہان کچھ قصور نہین ہے وہ تو اپنی جان کو اوسکے قبضہ مین دیچکی البتہ شوہر کی طرف سے ہے

(٧٥٨) ولا نفقة للمتوفى عنها اى المعتدة عن وفاة زوجها لان ملكه انقطع عن تركته ولا يمكن ايجاب النفقة فى ملك الورثة۔

(٧٥٨) متوفی عنہا زوجہا کے لئے حالت عدت کے اندر خاوند کے مال سے نفقہ واجب نہین ہو اسواسطے کہ اوسکے خاوند کا علاقہ ملکیت مرنیکے وجہ سے اپنی مال سے منقطع ہو گیا اور ورثہ کی مال مین اوسکا نفقہ واجب ہو نہین سکتا۔

(٧٥٩) وتوجبها للمبانة فى العدة كالرجعية كما وجب النفقة للمطلقة الرجعية اتفاقا۔

(٧٥٩) جس طرح مطلقہ رجعیہ کا نفقہ خاوند پر بالاتفاق واجب ہوتا ہے اسیطرح ہمارے نزدیک مطلقہ بائنہ کا نفقہ حالت عدت مین واجب ہے۔

(٧٦٠) وفى الذخيرة المعتدة اذا خرجت من بيت العدة سقط نفقتها فاذا عادت اليه عادت النفقة۔

(٧٦٠) ذخیرہ مین مذکور ہے اگر معتدہ عدت کی گھر مین سے دوسرے مکان مین رہنے لگی تو اوسکا نفقہ ساقط ہو جائیگا اور پھر جب وہان جائیگی پھر لازم ہو جائیگا۔

(٧٦١) وقال الشافعى لا نفقة للمبتوتة لما روى عن فاطمة بنت قيس انها قالت طلقنى زوجى ثلثا فلم يفرض لى

(٧٦١) امام شافعی رح کی نزدیک مطلقہ بائنہ کے لئے نفقہ واجب نہیں ہے اس واسطے کہ فاطمہ بنت قیس سے مروی ہے وہ کہتے ہین کہ میرے خاوند نے مجھکو تین طلاقین دیں تو رسول

رسول الله سكنى ولا نفقة۔

(٧٦٢) اقول مخالفته لنا ليس على الاطلاق لانها اذا كانت حاملا عنه فلها النفقة عنده لقوله تعالى وان كن اولات حمل فانفقوا عليهن حتى يضعن حملهن هكذا ذكر فی كتبه من غير نقل قول اخر عنه فلو قال و نوجبها للمبانة فی العدة كالرجعية لا للحامل فقط لكان اولى۔

(٧٦٣) ولنا ما روى عن عمر انه عم قال للمطلقة الثلث النفقة والسكنى مادامت فی العدة وما رواه عمر وجابر وعائشة رض۔

(٧٦٤) واذا تزوج عبد حرة باذن ای باذن مولاه تعلقت النفقة برقبته يباع فيها مرة بعد اخرى لان النفقة يتجدد وجودها فيكون فی حكم دين حادث فلو مات سقطت لفوات محل الاستيفاء۔

(٧٦٥) وقيل ان قتل العبد يجب النفقة فی قيمته والصحيح انه تسقطها ايضا لان القيمة انما تقام مقام الرقبة فی دين لا يسقط بالموت والنفقة صلة تبطل بالموت قبل القبض كذا قاله القدوری۔

(٧٦٦) وحر ای اذا تزوج حرامة فان

خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے نہ تو سکنی کا یعنی مکان رہنے کو دلوایا اور نہ نفقہ دلوایا۔

(٧٦٢) میں کہتا ہوں کہ امام شافعی رح ہر تقدیر پر ہماری مخالفت نہیں کرتے اسواسطے کہ اگر حاملہ ہو تو اونکے نزدیک بھی مطلقہ بائنہ کا نفقہ وضع حمل تک واجب ہے بقولہ تعالی وان کن اولات حمل فانفقوا علیہن حتی یضعن حملہن یعنے اور اگر وہ حمل والیاں ہوں تو اونکی وضع حمل تک ونپر خرچ کرو اسیطرح پر امام شافعی کی کتابوں میں مذکور ہے اور دوسرا قول اونکا نہیں اونسے منقول نہیں ہے پس اگر مصنف یہاں پر اسطرح سے بیان کرتا کہ مطلقہ رجعیہ کیطرح مطلقہ بائنہ کیلئے ہم نفقہ کو واجب کہتے ہیں نہ فقط حاملہ

(٧٦٣) ہماری دلیل حضرت عمر رضہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تین طلاق دی ہوئی کیلئے جبتک وہ عدت میں ہے نفقہ اور سکنی ہے اور یہ روایت جو نقل کی ہے حضرت عمر رضہ اور حضرت جابر رضہ اور حضرت عایشہ صدیقہ رضہ او سکو رد کیا ہے

(٧٦٤) اگر ایک غلام نے باذن اپنے مولے کے ایک حرہ عورت سے نکاح کر لیا تو بیوی کا نفقہ اوسکی گردن پر ہوگا اور بار بار اوسکی نفقہ میں فروخت ہوا کریگا اسلئے کہ نفقہ تو روز بروز نیا ہے پس اوسکا حکم ایسا ہے جیسے روز اوسکا اوپر نیا قرضہ ہوتا جاتا ہے اور غلام کے مرجانے سے ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ جس سے وصول کرتی وہی جاتا رہا۔

(٧٦٥) بعض کا قول ہے کہ اگر غلام کو کوئی قتل کر ڈالے تو اوسکی قیمت میں نفقہ واجب ہو جائیگا مگر صحیح یہ ہے کہ اوسمیں بھی ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ قیمت اوس قرضہ میں ذات کے قایمقام ہو جاتی ہے جو مرنے سے ساقط نہو اور نفقہ ایک قسم کا صلہ ہے جو قبل القبض خاوند کے مر جانے سے ساقط ہو جاتا ہے قدوری نے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

(٧٦٦) اگر ایک حر نے چھوکری سے نکاح کیا تو اگر اس چھوکری

بوأها منزلا ای ان خلی بینها وبینه في منزله ولا يستخدمها وجبت النفقة على الزوج حتى لو استخدمها المولى بعد التبوية سقطت النفقة۔

کے مولی نے چھوکری کو جدا مکان خاوند کے پاس رہنے کے لیے دے رکھا ہے اور اُس سے خدمت نہیں لیتا ہے تب تو خاوند پر نفقہ واجب ہے حتیٰ کہ اگر شب باشی کے بعد بھی مولی اُس سے خدمت لیتا ہے تب بھی خاوند کے ذمے سے اُس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

۷۶۷ اعلم ان قید الحر اتفاقي لان العبد والمكاتب والمدبر كالحر في هذا الحكم والمدبرة وام الولد كالأمة كذا في المحيط۔

(۷۶۷) جاننا چاہیے کہ حر کی قید اتفاقی ہے اس واسطے کہ اس حکم کے اندر اگر خاوند عبد یا مکاتب یا مدبر ہے تو اُسکا بھی حکم یہی ہے اور ایسے ہی مدبرہ اور ام ولد کا حال چھوکری کا سا ہے۔ کذا فی المحیط

۷۶۸ والا فلا ای ان لم یبوءها فلا نفقة لها وان بوءها بعد الطلاق منعنا الوجوب ای وجوب النفقة وقال زفر لها نفقة العدة لانها صارت محبوسة بحقه فتستحق النفقة ولنا انها لم تستحقها عند الطلاق فلا تستحقها بالاحتباس بعد ذلك۔

(۷۶۸) اگر مالک نے چھوکری مذکورہ کے لیے مکان جدا نہیں کر دیا ہے تو خاوند پر نفقہ واجب نہیں ہے۔ اور اگر طلاق کے بعد اُسکو جدا مکان دے دیا تو ہمارے نزدیک نفقہ نہ واجب ہوگا اور امام زفر فرماتے ہیں خاوند کو نفقہ حالتِ عدت کا اس وقت میں دینا پڑیگا اسلیے کہ اُسکی حق کی وجہ سے عدت میں بیٹھے گی لہٰذا نفقہ کی مستحق ہوگی ہماری دلیل یہ ہے کہ جب طلاق کے وقت نفقہ کی وہ مستحق نہ تھی تو اب عدت میں بیٹھنے سے بھی نہیں مستحق ہو سکتی۔

۷۶۹ وتسقط النفقة عن الزوج بكل فرقة جاءت منها اى من المرأة بمعصية كالردة۔

(۷۶۹) خاوند بیوی میں اگر عورت کی طرف سے معصیت کرنے کی وجہ سے تفریق ہوئی ہو مثلاً مرتدہ ہو جانے کی وجہ سے تو اُسکا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

۷۷۰ قیدنا السقوط بالنفقة لان السكنى واجبة لها باى فرقة كانت لان القرار في البيت لا يسقط عنها بالمعصية حتى لو خالعها على ان السكنى لها عليه ولا نفقة تسقط النفقة دون السكنى لانه حق الشرع كذا في المحيط وقيد بقوله منها لان الفرقة بمعصية لو صدرت من قبل الزوج فلها

(۷۷۰) نفقہ کے ساقط ہونے کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ رہنے کا مکان اُسکو بہرصورت دینا پڑیگا کسی طرح سے فرقت ہوا سواسطے کہ معصیت کیوجہ سے قرار فی البیت اُس کے ذمے سے نہیں ساقط ہو سکتا حتیٰ کہ اگر ایک عورت نے اس شرط پر اپنے خاوند سے خلع کیا ہے کہ تیرے اوپر میرا نفقہ نہ ہو سکنی ہے تو نفقہ ساقط ہو جائیگا مگر رہنے کے لیے جگہ خاوند کو دینی پڑیگی اسلیے کہ یہ حق شرعی ہے۔ اور یہ قید کہ وہ معصیت عورت کی طرف سے ہو اسواسطے لگائی ہے کہ اگر فرقت خاوند سے معصیت

النفقة ان كانت من خلاف مباقيد بالمعصية لان الفرقة لو حصلت بما وهي كخيار العتق والبلوغ والتفريق بعدم الكفاءة لا تسقط نفقتها لانها حبست نفسها بحق فصارت كما لو حبست لاستيفاء المهر

اسکو نفقہ دینا پڑیگا اور معصیت کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر بدون معصیت کے عورت کی طرف سے تفریق ہوئی ہو جیسے خیار عتق یا خیار بلوغ یا عدم کفوت کی وجہ سے تو عورت کا نفقہ ساقط نہوگا اسواسطے کہ اسنے بحق شرعی اپنی جان کو حبس کر لیا ہے جیسے مہر وصول کرنیکے لئے خاوند کے گھر آنے سے انکار کرے تو اُس

۱ ــ ولو بعد الطلاق اى ولو كانت ارتدادها بعد كونها مطلقة ثلثا تسقط نفقتها ايضا

(۱ ــ) اگر بعد طلاق پانے کے بعد وہ مرتد ہوگئی تو بھی اُس کا نفقہ ساقط ہوجائیگا۔

۲ ــ اعلم ان سقوطها ليس لعين الردة بل لانها تخرج من بيته للحبس حتى لو لم تحبس فلها النفقة ثم لو اسلمت المعتدة المرتدة بعد ما حبست يعود النفقة ثم لو اسلمت المنكوحة بعد ما حبست لا تعود والفرق ان الفرقة في المنكوحة وقعت من قبلها وفي المعتدة لم يقع من قبلها بل وقعت بالطلاق ولكن النفقة سقطت بالحبس واذا زال المانع عادت۔

(۲ ــ) جاننا چاہیے کہ نفقہ کا ساقط ہونا اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ مرتد ہوگئی ہے بلکہ اسواسطے ہے کہ مرتد ہوجانیکی وجہ سے قید کرنے کے لئے اسکو خاوند کے مکان سے نکال لیا جاویگا حتی کہ اگر اسکو مکان سے نہ نکالا تو نفقہ واجب ہوگا پھر اگر قید کرنے کے بعد وہ معتدہ مرتدہ مسلمان ہوگئی تو پھر اسکا نفقہ واجب ہوجائیگا اور اگر منکوحہ عورت مرتد ہوگئی اور قید کے بعد مسلمان ہوگئی تو اسکا نفقہ واجب نہ ہوگا اور دونوں میں یہ فرق ہے کہ منکوحہ جو مرتد ہوئی ہے تو فرقت اسی کی طرف سے پائی گئی ہے اور معتدہ کی فرقت اسکی طرف سے نہیں ہوئی بلکہ طلاق سے ہوئی ہے اور اسکے بعد مرتد ہوئی ہے لیکن قید کی وجہ سے اسکا نفقہ ساقط ہوگیا تھا جب مانع جاتا رہا تو نفقہ پھر واجب ہوجائیگا۔

۳ ــ وتقبيل ابن زوجها في الملك يعني لو كانت معتدة عن طلاق وقبلت ابن زوجها فلا نفقة لها قوله في الملك يفيد ان هذا الحكم في المعتدة عن رجعي لان ملك النكاح باق والفرقة من قبلها ولهذا لو قبلها ابن الزوج مكرهة يقع الفرقة ولا تسقط النفقة۔

(۳ ــ) اگر ملک نکاح کے اندر حالت عدت میں عورت نے اپنے خاوند کے بیٹے کا شہوت سے بوسہ لیلیا تو اسکا نفقہ ساقط ہوجائیگا ملک کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق رجعی مراد ہے اسواسطے کہ وہاں پہلا نکاح باقی رہتا ہے اسلیے بوسہ لینے کی وجہ سے فرقت عورت ہی کی طرف سے پائی گئی۔ والہذا اگر خاوند کے بیٹے نے زبردستی اُس کا بوسہ لیلیا تو فرقت واقع ہوجائیگی اور نفقہ نہ ساقط ہوگا۔

۴ ــ ولو كانت معتدة عن بائن فقبلت ابن زوجها فلها النفقة لان الفرقة وقعت بالطلاق والثاني

(۴ ــ) اور اگر مطلقہ بائنہ نے حالت عدت میں خاوند کے بیٹے کا شہوت سے بوسہ لیا تو نفقہ ساقط نہ ہوگا اسواسطے کہ فرقت طلاق کی وجہ سے واقع ہوگئی۔ اور اس فعل کو فرقت

لفعلها فيها۔

مین کچھ دخل نہین ہے۔

(٧٧٥) وفي المنتقى والخانية لو قبلها وقال لم يكن ذلك عن الشهوة صدق الا ان يكون مع انتشار الالة

(٧٧٥) منتقی اور خانیہ مین مذکور ہی اگر ایک شخص کے بیٹے نے اُسکی بیوی کا بوسہ لیلیا اور خاوند نے کہا کہ یہ بوسہ شہوت سے نہین لیا ہی تو اُسکا قول معتبر ہوگا مگر جسوقت مین بوسہ لیتے وقت اُسکو تندی ہوئی ہو۔

(٧٧٦) وفي الامالي لو قبلت ابن زوجها وقالت كان عن شهوة ان كذبها الزوج لا يفرق۔

(٧٧٦) امالی مین مذکور ہے اگر اپنے خاوند کے بیٹے کا ایک عورت نے بوسہ لیا اور کہا کہ مین نے شہوت سے لیا ہی اور خاوند نے اُسکی

(٧٧٧) وحبسها اي تسقط النفقة اذا حبست في دين كان عليها لان الاحتباس وقع من جهتها وهي مما طلتها دينها

(٧٧٧) اگر عورت پر کسیکا قرضہ تھا اور اُسمین وہ قید کر لیگئی تو خاوند سے اُسکا نفقہ ساقط ہوجائیگا اسواسطے کہ اپنے ہی قرضہ مین وہ قید ہوئی ہی اور گویا وہ خود خاوند کے گھر سے نکل گئی ہی۔

(٧٧٨) ويأخذ غاصب اي اذا اخذها غاصب فذهب بها كرها تسقط نفقتها لان فوت الاحتباس لم يكن من جهته ليجعل الاحتباس باقيا حكما وان لم يفت من جهتها ايضًا۔

(٧٧٨) اگر کوئی شخص زبردستی کسی کی بیوی کو چھین کر لیجائے تو خاوند سے اوسکا نفقہ ساقط ہوجائیگا اسلیے کہ گھر سے نکالدینا خاوند کیطرف سے نہین پایا گیا ہی تاکہ حکمًا اوسکو باقی سمجھین اگرچہ عورت بھی خود نہین نکل گئی ہے۔

(٧٧٩) وحجها بمحرم لا زوج مسقط اي اذا حجت مع محرمها ولم يكن زوجها معها فلا نفقة لها عند ابي حنيفة وبخالفه اي قال ابو يوسف لها نفقة الحضر دون السفر۔

(٧٧٩) امام صاحب رح کے نزدیک اگر ایک شخص کی بیوی اپنے کسی محرم کے ساتھ بلا خاوند کے حج کو جائے تو خاوند پر اُسکا نفقہ نہین ہے بخلاف امام ابو یوسف رح کی کہ اونکے نزدیک سفر کا نفقہ تو خاوند کو دینا نہ پڑیگا مگر جو حالت حضر مین نفقہ ہوتا ہوگا اوسکے حساب سے دینا پڑیگا۔

(٧٨٠) وفي الذخيرة هذا اذا حجت بعد تسليم نفسها لانها لو حجت قبله فلا نفقة لها اتفاقا

(٧٨٠) ذخیرہ مین مذکور ہی یہ جب ہی کہ خاوند کا اپنے اوپر قبضہ کرا دے اور پھر حج کو جائے اور اگر ابھی تک خاوند کا قبضہ نہین ہوا تھا تو بالاتفاق اُسکا نفقہ لازم نہین ہی۔

(٧٨١) قيد بقوله لا زوج لان زوجها لو كان معها في السفر لم تسقط نفقتها اتفاقا۔

(٧٨١) یہ قید کہ خاوند اُسکے ساتھ حج مین نہو اسواسطے لگائی ہی کہ اگر خاوند بھی اُسکے ساتھ ہوگا تو بالاتفاق اُسکا نفقہ ساقط نہوگا۔

(۷۸۲) لابی یوسف انها مشغولة باداء الفرض فلایکون ناشزة و لهما ان احتباسها علیه فات من جهتها فتسقط نفقتها۔

(۷۸۲) امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہی کہ وہ ادائے قرض مین مشغول ہی اور ناشزہ یعنے نافرمان نہین ہی۔ اور امام صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ عورت کی طرف سے ہی خاوند کے گھر سے نکل جانا پایا گیا لہذا اُسکا نفقہ ساقط ہوجائیگا۔

(۷۸۳) ولو مرضت فی منزله ای فی منزل الزوج لم تسقط نفقتها لان الاحتباس المفضی الی بعض المقاصد قائم وهو استیناسها وحفظها منزله وغیر ذلك والمانع من الاستمتاع عارض فاشبه الحیض۔

(۷۸۳) اگر خاوند کے گھر عورت مریض ہوگئی تو اُسکا نفقہ نہ ساقط ہوگا اسواسطے کہ بعض مقاصد اُسکے گھر مین رہنے ہی سے حاصل ہوجاتے ہین جیسے اُسکے ساتھ دل کا لگا رہنا اور گھر کی حفاظت کرنا وغیرہ وغیرہ اور باقی رہا صحبت کا کرنا تو ایک عارضی چیز اُسکے مانع ہوگئی ہے جیسے حیض مانع ہوجایا کرتا ہی۔

(۷۸۴) وفی قوله مرضت فی منزله اشارة الی انها لو کانت مریضة فی منزلها فلا نفقة لها لكن ذكر فی الذخیرة ان مرضت فی منزلها فلها النفقة لانها غیر مانعة نفسها من الزوج بغیر حق

(۷۸۴) مصنف رح کی اس قول مین کہ خاوند کی گھر مریض ہوجائے اسبات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہی کہ اگر اپنے گھر جاکر مریض ہوجائے تو اُسکا نفقہ نہین ہی مگر ذخیرہ مین مذکور ہی کہ اگر اپنے گھر بھی مریض ہوجائے تو بھی اُسکا نفقہ لازم ہوتا ہی اسواسطے کہ اُسکی طرف سے بلا حق خاوند کیلئے ممانعت نہین پائی جاتی۔

(۷۸۵) واذا قضی القاضی علی الزوج بنفقة الاعسار ثم ایسر فخاصمته تمم ای قضی لها نفقة الیسار وبالعكس ای لو كان قضی لها نفقة الیسار ثم اعسر زوجها فنفقة المعسر یعنی یقضی لها نفقة المعسر لان القضاء بالنفقة كان باعتبار حاله فیتبدل بتبدله

(۷۸۵) اگر قاضی نے خاوند تنگدستی کے موافق نفقہ کا حکم دیدیا اور اسکے بعد وہ آسودہ حال ہوگیا اور عورت نے اُس سے مخاصمت کی تو قاضی کو اب اُسکی آسودگی کے موافق نفقہ کا حکم دیدینا چاہیے اور اگر اس کے عکس ہی کہ اوّلا اُس نے آسودگی کے موافق نفقہ کا حکم دیا تھا اور بعد ازاں وہ تنگدست ہوگیا تو اب قاضی کو تنگدستی کے موافق نفقہ کا حکم دینا چاہیے اسواسطے کہ نفقہ کا حکم دینا اُسکے حال کے اعتبار سے ہی پس اُسکے حال کے بدلنے سے نفقہ کا حکم بھی بدل جائیگا۔

(۷۸۶) وتسقطها ای نفقة الزوجة عن الماضی ای عن زمان لم ینفق فیه علیها الا لفرض ای الا ان یکون القاضی

(۷۸۶) گذشتہ زمانہ مین جو خاوند نے عورت کو نفقہ نہین دیا ہی اب وہ ہمارے نزدیک ساقط ہوجائیگا مگر جس صورت مین قاضی نے اُس زمانہ مین نفقہ کا حکم دیدیا ہو اور قاضی کے حکم کے بعد اُس نے

فرض لها النفقة او صالحها اي يكون الزوجان تصالحا عن النفقة الماضية على مقدار معلوم فلا تسقط فيلزمه ما قضى القاضي بالمفروض وبما صالحا عليه وقال الشافعي لا تسقط۔

نفقہ نہ دیا ہو تو اب دینا پڑیگا یا خاوند بیوی نے گذشتہ زمانہ کے نفقہ سے کچھ خاص مقدار پر فیصلہ کر لیا ہو تو اب ساقط نہ ہوگا بلکہ خاوند کو وہ ادا کرنا پڑیگا اور جو قاضی نے پہلے اسکو حکم دیا تھا یا جس پر خاوند بیوی نے فیصلہ کر لیا تھا اتنا ہی قاضی اسکے ذمہ پر وہ لازم کردیگا اور امام شافعیؒ :

٨٧ قيدنا بنفقة الزوجة لان نفقة القريب اذا لم يفرضه القاضي تسقط بمضي المدة اتفاقا۔

(٨٧) زوجہ کے نفقہ کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ قرابت دار کا نفقہ اگر قاضی اسکے ذمہ نہ مقرر کرے تو مدت کے گزرنے سے بالاتفاق ساقط ہوجاتا ہے۔

٨٨ له ان النفقة بدل عن احتباسه اياها فيكون دينا عليه بلا قضاء كالاجرة ولنا ان هذه صلة تجب بقدر الكفاية عند الاحتباس كرزق القاضي في بيت المال والصلة انما تملك بالتسليم حقيقة او بتاكد بالقضاء والرضاء۔

(٨٨) امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ نفقہ اسکے گھر میں رکھنے کے سبب سے واجب ہوتا ہے لہذا بدون حکم قاضی کے بھی خاوند کے ذمے وہ دین ہے جس طرح اجرت ہوتی ہے اور ہماری یہ دلیل ہے کہ نفقہ ایک طرح کا صلہ ہے جو بقدر کفایت عورت کے گھر میں رکھنے سے خاوند پر واجب ہوتا ہے جس طرح بیت المال میں قاضی کے لیے نفقہ بقدر کفایت مقرر ہوتا ہے اور صلہ کے اوپر حقیقۃ قبضہ کرنے سے ملکیت

٨٩ وبموت احدهما بعد القضاء يعني اذا قضى القاضي على الزوج بنفقة ومضى عليه مدة فمات او ماتت هي تسقط النفقة عندنا وقال الشافعي لا تسقط وكذا الخلاف فيما اصطلحا عليه۔

(٨٩) اگر قاضی نے شوہر پر نفقہ کا حکم دیدیا اور ایک مدت گزر گئی اور شوہر نے اسکو نفقہ نہیں دیا اور ان دونوں میں سے کوئی اس کے بعد مرگیا تو ہمارے نزدیک نفقہ ساقط ہوجائیگا اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں ساقط نہ ہوگا اسی طرح اس میں اختلاف ہے کہ کچھ مقدار پر صلح کریں اور پھر ایک مرجائے۔

٩٠ له انها دين عليه فلا تسقط كسائر الديون ولنا انها صلة وهي وان تاكدت بالقضاء لكن لم يتم بدون قبضها فحكمنا ببقائها حالة الحيوة نظرا الى تاكدها وحكمنا بسقوطها نظرا الى عدم تمامها

(٩٠) امام شافعی رحمہ اللہ کی یہ دلیل ہے کہ وہ خاوند کے اوپر دین ہے پس جس طرح اور دیون مرنے کے بعد نہیں ساقط ہوتے یہ بھی نہ ساقط ہوگا۔ اور ہماری یہ دلیل ہے کہ وہ ایک طرح کا صلہ ہے اگرچہ قاضی کے حکم سے اسکو ایک طرح کا استحکام ہوگیا ہے مگر چونکہ قبضہ نہیں پایا گیا اس لیے وہ ناتمام ہے لہذا حالت حیات میں تو ہم نے استحکام کا لحاظ کرکے نفقہ کو باقی رکھا۔

اعما لا بالدليلين ـ

(٧٩١) اعلم ان هذا الحكم فيما اذا فرض القاضي النفقة ولم يأمرها بالاستدانة اما لو امرها بالاستدانة عليه لا تسقط النفقة بموت احدهما هذا هو الصحيح لان للقاضي ولاية عامة واستدانتها عليه بامر القاضي كاستدانة الزوج فلا تسقط بالموت كذا في النهاية ـ

(٧٩٢) ولو عجل نفقة سنة ثم مات اجاز الاسترجاع بحسابه اى قال محمد يجب لها نفقة ما مضى الى وقت الموت سواء كانت النفقة قائمة او مستهلكة ياخذ الورثة ما بقي منها وقالا لا يسترجع منها بشئ ولو كانت هالكة من غير استهلاكها لا يسترد اتفاقا ـ

(٧٩٣) ولو عجل نفقة لاجنبية ليتزوجها فماتت قبل ان يتزوجها فلا يسترد اتفاقا من الحقائق وعلى هذا الخلاف الكسوة

(٧٩٤) له ان نفقتها كانت عوضا عن احتباسها فيبطل العوض بقدر ما فات المعوض ولهما انها كانت صلة فاتصل بها قبضها فصارت كالهبة المقبوضة ولا يرجع فيها بعد الموت ـ

(٧٩٥) واذا اتت المبانة بولد لاكثر

اور مرنے کے بعد اوسکے ناتمام ہونیکا لحاظ کرکے ساقط ہوجانیکا حکم دیدیا

(٧٩١) جاننا چاہیے کہ یہ حکم اوسوقت ہی کہ قاضی خاوند کے اوپر نفقہ کا حکم کردے مگر عورت کو یہ حکم نہ دے کہ قرض لیلیکر خاوند کیطرف سے اپنا نفقہ کیا کرے اور اگر قاضی نے عورت کو قرض لینے کا حکم کردیا ہی تو دونوں میں سے ایک کے مرنے سے نفقہ نہ ساقط ہوگا و ہذا ہو الصحیح اسلیے کہ قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہی اور بحکم قاضی خاوند کے طرف سے عورت کا قرض لینا ایسا ہی ہی جیسا خود خاوند کا قرض لینا لہذا مرجانے سے نہ ساقط ہوگا ـ کذا فی النہایۃ ـ

(٧٩٢) اگر خاوند نے ایک سال کا پیشگی اوسکو نفقہ دیدیا بعد ازان مرگیا تو امام محمد رح صاحب کے نزدیک حساب کرکے جسقدر زیادہ ہوگا اوسکے ذمہ نکلیگا واپس لیلیا جائیگا یعنے موت کی وقت تک کا نفقہ تو اوسکے لیے واجب ہوگا اور باقی جو نکلیگا اوسکو ورثہ واپس لیلیں گے خواہ وہ نفقہ موجود ہو یا عورت نے اوسکو ضائع کردیا ہو اور صاحبین رح فرماتے ہیں کہ اوس سے کچھ واپس لیا جائیگا اور اگر خود وہ بدون عورت کے ضائع کیے ضائع ہوگیا ہی تو بالاتفاق اوس سے کچھ نہ لیا جائیگا ـ

(٧٩٣) اگر ایک اجنبی عورت کو اوسکے ساتھہ نکاح کے قصد سے کچھ پیشگی نفقہ دیدیا اور نکاح کرنے سے قبل وہ عورت مرگئی تو بالاتفاق یہ شخص اوس نفقہ کو واپس لیسکتا ہی من الحقائق یہی اختلاف کپڑے کے اندر ہی ـ

(٧٩٤) امام محمد رح کی یہ دلیل ہی کہ نفقہ عورت کے گھر میں رکنے کے بدلے میں تھا پس جسقدر معوض جاتا رہا ہی عوض بھی جاتا رہیگا اور امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہی کہ وہ صلہ تھا اور جب اوسکے ساتھہ قبضہ کا اتصال ہوا تو اوسکا حال ہبہ مقبوضہ کا سا ہوگیا اور ہبہ میں قبضہ کر لینے کے بعد رجوع بعد الموت درست نہیں ہی ـ

(٧٩٥) اگر مطلقہ بائنہ سے اپنی عدت کا گذرنا نہیں بیان کیا

من سنتين ولم تقر بانقضاء عدتها وقد استوفت النفقة اى اخذت نفقة العدة فى هذه المدة يفتى ابو يوسف بعدم الرد عن ستة اشهر اى بان لا يرد المبانة عليه شيئاً وقالا يرد عليه نفقة ستة اشهر

اور وقت طلاق سے دو سال سے زیادہ مدت مین اوسکے بچہ پیدا ہوا اور اس مدت تک عدت کا نفقہ لیتی رہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسکو کچھ واپس کرنا نہ پڑیگا اور امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے نزدیک چھہ مہینے کا نفقہ اوسکو واپس دینا پڑیگا۔

(۹۶) له انها معتدة به ظاهرا ما لم تقر بانقضاء عدتها وحملها ان كان من زنا لا تبطل نفقتها وان كان من تزوجها بزوج اخر تبطل لان تزوجها كاقرارها بالانقضاء فلا يرد الماخوذ بالشك ولهما ان حملها يحمل على التزوج لا على الزنا حملا لحالها على الاحسن فترد

(۹۶) امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہی کہ بظاہر وہ خاوند کی عدت مین ہی جبتک اپنی عدت کا گذر جانا بیان نکر دے اب لیہ اوسکا حمل اگر زنا سے ہے تب تو اوسکا نفقہ باطل نہونا چاہیے اور اگر دوسرے خاوند کے ساتھ نکاح سے ہی تو باطل ہوجانا چاہیے اسلوسطے کہ اوسکا نکاح کرنا گویا انقضاء عدت کا اقرار کرنا ہی تو جو چیز شک کے ساتھ لیگئی ہی وہ اب واپس نہین ہوسکتی۔ اور امام صاحب رح اور امام محمد رح کی دلیل ہی کہ اوسکا یہ حمل نکاح ثانی سے ہی سمجھین گے نہ زنا سے اور اوس کے حال کو نیکی پر محمول کرینگے اور اوس سے واپس نہ لینگے۔

(۹۷) ولا نفرق بالاعسار اى بعجزه عن نفقتها بل تؤمر اى الزوجة بالاستدانة اى بان يشترى طعاما بالدين فتحيل عليه اى الزوجة على الزوج بذلك الدين او يرجع به على تركته ان مات

(۹۷) ہمارے نزدیک اگر خاوند اسقدر تنگدست ہو کہ وہ اوسکا نفقہ نہ دیسکے تو اون دونون مین تفریق نہ کردیجائیگی بلکہ اوس عورت کو حکم دیاجائیگا کہ قرض لیکر اپنے کھانے پینے کا خرچ چلاسئے یا تو اس قرض کا حوالہ خاوند پر کردیگی یا اگر خاوند مرجائیگا تو اوس کے ترکہ سے لیلیا جائیگا۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

(۹۸) وفى شرح المختار اذا كان زوج المعسرة معسرا ولها ابن موسر من غيره او اخ موسر يؤمر الابن او الاخ بالانفاق عليها ويرجع به على الزوج اذا ايسر ويحبس كل منهما اذا امتنع فتنبين

(۹۸) شرح المختار مین مذکور ہی اگر تنگدست عورت کا خاوند بھی تنگدست ہے اور اوس عورت کا دوسرے خاوند سے ایک بیٹا آسودہ حال ہی یا اوسکا بھائی آسودہ حال ہی تو اوس بیٹے یا بھائی کو حکم دیا جائیگا کہ اوسکو کھانے پینے کو دیوے اور یہ بیٹا یا بھائی جب خاوند آسودہ حال ہوجائیگا تو اوس سے وصول کرلیگا اور اگر یہ بیٹا یا بھائی اوسکو نہ دیگا تو قید کرلیا جائیگا۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوئی

بهذا ان الادانة لنفقتها تجب على من كان تجب عليه نفقتها لولا الزوج لكن اينفق على الاولاد الصغار لمعسر من كان تجب عليه نفقتهم لولا الاب ثم يرجع به على الاب اذا ايسر بخلاف نفقة اولاده الكبار حيث لا يرجع بعد اليسار لانها لا يجب مع الاعسار فكان كالميت كذا فى التبيين۔

کہ خاوند کے نہو تے جن لوگون پر اوسکا نفقہ واجب ہوتا اپ ان لوگون ہی کو اس عورت کو قرض دینا واجب ہی اسیطرح جو شخص تنگدست ہی اور اوسکے چھوٹے بچون کی کہانے پینے کو ان لوگون پر دینا واجب ہی جن پر باپ کے نہونے کی صورت مین اس اولاد کا نفقہ واجب ہوتا اور پھر باپ کے آسودہ حال ہوجانے کے بعد جسقدر انہون نے خرچ کیا ہوگا اوس سے وصول کر لینگے بخلاف بڑی اولاد کے کہ باپ کی تنگدستی کی حالتمین اگر کوئی قریب اونکو نفقہ دے تو باپ کے آسودہ ہو جانیکے بعد اوس سے وصول نہ کرسکیگا اسواسطے کہ اونکا نفقہ باپ پر ہی

(۷۹۹) قيد بالامر لانها لو استدانت بغير امر القاضى ليس لها الاحالة ولا الرجوع۔

(۷۹۹) یہ قید کہ قاضی قرض لینے کا حکم کرے اسواسطے لگائی ہی کہ اگر بلا حکم قاضی اوس نے قرض لیا تو وہ خاوند کے حوالہ سے نہ قرض لیسکتی ہی اور نہ وہ قرض خاوند کو ادا کرنا پڑیگا۔

(۸۰۰) وقال الشافعى يفرق ان طلبته

(۸۰۰) امام شافعی رح فرماتے ہین اگر خاوند بیوی کا نفقہ نہ دیسکیگا اور عورت تفریق چاہیگی تو اونکی باہمی تفریق کردیجائیگی ۔

(۸۰۱) قيدنا بالعجز عن النفقة لانه ان عجز عن المهر لا يفرق اتفاقا۔

(۸۰۱) نفقہ سے عاجز ہونیکی اسواسطے قید لگائی ہی کہ اگر مہر کے دینے سے خاوند عاجز ہی تو بالاتفاق اونمین تفریق نہ کیجائیگی ۔

(۸۰۲) له انه عجز عن امساكها بالمعروف فينوب القاضى منابه فى التسريح باحسان ولنا ان فى التفريق ابطالا لحق الزوج بالكلية وفى الاستدانة رعاية للحقين فيصار اليها لا الى التفريق۔

(۸۰۲) امام شافعی رح کی دلیل یہ ہی کہ جب خاوند حسب دستور اوسکو اپنے پاس رکھنے سے عاجز ہی تو اچھی طرح سے اوسکو جدا کردینا اوسپر لازم ہوا اسلئے قاضی اوسکا قائمقام ہوجائیگا اور ہماری یہ دلیل ہی کہ تفریق کر دینے مین بالکل حق زوجیت کا باطل کردینا ہی اور قرض لینے کے حکم دینے مین دونوں کے حقوق کی رعایت پائی جاتی ہی لہذا تفریق نہ کیجائیگی بلکہ قرض لینے کا اوسکو حکم دیا جائیگا۔

(۸۰۳) قال صدر الشريعة علماؤنا استحسنوا ان ينصب القاضى نائبا شافعى المذهب يفرق بينهما لان دفع الحاجة الدائمة لايتيسر بالاستدانة ولا يوجد من يقرضها وغنى الزوج امر

(۸۰۳) صدر الشریعہ نے بیان کیا ہی کہ ہمارے علما نے یہ بات پسند کی ہی کہ قاضی ایک شافعی المذہب کو اپنا نائب مقرر کردے تاکہ وہ دونون مین تفریق کردے اسلئے کہ ہمیشہ کیلئے قرض لے لے کر کام چلانا بہت دشوار ہے اور کوئی اوسکو قرض دینے والا بھی نہین اور خاوند کا آسودہ

متوهم فالتفريق صار ضرورياً اذا طلبته۔

حال ہونا ایک خیالی بات ہے لہذا تفریق ضروری ہے بشرطیکہ عورت بھی چاہے۔

(۸۰۴) هذا اذا كان الزوج حاضراً وان كان غائباً لا يفرق لان عجزه غير معروف حال غيبته وان قضى بالتفريق لا ينفذ قضائه لانه ليس في مجتهد فيه لما ذكرنا ان العجز لم يثبت كذا في النهاية۔

(۸۰۴) یہ اوسوقت ہے کہ خاوند وہان موجود ہو اور اگر غائب ہے تو تفریق بالاتفاق نہوگی اسواسطے کہ اوسکی غیبت مین معلوم نہیں ہوسکتا کہ وہ نفقہ سے عاجز ہے اور اگر قاضی نے اس وقت مین تفریق کا حکم بھی دیدیا تو نافذ نہوگا اسلیے کہ مجتہد فیہ کے اندر یہ حکم نہین ہے اسواسطے کہ خاوند کا عاجز ہونا ثابت ہی نہین ہے۔ کذا فی النہایہ۔

(۸۰۵) واذا كان للغائب مال مودع او مضاربة او دين وعلم القاضي به اى بالمال وبالنكاح او اعترف بهما اى بالمال والنكاح من هو اى المال في يده يفرض فيه القاضي نفقة زوجته وولده الصغير ووالديه اذا كان من جنس حقهم۔

(۸۰۵) اگر ایک شخص غائب کا مال کسی کی سپردگی میں ہے یا شرکت مضاربت کے لیے اوسکا مال کسی کے پاس ہے یا کسی پر قرضہ ہے اور قاضی کو اوس مال و نکاح کا دونون کا علم ہے یا جس شخص کے پاس یہ مال ہے وہ شخص مال کا اور نیز نکاح کا اقرار کرتا ہے تو قاضی کو چاہیے کہ اوس مال مین اوس شخص کی بیوی اور چھوٹی اولاد اور ماں باپ کا نفقہ مقرر کردے بشرطیکہ وہ مال اسی قسم کا ہو جس کی اونکو حاجت ہے۔

(۸۰۶) اما الفرض اذا علم القاضي فلان علمه حجة يجوز له القضاء به في محل ولايته واما اذا اعترفوا بالمال والنكاح فلانهم اقروا بان لها حق الاخذ مما في ايديهم واقرار صاحب اليد مقبول في حق نفسه فيقع القضاء عليهم اولاً ثم يسرى الى الغائب۔

(۸۰۶) اس نفقہ کے مقرر کرنے مین قاضی کے علم کی ضرورت اسواسطے ہے کہ قاضی کا علم ایک قسم کی حجت ہے قاضی اپنے علم سے اپنی محل ولایت مین حکم دیسکتا ہے اور جس صورت مین وہ شخص جسکے پاس مال ہے اقرار کرلے تو وہان قاضی کو نفقہ مقرر کردینا اسلیے جائز ہے کہ اوسکا اقرار کرنا بعینہ اسبات کا اقرار کرنا ہے کہ اس عورت یا اولاد وغیرہ کو مجھسے اس مال کے لینے کا استحقاق حاصل ہے اور قبضہ والے کا اقرار اپنے اوپر مقبول ہے تو اسی لیے اول تو قاضی کا حکم اوسی پر ہوگا اور اوسکے سبب سے اوس غائب تک بھی وہ حکم پہونچ جائیگا۔

(۸۰۷) فان قيل لو احضر الدائن مودعاً للغائب واعترف بالوديعة والدين لا يأمر القاضي باداء الدين

(۸۰۷) کوئی اعتراض کرے کہ اگر کوئی قرضخواہ ایک شخص کو جسکے سپردگی مین اوسکی مدیون کا کچھہ مال ہے اور مدیون غیر حاضر ہے قاضی کے سامنے پیش کردے اور وہ

فلم امر القاضي بالنفقة هنا قلنا انما امر القاضي بنفقتهم لانها واجبة قبل القضاء وكان لهم اخذها بدونه فيكون القضاء اعانة لهم لا قضاء لان القضاء الزام امر لم يكن لازما قبله فلا يكون هذا القضاء قضاءً على الغائب وليس كذالك سائر الديون ولهذا قيد بنفقة الزوجة والولد والوالدين احترازا عن نفقة سائر المحارم لان نفقتهم انما تجب بالقضاء لان وجوبها مجتهد فيه فيكون القضاء بنفقتهم قضاء على الغائب وهو غير جائز۔

شخص اوس ودیعت اور نیز اس قرضخواہ کے دین کا اقرار کرے تو وہان پر قاضی اوس موقع پیادائی دین کا حکم نہیں دیسکتا پہر یہان کسطرح نفقہ کا حکم دیسکتا ہی تو اوسکا یہ جواب ہے کہ قاضی یہان اسواسطے حکم دیسکتا ہی کہ ان لوگونکا نفقہ قاضی کے حکم سے واجب نہین ہوا ہی بلکہ قبل از قضائی قاضی اونکے اوپر نفقہ واجب ہی اور بدون حکم قاضی کے یہ لوگ اپنا نفقہ لیسکتے تھے مگر حکم قاضی سے اونکو اعانت ملگئی فی الحقیقت یہ قاضی کا حکم نہوگا اسواسطے کہ قضائی قاضی اصل مین ایک امر کے لازم کردینے کا نام ہے جو پہلے سے لازم نہ تہا پس یہ قضا قاضی قضاء علی الغائب نہوگی اور باقی دیون کا حال ایسا نہین ہے ولہذا نفقہ مین زوجہ اور اولاد اور مان باپ کے نفقہ کی قید لگائی ہے تاکہ باقی رشتہ دارونکے نفقہ سے تمیز ہوجاے

(٨٠٨) اعلم ان كون المال مودعا او ماخوذا على وجه المضاربة ليس بقيد لفرض النفقة لان المال لو كان في بيت الغائب علم القاضي بالنكاح يفرض لهم النفقة۔

(٨٠٨) جاننا چاہیے کہ مال کا کسی کے سپردگی مین ہونا یا مضاربت کیلیے شریک کے پاس ہونا نفقہ کے مقرر کرنے مین ضروری چیز نہین ہی بلکہ اگر اوس غیر حاضر کے گہر مین ہی مال رکہا ہی اور قاضی کو نکاح کا حال معلوم ہی تب بہی اوسکی زوجہ کا نفقہ اوس مین مقرر کردیگا۔

(٨٠٩) وانما قيد بالاعتراف بهما لانه لو انكر احدهما لا يفرض القاضي ولا يقبل بينة المرأة فيه لان المودع لا يكون خصما عن الغائب وقيد بقوله من جنس حقهم لانه لو كان من خلاف جنسه بان لا يكون المال نقدين او طعاما او كسوة يستحقونها لا يفرض فيه النفقة لانه انما يصرف الى حقهم بواسطة البيع ولا يباع

(٨٠٩) یہ قید کہ مودع وغیرہ دونون چیزون یعنی مال اور نیز نکاح کا اقرار کرین اسواسطے لگائی ہے کہ اگر دونون مین سے ایک بات کا بہی انکار کیا تو قاضی اسکا نفقہ نہین مقرر کرسکتا اور نہ عورت کی بینہ مقبول ہوگی اسواسطے کہ وہ مودع غائب کیطرف سے مدعا علیہ نہین ہوسکتا اور یہ قید کہ وہ مال اوسی قسم کا ہو جس قسم کی اونکو حاجت ہی اسواسطے لگائی ہی کہ اگر وہ اور طرح کا مال ہی اور روپیہ پیسہ یا غلہ یا کپڑا نہین ہی جو اونکے کام مین آوے تو قاضی اوسمین سے اونکا نفقہ مقرر کریگا

مال الغائب اتفاقا اما عند ابی حنیفة فلانه لا یری البیع علی الحاضر المدیون فعلی الغائب اولی و اما عندهما فلانهما انما یریان البیع علی الحاضر لامتناعه عن البیع و امتناع الغائب عنه غیر معلوم۔

اسلیئے کہ یہ مال خود تو اونکے کام مین آ ہی نہین سکتا فروخت ہوکر اونکے کام مین آسکتا ہی اور غائب کے مال کے بیع بالاتفاق نادرست ہی امام صاحب رح کے نزدیک تو اسواسطے کہ وہ مدیون کے حاضر ہونے کی صورت مین بہی اوسکے مال کی بیع تجویز نہین کرتے تو غائب کے مال کی بیع بطریق اولیٰ اونکے نزدیک ناجائز ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک اسواسطے کہ

(٨١٠) ویحلفها ای القاضی المرأة علی انها ما اخذت النفقة و یاخذ منها ای القاضی من الزوجة کفیلا بها ای بالنفقة نظرا للغائب لاحتمال ان یحضر و یقیم بینة علی طلاقه او اعطائه نفقتها

(٨١٠) قاضی پر عورت کیلیئے نفقہ مقرر کرتے وقت لازم ہی کہ اوس سے اسبات پر حلف لیلے کہ خاوند سے اوس نے نفقہ لیا نہین ہی اور ایک شخص کو نفقہ پر اوس سے کفیل لیلے تاکہ اوس غائب کا نقصان نہو۔ ہوسکتا ہی کہ وہ حاضر ہوکر اوسکے طلاق پر یا اسبات پر کہ اوسکو نفقہ دیگیا تہا گواہ سنادے۔

(٨١١) و ان لم یکن له ای للزوج الغائب مال فاقامت البینة علی الزوجیة لیفرض لها ای القاضی للمرأة النفقة ردناها ای بینتها لان خصمها غائب و قال زفر یسمع بینتها و یأمرها القاضی بالاستدانة اذ لا ضرر فیه علی الغائب لانه اذا حضر فان صدقها او اقامت بینة او نکل عن الیمین فقد اخذت حقها و ان حلف یضمن هی او کفیلها۔

(٨١١) اور اگر اوس شوہر غائب کا کچہ مال نہین ہی اور عورت نے اپنی زوجیت پر گواہ سنادیئے تاکہ قاضی اوسکے لیئے نفقہ کا بندوبست کردے تو ہمارے نزدیک اونکی گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ اوسکا مدعاعلیہ غیر حاضر ہے اور امام زفر رح فرماتے ہین اونکی گواہی مقبول ہوگی اور قاضی عورت کو قرض لیلیکر اپنا کام چلانے کا حکم دیگا اسواسطے کہ خاوند کا اس مین کچہہ نقصان نہین ہی اسلیئے کہ اگر وہ حاضر ہوا اور عورت کی تصدیق کی یا عورت نے بینہ قایم کردی یا خاوند نے حلف سے انکار کیا تب تو عورت کو اوسکا حق ملگیا اور اگر خاوند نے حلف کیا تو اوس عورت پر یا اوسکے کفیل پر ضمان آویگا۔

(٨١٢) ویختار القبول ای قبول بینتها کما قال زفر و القضاة فی زماننا یعملون علی قوله لاحتیاج الناس الیه و استحسنه اکثر المشائخ فیفتی به۔

(٨١٢) مگر قول مختار یہی ہی کہ اوسکے بینہ مقبول ہوگی جیساکہ زفر رح نے فرمایا ہی اور ہمارے زمانہ کے قاضیونکا اسی پر عمل ہی اسواسطے کہ لوگونکو اسکی حاجت ہی اور اکثر مشائخ نے بہی اسی قول کو پسند کیا ہی لہذا اسی پر فتویٰ دینا چاہیئے

(٨١٣) ولو كفل عنه اي رجل عن الزوج لزوجته بالاتفاق كل شهر يلزمه به اي ابو يوسف الكفيل بالاتفاق عليها ما دام النكاح قائما بينهما والزماه بشهر اي بنفقة شهر واحد۔

(٨١٣) اگر ایک شخص خاوند کی طرف سے بیوی کے لیے ہر مہینہ کے نفقہ کا کفیل ہو گیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جبتک اون میں زوجیت کا علاقہ رہیگا اوس شخص کو نفقہ دینا پڑیگا اور امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے نزدیک صرف ایک مہینہ کا نفقہ اوسکو دینا پڑیگا۔

(٨١٤) له انه التزم بنفقة كل شهر فيوخذ به كما لو قال تكفلت بنفقتك عنه ما دمتما زوجين ولهما ان الشهر الاول معلوم فيصح وما وراءه مجهول فلا يصح كما لو قال ما غصبك احد فانا ضامن منه بخلاف ما ذكر لانه بين فيه مدة۔

(٨١٤) امام ابو یوسف رح کے یہ دلیل ہے کہ جب اوس نے ہر مہینے کا نفقہ اپنے اوپر لازم کر لیا ہی تو اوس سے بلا شبہ لیا جائیگا جسطرح وہ کہدے کہ جبتک تم خاوند بیوی ہو اوسوقت تک میں تیرے نفقہ کا کفیل ہوں۔ اور اون دونوں کی یہ دلیل ہے کہ پہلا مہینہ تو معلوم ہی لہذا اوسمیں کفیل ہونا صحیح ہی اور ایک مہینہ کے سوا نا معلوم ہی لہذا اوسمیں کفیل ہونا صحیح نہیں ہی جیسے کوئی کہے اگر کوئی تیری چیز غصب کر لے

(٨١٥) وفي النوادر لو ابرأت الزوج عن نفقتها ابدا فالبراءة باطلة ولو ابرأت النفقة المفروضة لها كل شهر صح الابراء من نفقة الشهر الاول دون ماسواه۔

(٨١٥) نوادر میں مذکور ہی اگر ایک عورت ہمیشہ کے واسطے اپنے خاوند کو نفقہ سے بری کر دے تو یہ اوسکا بری کر دینا اور ہمیشہ کیلئے نفقہ کا چھوڑ دینا باطل ہی اور اگر اوس نے خاوند سے کہا کہ ہر مہینے کیلئے میں نے اپنا نفقہ جو تو نے مقرر کر رکھا ہی تجھے چھوڑ دیا تو صرف ایک مہینے کا نفقہ اوسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا

(٨١٦) وطلبها كفيلا لغيبته لغو اي اذا قالت للقاضي زوجي يريد ان يغيب فخذ لي منه كفيلا لنفقتي لا يأخذه عند ابي حنيفة لان طلب الكفيل بما لم تجب عليه غير معتبر۔

(٨١٦) اگر ایک عورت نے قاضی سے کہا میرا خاوند کہیں کو جانا چاہتا ہی اسلیے میرے نفقہ کے واسطے تو کسی شخص کو اوسکی طرف سے کفیل کر دے تو امام صاحب رح کے نزدیک عورت کے یہ کہنے سے خاوند کیطرف سے قاضی کسی کو کفیل نکریگا اسواسطے کہ جو چیز ہنوز واجب نہیں ہوئی اوسمیں

(٨١٧) ويامره به لنفقة شهر اي قال ابو يوسف يأخذ لها كفيلا منه بنفقة شهر رعاية لحقها احتياطا وانما

(٨١٧) امام ابو یوسف رح فرماتے ہیں اوسکے کہنے سے صرف ایک مہینے کے واسطے احتیاطاً کسی شخص کو کفیل کر دیا جائیگا تاکہ عورت کی حق تلفی نہو اور ایک مہینے کا

قدر شهر لانه ادنی الاجال فی السلم وما دونه فی حکم الحال۔

اندازہ اسواسطے کیا ہی کہ بیع سلم کی یہ ادنے مدت ہو اور اس سے کم کو تو فی الحال کا ہی حکم ہے۔

(۸۱۸) وقیل هو ای قول ابی یوسف المختار للفتوی۔

(۸۱۸) بعض کا قول ہے کہ فتوے کے لیئے امام ابو یوسف رحمہ کا قول پسندیدہ ہے۔

(۸۱۹) ویسکنها ای الزوج زوجته فی دار مفردة لا یشارکها احد من اهله حتی لو کان له ولد من غیرها فلیس له ان یسکنه معها لانها لاتامن علی متاعها الا باختیارها واذا اختارت الشرکة فی السکنی فقد رضیت باسقاط حقها

(۸۱۹) خاوند پر لازم ہے کہ اپنی بیوی کو ایک جدا مکان رہنے کے واسطے دیدے جو خاوند کے گھر والوں سے علیحدہ ہو یہانتک کہ اگر اوس کے کوئی دوسری بیوی سے اولاد ہو تو اوسکو بھی اوس گھر میں نہیں رکھ سکتا اسواسطے کہ اس بیوی کو اوپر اطمینان نہوگا اور گھر کی چیز سبب کے تلف ہو جانے کا خیال ہوگا مگر جس صورت میں وہ اونکو پاس رکھنے پر راضی ہو جائے اور جب وہ اونکے ساتھ رہنے سے راضی ہو گئی تو گویا اپنا حق م

(۸۲۰) ویجوز منع اهلها من الدخول بل من اللبث عندها خوفا من الفتنة لامن النظر والکلام لان فی المنع عنهما قطعیة الرحم۔

(۸۲۰) خاوند کو جائز ہی کہ اوسکے اقارب کو اوسکے پاس نہ آنے دے اور بعض کہتے ہیں آنیسے نہیں روکسکتا بلکہ اوس کے پاس بیٹھنے سے روک سکتا ہی تاکہ کچھ لڑائی جھگڑا پیش ہو جائے اونکو دیکھنے یا بات چیت کرنے سے نہیں روکسکتا

(۸۲۱) وقیل لا یمنع من الخروج الی الوالدین ودخولهما الیها کل جمعة وغیرهما ای لا یمنع غیرهما من المحارم کل سنة۔

(۸۲۱) بعض کا قول ہے کہ بیوی کو خاوند اوسکے ماں باپ کے پاس جانے سے یا ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ اوسکے پاس ماں باپ کو آنیسے نہیں روک سکتا اور سوائے ماں باپ کے اور محارم کو سال میں ایک دفعہ آنیسے نہیں روک سکتا ہی۔

(۸۲۲) ویجب النفقة علی الاب وحده لولده الصغیر الفقیر مع مخالفة الدین لانه جزؤه فنزل منزلة نفسه کزوجته ای کما تجب نفقة زوجته مع مخالفة الدین۔

(۸۲۲) چھوٹی اولاد جو محتاج ہی اوسکا نفقہ صرف باپ کے اوپر واجب ہوتا ہی اگرچہ دونوں کا دین جدا ہو اسواسطے کہ بیٹا باپ کا جزو ہوتا ہی تو اوسکا نفقہ اپنا ہی نفقہ ہی بیوی کا نفقہ بھی اگرچہ دونوں کا دین علیحدہ ہو خاوند پر واجب ہوتا ہے۔

(۸۲۳) ولم یوجبوا علی الام ارضاعه

(۸۲۳) ماں کے اوپر بچے کا دودھ پلانا واجب نہیں

وان لم تكن شريفة وقال مالك تجبر
الام على ارضاع الولد اذا لم تكن
شريفة لانها لو لم تجبر على الارضاع
تتضرر الولد واما الشريفة فتتضرر
بالجبر على الارضاع اكثر من تضرر
الولد فلا تجبر ولنا قوله تعالى لا تضار
والدة بولدها وفي اجبارها على
الارضاع اضرار بها فلا تجبر مطلقا
واما ضرر الولد فيندفع بارضاع
الظئر الا ان تتعين الام بالارضاع
بان لا يرضع الصبي غيرها او لا يوجد
مرضعة غيرها فتجبر عليها صيانة
للولد وكذا تجبر اذا كان الاب معسرا
ولم يكن للولد مال ويجعل الاجرة
دينا عليه كنفقته۔

(۸۲۴) ويستاجر الاب لان الاجرة
عليه من ترضعه عندها اي عند
الام اذا ارادت ذلك لان الحضانة
لها۔

(۸۲۵) ولا يجوز استيجار زوجته او معتدته
لارضاع ولده منها اي من زوجته
او معتدته وقال الشافعي يجوز۔

(۸۲۶) قيد بقوله منها لان ولده
لو كان من غيرها يجوز استيجارها
اتفاقا۔

ہے اگرچہ وہ گھٹیا قوم کے عورت ہو اور امام مالک فرماتے
ہیں اگر بیوی عالیخاندان کی نہو تو مجبوراً اُسکو دودھ
پلانا پڑیگا اسواسطے کہ اگر دودھ پلانے کے لیے اُس پر
جبر نہ کیا جائیگا تو بچے کو تکلیف ہوگی اور اگر عالیخاندان
کی عورت ہے تو جسقدر دودھ پلانے پر جبر کرنے سے
اُسکو تکلیف ہوگی اسقدر بچے کو اُسکے دودھ نہ پلانے
سے نہوگی اسواسطے کہ دوسری عورت اُسکو دودھ
پلاسکتی ہے لہذا اُسپر جبر نہ کیا جائیگا ہماری دلیل یہ ہے
کہ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا یعنی تکلیف
نہ دیجائے ماں اپنے بچے سے اور اُسکو دودھ پلانے کیلیے مجبور
کرنے میں تکلیف ہوگی لہذا مطلقاً اُسپر جبر نہ کیا جائیگا خواہ کیسی ہی عورت
ہو اور بچے کی تکلیف دائی کے دودھ پلانے سے جاتی رہیگی مگر جس
وقت میں سواے ماں کے وہ بچہ کسیکا دودھ نہ پیئے یا کوئی دائی
نملے تو بچے کی حفاظت کیلیے دودھ پلانے پر وہ مجبور کیجائیگی علے
ہذا القیاس جسوقت میں خاوند تنگدست ہو اور اُس بچے کا بھی کچھ

(۸۲۴) باپ کو اس دائی کا نوکر رکھنا چاہیے اسواسطے کہ
اجرت اُسکو دینی پڑیگی اور اگر ماں چاہے تو خاوند کو ایسی عورت
نوکر رکھنی چاہیے جو ماں کے پاس دودھ پلایا کرے اسواسطے
کہ حضانت یعنے پرورش اُسکا حق ہے۔

(۸۲۵) ہمارے نزدیک خاوند کو اپنی اولاد کے دودھ پلانے
کیلیے اپنی بیوی کو یا معتدہ کو جن سے یہ اولاد پیدا ہوئی
ہو نوکر رکھنا درست نہیں ہے اور امام شافعی رح فرماتے ہیں درست ہے

(۸۲۶) یہ قید کہ یہ اولاد اُسی بیوی یا معتدہ سے ہوئی ہو
اسواسطے لگائی ہے کہ اگر یہ اولاد دوسری بیوی سے ہو تو
بالاتفاق نوکر رکھنا درست ہے۔

(٨٢٧) له ان ارضاعها لما لم تجب عليها صارت كالاجنبية فجاز استيجارها۔

(۸۲۷) امام شافعی رح کی یہ دلیل ہی کہ اُسکے ذمہ پر اولاد کو دودھ پلانا واجب نہیں ہی تو وہ بمنزلہ اجنبیہ کے ہی لہذا اُسکا نوکر رکھنا جائز ہی۔

(٨٢٨) ولنا ان عقد النكاح لاقامة مصالح البيت ومن جملتها الارضاع ولذا الا انها لم تجبر عليه لاحتمال عجزها عنه فاذا اقدمت عليه بالاجر ظهرت قدرتها فتبين ان الفعل واجب عليها فلا يجوز استيجارها لان الاستيجار على فعل واجب غير جائز كاستيجار المولى عبده وكذا معتدته عن رجعي لان النكاح قائم واما معتدته عن بائن فكذا في رواية لان بقاء بعض احكام النكاح في المبانة كوجوب النفقة وعدم جواز دفع زكوته اليها كبقاء النكاح وفي رواية جاز لالتحاقها بالاجنبيات

(۸۲۸) ہماری دلیل یہ ہی کہ نکاح گھر کے کام درست کرنیکے لیے مقرر کیا گیا ہے انہی میں سے اولاد کو دودھ پلانا بھی ہی مگر اسواسطے کہ شاید عورت کسیوجہ سے دودھ نہ پلا سکے اُسکو مجبور نہیں کیا گیا اور جب اجرت پر دودھ پلانے کے لیے راضی ہو گئی تو معلوم ہو گیا کہ وہ دودھ پلا سکتی ہی اس سے ظاہر ہو گیا کہ اُسکے اوپر دودھ پلانا واجب ہے لہذا اُسکو نوکر رکھنا جائز نہیں ہی اسواسطے کہ جو کام کرنا جسپر واجب ہے اُسپر اُسکو نوکر رکھنا جائز نہیں ہے جیسے مولی اپنے غلام کو نوکر رکھے۔ اور معتدۂ رجعی کا بھی یہی حال ہی اسواسطے کہ نکاح اُنمیں قائم ہی اور موافق ایک روایت کے معتدۂ بائن کا بھی یہی حکم ہی اسواسطے کہ معتدۂ بائن کے لیے بعض احکام نکاح کا باقی رہنا مثل نفقہ کے اور عدم جواز دفع زکوۃ کی اُسکیطرف ایسا ہی جیسا کہ نکاح کا باقی رہنا اور ایک روایت کے موافق اُسکو

(٨٢٩) فاذا انقضت عدتها جاز استيجارها۔

(۸۲۹) معتدہ کی عدت گذر جانے کے بعد اُسکو نوکر رکھنا جائز ہی۔

(٨٣٠) وتقدم الام على الاجنبية لانها اشفق الا ان تطلب زيادة اجرة على اجرة غيرها من المرضعة فتقدم غيرها على الام لئلا يتضرر الاب۔

(۸۳۰) نوکر رکھنے کے اندر اُس بچے کی ماں کو غیر عورتوں پر تقدم ہی بسبب اُسکی شفقت کی مگر جس صورت میں وہ زیادہ نوکری مانگے تو غیر عورت کو جو کم نوکری پر راضی ہو ماں کے اوپر تقدم ہی تاکہ باپ کو نقصان نہ پہونچے

(٨٣١) وتجب على ولد ولده لاصله

(۸۳۱) ماں باپ اور جوان سے اوپر ہیں سب کا نفقہ

الفقراء اى لا يشارك الولد احد فى
نفقة اصوله قيل يجب على الولد
الذكر والانثى على قدر ميراثهما
لقوله تعالى على الوارث مثل ذلك
وقيل على السواء لاستوائهما فى العلة
وهذا هو المختار۔
۸۳۲، مع مخالفة الدين قيد الاصول
بالفقر لان نفقة الاغنياء واجبة
فى مالهم۔
۸۳۳، وللاب بيع عروضه اى جاز
له بيع عروض ولده لا عند ابى حنيفة
۸۳۴، العروض هى الامتعة التى
لا يدخلها كيل ولا وزن ولا يكون
حيوانا ولا عقارا كذا فى الصحاح
والمراد منها هنا جميع المنقولات
وهو اى والحال ان ولده غائب فيها
۸۳۵، فى هنا بمعنى عن
يعنى لاجل نفقة۔
۸۳۶، وقالا لا يجوز۔
۸۳۷، قيد بالاب لان بيع غيره لا يصح
اتفاقا وكذا لا يملك الام بيع عروض
ولده فى ظاهر الرواية وما ذكر
فى الاقضية من جواز بيع الابوين
فتاويله ان الاب هو الذى يبيع لكن
لمنفعتهما اضاف البيع اليهما وقيد

بشرطیکہ یہ محتاج ہون فقط اولاد ہی پر واجب ہی اپنے ماں باپ
وغیرہ کے اوپر نفقہ کرنے مین اولاد کے ساتھ کوئی رشتہ دار
شریک نہوگا بعض کا قول ہی کہ لڑکا اور لڑکی پر بقدر میراث کی نفقہ
دینا پڑیگا یعنے لڑکا لڑکی سے دوچند نفقہ دیگا جسطرح دوچند ورثہ
لیتا ہی لقولہ تعالیٰ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ یعنی اور وارث پر اُسکے
مانند ہی اور بعض کہتے ہین دونون کو برابر نفقہ دینا پڑیگا اسواسطے
۸۳۲، اگر ماں باپ اور اولاد کے دین مین مخالفت ہو تب بھی اولاد
کے اوپر نفقہ واجب ہی اور اُنکے محتاج ہونے کی اسواسطے قید
لگائی کہ اغنیا کا نفقہ اُنکے مال مین واجب ہوا کرتا ہی۔
۸۳۳، اگر بیٹا موجود نہو تو باپ کو اسکی غیبوبت مین اپنے نفقہ
کے لیے امام صاحب رح کے نزدیک اُسکے عروض کو بیع کر ڈالنا جائز ہی۔
۸۳۴، عروض وہ چیزین ہین جو ناپنے یا تولنے مین
نہین آتین اور نہ وہ حیوان ہون ونہ کوئی جائداد ہو کذا
فى الصحاح اور یہان پر سب منقولات مراد ہین۔
∴ ∴ ∴ ∴ ∴ ∴ ∴ ∴ ∴ ∴
∴ ∴ ∴ ∴ ∴ ∴ ∴ ∴ ∴
۸۳۵، غائب فیہا کے اندر فی بمعنے عن کے ہی
یعنے نفقہ کے لیے۔
۸۳۶، صاحبین رح کے نزدیک بیٹے کی غیبت مین باپ کو اُسکے
۸۳۷، باپ کی اسواسطے قید لگائی ہی کہ کسی اور کا فروخت
کرنا بالاتفاق نادرست ہی بلکہ ماں بھی ظاہر روایت کے موافق
اپنے بیٹے کے اسباب کو اُسکی غیبت مین بھی نہین فروخت کر سکتی ہی
اور اقضیہ کے اندر جو ابوین کے بیع کو جائز بیان کیا گیا ہی تو اُسکی
تاویل یہ ہی کہ فروخت کرنیوالا تو باپ ہی ہوگا مگر چونکہ
دونون کے نفع کے لیے ہوگا اسواسطے دونون کی

بالبیع لان استیفاء نفقته من ماله
جائز اتفاقا وقید بقوله وهو
غائب لان الولد اذا کان حاضرا
لا یجوز بیع عروضه اتفاقا وقید
بقوله فیها لان بیع عروض ولده
لسائر دیونه لا یجوز اتفاقا۔

(۸۳۸) اقول الضمیر فی عروضه
راجع الی الولد السابق وهو کان
شاملا للصغیر والکبیر فیفهم منه
ان بیع عروض الولد الصغیر مختلف
فیه ایضا ولیس کذلک لان المفهوم
من الهدایة والمنظومة ان الخلاف
فی بیع عروض الولد الکبار واما بیع عروض الولد
الصغار فجائز اتفاقا ولو قال وللاب بیع عروض
ولده الکبیر لکان اولی۔

۸۳۹ لهما ان ولایة الاب انقطعت
عن ولده بالبلوغ فلا یملک بیع
عروضه کما لا یملک حال حضرته
وهذا هو القیاس وله ان الولایة
وان زالت لکن بقی اثرها ولهذا
صح منه الاستیلاد فی جاریة ولده
الکبیر والعین تخشی علیها الهلاک
وحفظ ثمنها ایسر فیجوز له بیعه للحفظ
فاذا باعها فصار ثمنها من جنس حقها
فله الاستیفاء منه

طرف نسبت کردی ہی اور بیع کی قید اسواسطے لگائی
ہی کہ بیٹے کے مال کو اسکے غیبت مین اپنے خرچ مین کرنا تو بالاتفاق
درست ہی اور یہ قید کہ بیٹا موجود نہو اسواسطے لگائی
ہی کہ بیٹے کے ہوتے ہوئے اُسکے اسباب کی بیع کرنا بالاتفاق
درست نہین ہی اور یہ قید کہ نفقہ کے لیئے فروخت کرے اسلیے
لگائی ہی کہ اور باقی دیون کے لیے اُسکے اسباب کا فروخت کرنا بالاتفاق

(۸۳۸) مین کہتا ہون عروضہ کی ضمیر ولد کی طرف جو سابقاً
مذکور ہوا ہی راجع ہی اور وہ بالغ اور نابالغ سب کو شامل
ہی پس اس سے سمجھا جاتا ہی کہ صغیر اولاد کے اسباب فروخت
کرنے مین بھی اختلاف ہی حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے
کہ ہدایہ اور منظومہ سے یہ بات سمجھی جاتی ہی کہ بالغ اولاد
کے اسباب کی بیع کرنے مین اختلاف ہے اور
نابالغ کے اسباب کی بیع کرنا باپ کو بالاتفاق درست ہی
لہذا اگر مصنف علیہ الرحمہ یہ کہتا کہ باپ کو بڑی اولاد کے
اسباب فروخت کرنیکا استحقاق حاصل ہی تو بہتر ہوتا۔

(۸۳۹) صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ بالغ ہوجانیکے بعد باپ
کو اولاد کے اوپر ولایت باقی نہین رہتی لہذا باپ بیع نہین کرسکتا
جسطرح اُسکی موجودگی مین بیع نہین کرسکتا ہذا ہو القیاس
اور امام صاحب کی یہ دلیل ہی کہ اگرچہ ولایت جاتی رہی
ہی مگر اُسکا اثر ہنوز باقی ہی ولہذا جوان بیٹے کی باندی کو
باپ ام ولد بنا سکتا ہی اور بعضی چیزون کے خود باقی
رکھنے مین اُنکے ضائع ہوجانیکا اندیشہ ہوتا ہی مگر اُنکے
ثمن کا حفاظت سے رکھنا آسان ہی لہذا حفاظت کے
لحاظ سے اُس اسباب کی بیع درست ہی اور جب بیع کردے
تو اب اُسکا ثمن باپ کے کام کا ہوگیا لہذا اُس سے اپنا نفقہ لیسکتا ہی

(٨٤٠) ويمنع من عقاره اي لا يجوز بيع عقار ولده لنفقته اتفاقا و التسامح السابق وارد فيه لان الممنوع بيع عقار ولده الكبير واما بيع عقار ولده الصغير فجائز لكمال ولايته عليه

(٨٤٠) باپ کو اپنی نفقہ کے لئے بیٹے کی جایداد کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے اتفاقاً۔ اور پہلے جو اعتراض تھا وہ یہاں بھی وارد ہے اسواسطے کہ بالغ اولاد کے جایداد کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے مگر نابالغ کے جایداد کو فروخت کر سکتا ہے اسلئے کہ باپ کو اپنی نابالغ اولاد پر ولایت کاملہ حاصل ہوتی ہے۔

(٨٤١) فان كان ماله اي مال الغائب في يد ابويه لم يضمنا بانفاقه لانهما استوفيا منه ما هو حقهما او في يد اجنبي فانفق عليهما اي على ابوي الغائب من ماله بغير اذن الحاكم ضمن لانه تصرف في مال غيره بلا ولاية عليه فلا يرجع بما ضمنه عليهما لانه ملك ما دفعه بالضمان فصار متبرعا بما دفعه ولا رجوع للمتبرع واذا انفق باذن الحاكم فلا ضمان لان للحاكم ولاية عامة

(٨٤١) اگر ایک شخص غائب کا مال اوسکی ماں باپ کے پاس ہے اور اونہوں نے اپنی نفقہ میں اوسکو خرچ کر ڈالا تو اوسکی خرچ کر دینے سے اونکو ضمان نہ دینا پڑیگا کیونکہ اونھوں نے اپنا حق لیلیا ہے اور اگر وہ مال ایک غیر آدمی کے پاس تھا اور اوس نے بلا حکم قاضی کے اوس مال کو اوس شخص کے ماں باپ کی نفقہ میں خرچ کر دیا تو اوسکو ضمان دینا پڑیگا اسواسطے کہ اس نے دوسرے کے مال میں بدون ولایت کے تصرف کیا ہے اور ضمان دینے کے بعد ماں باپ سے اوسکا مطالبہ یہ اجنبی شخص نہ کر سکیگا اسواسطے کہ ضمان کے واجب ہونے کے سبب سے اس مال میں اوسکا تصرف مالکانہ طور پر ہوگا تو جو کچھ اوس نے اون دونوں کو دیا ہے وہ اپنی طرف سے بطور

(٨٤٢) وفي النوادر اذا لم يكن في مكان يمكن استطلاع راي القاضي لا يضمن استحسانا وعلى هذا لو مات بعض الرفقة في السفر فباعوا قماشه وجهزوه بثمنه او اغمي عليه فانفقوا عليه من ماله لم يضمنوا۔

(٨٤٢) نوادر میں مذکور ہے اگر ایسے مقام پر ہے کہ قاضی کو اطلاع دینا نا ممکن ہے اور بلا اطلاع قاضی کے اوس نے مال کو اونکی نفقہ میں دیدیا تو استحساناً اوسپر ضمان نہ لازم ہوگا علی ہذا القیاس اگر سفر کے اندر ایک ساتھی مر گیا اور باقی ساتھ والوں نے اسکا اسباب فروخت کر کے اوسکی کفن دفن میں خرچ کر دیا یا وہ بیہوش ہو گیا اور ساتھ والوں نے اسکی دوا دارو میں اوسکا مال خرچ کر دیا تو وہ ضمان نہ دینگے

(٨٤٣) واذا مضت مدة بعد القضاء لهما اي الولد والوالدين ولذوي

(٨٤٣) اگر قاضی نے باپ اور اولاد کیلئے یا اولاد کے واسطے ماں باپ یا ذوی الارحام کیلئے نفقہ کا حکم دیدیا اور ایک مدت

الارحام بها اى بالنفقة وهو متعلق بالقضاء سقطت نفقتهم لانها وجبت كفاية لحاجتهم ولهذا لايجب ذا اليسار وانسد فى حاجتهم بالاكل من الناس وقد حصلت الكفاية بمضى المدة فتسقط النفقة بخلاف نفقة الزوجة حيث لاتسقط بعد القضاء بمضى المدة لانها تجب لكونها محتبسة فى منزل الزوج ولهذا يجب مع يسارها

(۸۴۴) وفى الذخيرة نفقة مادون الشهر لاتسقط لانه لو سقطت بالمدة اليسيرة لما امكنهم استيفاؤها فقدر والفاصل بالشهر-

(۸۴۵) وفى الحاوى نفقة الصغير يصير دينا بالقضاء دون غيره-

(۸۴۶) ولو ضاعت نفقة او كسوة مقدرة للمرأة لاتجب نفقة اخرى لعدم اعتبار الحاجة فى حقها ولهذا يستحق المرأة النفقة مع الغنى ولو ضاع نفقة الاقارب قبل مضى الوقت تفرض لهم نفقة اخرى لتحقق حاجتهم ولهذا لايستحق النفقة مع الغنى كذا فى التبيين-

(۸۴۷) الا ان يؤذن لهم فى الاستدانة ولاتسقط لان اذن القاضى فى الاستدانة

گذر گئی اور ان لوگون نے نفقہ نہین دیا تو اس گذشتہ مدت کا نفقہ ساقط ہوگیا اسواسطے کہ نفقہ اونکی حاجت کی دفعہ کرنیکے لئے مقرر ہوا ہو ولہذا ان لوگون کے آسودہ حال ہوجانیسے یا لوگون سے سوال کرکر کے گذارا کرنے سے واجب نہین رہتا اور جو مدت گذر چکی اوس مدت کے حاجت دفع ہوگئی لہذا نفقہ ساقط ہوجائیگا بخلاف زوجہ کے کہ وہ مدت کے گذر جانے سے نہین ساقط ہوتا اسواسطے کہ اوسکا نفقہ خاوند کے گھر مین رہنے کی وجہ سے واجب ہوتا ہو ولہذا باوجود عورت کے آسودہ حال ہونیکی خاوند پر اوسکا نفقہ واجب ہوتا ہو—

(۸۴۴) ذخیرہ مین مذکور ہے اگر ایک مہینے سے کم مدت گذری ہو تو اس مدت کا نفقہ نہ ساقط ہوگا اسواسطے کہ اگر تھوڑی ہی مدت مین نفقہ ساقط کردیا جایا کرے تو اون نفقہ والون کو اپنا نفقہ وصول کرنے مین بہت دشواری پڑے لہذا اوس مدت کا حبس مین نفقہ ہو

(۸۴۵) حاوی مین مذکور ہے صغیر اولاد کا نفقہ تو قاضی کے حکم دینے سے باپ کے اوپر دین ہوجاتا ہو اور اوسکی سوا دین نہین ہوتا۔

(۸۴۶) اگر عورت کے پاس سے اوسکا نفقہ یا کپڑا جو اوسکا مقرر تھا ضائع ہوجاوے تو خاوند کو اور نہ دینا پڑیگا اسواسطے کہ عورت کے نفقہ دینے مین اوسکی حاجت کا لحاظ نہین کیا گیا ولہذا عورت کیلئے آسودہ حال ہونیکی صورتمین بھی نفقہ واجب ہوتا ہو اور اگر اقارب کے پاس سے جو ایک مدت خاص تک ونکو نفقہ دیا گیا تھا اوس مدت کی تمام ہونیسے پہلے ضائع ہوگیا تو اونکو اور نفقہ دینا پڑیگا اسواسطے کہ اسکی تلف ہوجانیسے پھر وہ محتاج کے محتاج ہوگئے ولہذا اقارب کا نفقہ اونکی غنی ہونیکی صورتمین نہین واجب ہوتا اونکی نفقہ مین حاجت کا لحاظ ہو کذا فی التبیین

(۸۴۷) اگر قاضی نے ان لوگون کو جنکا نفقہ ایکے غائب پر واجب تھا حکم دیدیا تھا کہ قرض لیلیکر اپنا خرچ چلاتے رہو اور انہون نے

كاذن الغائب فيصير دينا فى ذمة

ایک مدت تک نہ دیا ہو گیا تو یہ نفقہ مدت گذرنے سے باطل نہ ہوگا ایسا جیسے غائب کی اذن سے تو یہ نفقہ اسکے ذمہ میں قرض ہوجائیگا۔

(٨٤٨) ونوجبها لكل ذى رحم محرم مسلم فقير مع صغر او انوثة او زمانة او اعمى على قدر الميراث وقال الشافعى لا تجب نفقتهم۔

(٨٤٨) ہمارے نزدیک واجب ہو ہر ذی رحم محرم کا بشرطیکہ مسلمان اور محتاج ہو اور باوجود اسکے ان اوصاف میں کوئی وصف اوس میں پایا جاتا ہو یعنی صغیر ہو یا عورت ہو یا دست پاسی مجبور ہو یا اندھا ہو اسکا نفقہ بقدر میراث کے واجب ہوتا ہے اور امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ انکا نفقہ واجب نہیں ہے۔

(٨٤٩) قيد بالمحرم لان نفقة غير المحرم لا تجب اتفاقا وقيد بالمسلم لان نفقة مخالف الدين منهم لا تجب اتفاقا وقيد بان يكون مع فقره متصفا باحدى الاوصاف الباقية اشارة الى انه انما يستحق النفقة اذا كان عاجزا عن الكسب لانه لو كان قادرا عليه لا تجب نفقته اتفاقا ولهذا قالوا اذا كان طالب العلم غير مهتد الى الكسب فنفقته على الاب وان كان صحيحا۔

(٨٤٩) محرم کی قید ہو اسواسطے لگائی ہے کہ غیر محرم کا نفقہ بالاتفاق واجب نہیں ہے اور مسلمان کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر دین میں مخالف ہو تو واجب نہیں ہو بالاتفاق اور یہ قید کہ باوجود محتاج ہونے کے ان اوصاف میں سے کسی وصف کے ساتھ موصوف ہو اسواسطے لگائی ہے تاکہ معلوم ہوجاوے کہ اوس وقت میں نفقہ واجب ہوگا کہ جب وہ کمائی سے عاجز ہو اسواسطے کہ اگر وہ کما سکتا ہے تو بالاتفاق اوسکا نفقہ واجب نہیں ہے ولہذا مختار کا قول ہے کہ اگر ایک شخص طالب العلم ہے اور کمانے کی اوسکو فرصت نہیں ہے تو اوسکا نفقہ باپ کے اوپر واجب ہے اگرچہ وہ تندرست ہے۔

(٨٥٠) اعلم ان هذه الاوصاف انما يعتبر فى غير الوالدين لان فى نفقتهما يعتبر الفقر فى ظاهر الرواية حتى لو كانا فقيرين قادرين على الكسب يجبر الابن على انفاقهما ترجيحا لهما على سائر المحارم كذا فى الذخيرة۔

(٨٥٠) جاننا چاہیے کہ ان اوصاف کا اعتبار والدین میں نہیں ہے اسواسطے کہ اونکی نفقہ کے واجب ہونے میں ظاہر روایت کی موافق صرف محتاج ہونیکا اعتبار ہے حتی کہ اگر ماں باپ محتاج ہیں مگر کما سکتے ہیں تب بھی بیٹے کو اونکی نفقہ کے دینے میں مجبور کیا جائیگا اسواسطے کہ تمام اقارب پر ماں باپ کو ترجیح ہے کذا فی الذخیرہ۔

(٨٥١) له ان ذوى الارحام لا جزئية بينهم فلا يجب نفقة بعضهم على بعض

(٨٥١) امام شافعی رح کی یہ دلیل ہو کہ ذوی الارحام کے اندر جزئیت کا علاقہ نہیں پایا جاتا لہذا بعض کا نفقہ بعض پر

كبنى الاعمام ولنا قراءة ابن مسعود
وعلى الوارث ذى الرحم المحرم
مثل ذلك وقراءته كروايته وفى لفظ
الوارث اشارة الى ان النفقة على
مقدار الميراث بمالو كان لمعسر اخ
لاب وام واخ لام فسدس
نفقته يكون على الاخ لام وباقيها
على الاخ لاب وام واهلية الارث
فيها كافية حتى لو كان له خال وابن عم
فنفقته على خاله لكونه ذارحم محرم
مع ان الميراث لابن العم ولو استويا
فى المحرمية واهلية الارث يترجح
الوارث حقيقة حتى اذا كان له عم
وخال فالنفقة على العم۔

(۸۵۲) وينفق الاب على ابنه الزمن
وبنته البالغة الثلثين والام اى
ينفق الام الثلث لان ميراثهما
على هذا المقدار وهذه رواية
الخصاف وفى ظاهر الرواية النفقة
كلها على الاب لان فى مؤنة رضاع
ولده لايشاركه احد فكذا فى النفقة

(۸۵۳) وفى المحيط يحبس الاب فى
نفقة ولده لان فى الامتناع من
انفاقه اتلاف النفس ولا يحبس
فى سائر ديون الولد لان فيه ايذاء

واجب ہوگا جیسے چچاؤن کی اولاد۔ اور ہماری دلیل حضرت
ابن مسعودؓ کی قرأت ہو کہ وہ یون پڑھتے ہین وعلی الوارث ذی الرحم
المحرم مثل ذلک یعنی اور ذو رحم محرم وارث پر اوسکی مانند ہے
اور اونکی قرأت ایسی ہے جیسے اونکی روایت ہوتی اور وارث کے
لفظ مین اسبات کیطرف اشارہ پایا جاتا ہو کہ نفقہ میراث کے قدر واجب
ہوتا ہے مثلا ایک محتاج شخص کا ایک حقیقی بھائی ہے اور ایک
اخیافی تو چھٹا حصہ نفقہ کا اخ اخیافی پر ہوگا اور باقی حقیقی
بھائی پر اور اُس کے اندر ارث کی اہلیت کافی ہے حتیٰ کہ اگر ایک
شخص کے ایک ماموں اور ایک چچا کا بیٹا ہے تو اوسکا نفقہ ماموں پر
ہوگا کیونکہ وہ ذو رحم محرم ہے باوجودیکہ ورثہ چچا کے بیٹے کو ملیگا
اور اگر محرمیت اور اہلیت ارث مین دونون برابر ہین تو اوسمین
سے جو حقیقۃً وارث ہے اوسپر نفقہ واجب ہوگا حتے کہ
اگر ایک شخص کا ایک ماموں اور ایک چچا ہے تو
نفقہ چچا کے اوپر ہے۔

(۸۵۲) جو بیٹا لولا لنگڑا ہے یا بیٹی بالغہ ہے تو باپ کو
دو ثلث اور ماں کو ایک ثلث نفقہ دینا پڑتا ہے اسواسطے کہ
اسیطرح سے ماں باپ کو اولاد کا ورثہ ملتا ہے اور یہ خصاف کی
روایت ہے اور ظاہر روایت کی موافق سب نفقہ باپ کے
اوپر ہے اسواسطے کہ اولاد کا دودھ پلوانا صرف باپ کے ہی
اوپر ہوتا ہے اور دوسرا کوئی اوسکا شریک نہین لہذا نفقہ
بھی صرف اوسیکے اوپر ہوگا۔

(۸۵۳) محیط مین مذکور ہے اولاد کے نفقہ مین باپ کو
قید کر لیا جائیگا اسواسطے کہ اوسکے نفقہ نہ دینے مین اولاد کا
ہلاک کرنا ہے اور باقی اولاد کے اور دیون مین باپ کو
قید نہیں کر سکتے اسواسطے کہ اس مین باپ کو

الاب۔

ایذاء کا پہونچانا ہے۔

(۸۵۴) ولا يجب على الفقير نفقة اقاربه قيدنا بها لان نفقة الزوجة والولد الصغير واجبة مع الفقر حتى لو كان عاجزا عن الكسب لكونه مقعدا يتكفف الناس وينفق على ولده ومن وجته وبعض المشائخ قالوا نفقتهم في هذه الصورة في بيت المال۔

(۸۵۴) محتاج آدمی پر اپنی اقارب کا نفقہ واجب نہیں ہے مگر بیوی اور صغیر اولاد کا نفقہ اوسکے اوپر بھی واجب ہے یہاں تک کہ اگر وہ کمانے سے بھی مجبور ہے اور دست و پاسے بیکار ہے تب بھی اوس پر لازم ہے کہ لوگوں سے بھیک مانگ کر بیوی اور اپنے چھوٹے بچوں کو کھلائے اور بعض مشائخ کا قول ہے کہ اس صورت میں انکا نفقہ بیت المال سے مقرر کیا جائیگا۔

(۸۵۵) فيشترط ابو يوسف ليساره ملك نصاب يحرم اى ذلك النصاب على مالكه الصدقة وهو مقدار نصاب فاضل عن الحوائج الاصلية بلا شرط نماء تقدم بيانه في فصل مصارف الزكوة ويفتى به اى بقول ابي يوسف۔

(۸۵۵) امام ابو یوسف رح کے نزدیک آسودہ حال وہ شخص کہلایا جائیگا جو نصاب کا مالک ہو اور اوسکو صدقہ کا لینا حرام ہے یعنی حوائج اصلیہ کے پورا کرنے کے بعد وہ شخص نصاب کا مالک ہو اور اوس مال میں یہ شرط نہیں ہے کہ اوس میں نمو یعنی بڑھاؤ بھی پایا جائے مصارف زکوۃ میں اسکا بیان ہو چکا ہے اور اسی قول پر فتوی ہے۔

(۸۵۶) وقدره محمد بيسار من يجب عليه نفقة اقاربه بالفاضل عن نفقته وعياله شهرا او من كسبه اى في رواية عن محمد انه مقدر بالفاضل عن كسبه كل يوم حتى اذا اكتسب درهما كل يوم وكفاه ثلثاه يجب صرف ثلثه الى قريبه۔

(۸۵۶) امام محمد رح کے نزدیک نفقہ دینے کے لئے آسودہ حال اوس شخص کو کہا جائیگا کہ اپنے اور اہل و عیال کے ایک مہینے کے خرچ سے اوسکے پاس کچھ بچ رہے اور موافق ایک روایت کے امام محمد رح سے یہ ہے کہ ہر روز اوسکی خرچ سے اوسکی کمائی میں سے کچھ بچ رہے وہ شخص آسودہ حال سمجھا جائیگا۔ مثلا ایک شخص ہر روز ایک درم کما لیتا ہے اور دو درم کی دو تہائی ہر روز اوسکا صرف ہے تو ایک تہائی اوسکو اقارب کے نفقہ میں دینی پڑیگی۔

(۸۵۷) وينفق المولى على عبده وامته فان امتنع المولى عن انفاقهما وهما

(۸۵۷) غلام اور باندی کا نفقہ مولی کے اوپر ہے اور اگر مولی اونکو نفقہ نہ دے اور وہ دونوں کمائی کر سکتی ہوں

كسب انفقا منه نظرا للمولى وابقاء لملكه والا اي ان لم يكن لهما كسب لكونهما معلولين اجبر المولى على بيعهما ولكن الحكم في سائر الحيوانات عند ابي يوسف واما في ظاهر الرواية فلا يجبر مالكها على انفاقها ولا على بيعها لان اجبار القاضي نوع قضاء ولا بد له من مقضي له هو من اهل الاستحقاق والدابة ليست من اهل الاستحقاق هذا اذا لم يكن الدابة مشتركة فان كانت فالقاضي يجبر الشريك الممتنع عن انفاقها على بيع نصيبه رعاية لجانب الشريك الآخر لانه من اهل الاستحقاق كذا في المحيط۔

تو کمائی کرکے وہ اپنے نفقہ میں خرچ کریں اسمیں مولی کی لئے بھی بھلائی ہے کہ وہ ہلاک بھی نہونگے اور مملوک رہینگے اور اگر غلام اور باندی کمائی نہیں کرسکتی ہیں اور کسی وجہ سے معذور ہیں مثلاً بیمار یا دست و پا سے بیکار ہیں تو مولی کو انکی فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک حیوانات کا بھی یہی حکم ہے مگر ظاہر روایت کے موافق حیوانات کے اندر مالک کو انکی کھلانے پلانے پر مجبور نہ کیا جائیگا اور نہ انکی فروخت کرنے پر اسواسطے کہ قاضی کا مجبور کرنا ایک قسم کا حکم ہے اور اسکے لئے محکوم لہ کا ہونا ضروری ہے اور محکوم لہ اہل استحقاق میں سے ہوتا ہے اور حیوانات اہل استحقاق نہیں ہیں مگر یہ جب ہے کہ وہ حیوان مشترک نہو اور اگر مشترک ہو تو اس شریک کو جو نفقہ نہیں دیتا ہے قاضی اسکے حصہ کے فروخت کرنے پر مجبور کریگا دوسرے شریک کے حصہ کا لحاظ کرکے کہ وہ اہل استحقاق سے ہے۔ کذا فی المحیط۔

فصل في الحضانة وهي تربية الولد

فصل حضانت یعنی اولاد کی پرورش کے بیان میں

(٨٥٨) وتقدم الام على الاب في الحضانة لما روي ان عمر رضي الله عنه طلق زوجته فتنازعا الى ابي بكر رضي الله عنه فقال ريقها خير له من عسل عندك يا عمر

(٨٥٨) حضانت کی اندر ماں کو باپ کے اوپر تقدم ہوگی دلیل یہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضہ نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی اور دونوں حضرت ابو بکر رضہ کے پاس مقدمہ لیکر پہونچے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضہ سے فرمایا اے عمر آپ کے پاس کے شہد سے اسکی ماں کے منہ کا تھوک اسکے لئے اچھا ہے

(٨٥٩) ان طلبت قيد به لانها لو لم تطلب الحضانة لا تجبر عليها لاحتمال

(٨٥٩) ماں کو تقدم جب ہے کہ وہ اسکی پرورش کرنا چاہے اور اگر وہ نہیں چاہتی ہے تو اس تقدم کا لحاظ کرکے اسکو پرورش

عجزها عنه۔

کرنے پہ مجبور نہ کیا جائیگا ہو سکتا ہو کہ اوسکی امکانیت پہ بدشگمانی ہو۔

(۸۶۰) وفي النهاية هذا اذا كانت للولد ذات رحم محرم سوى الام وان لم يكن تجبر الام لان الاجنبية لا شفقة لها فيفوت الولد۔

(۸۶۰) نہایہ میں مذکور ہے کہ یہ اوس وقت ہی کہ اوس بچے کیلئے ماں کے علاوہ کوئی ذات رحم محرم موجود ہو ورنہ ماں کو پرورش کرنے پہ مجبور کیا جائیگا اسواسطے کہ غیر عورت کو اوسپر شفقت نہوگی وہ بچہ تلف ہو جائیگا۔

(۸۶۱) ثم امها اي ام الام ثم ام الاب وقدمناها اي ام الاب على الخالة وقال زفر الخالة مقدم على ام الاب لقوله عم الخالة ام ولنا انها اصل الولد لتولده منها بواسطة ابنها فتكون اولى من اخت الام وما ورد لا يدل على شفقتها لا على تقدمها۔

(۸۶۱) ماں کے بعد حق تربیت نانی کو ہے اور پھر دادی کو اور دادی کو خالہ پہ ہمارے نزدیک تقدم ہے اور امام زفر رحمہ فرماتے ہیں خالہ کو دادی پر تقدم ہے اسواسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ خالہ ماں ہوتی ہے اور ہماری دلیل دادی کو اوسپر مقدم ہونے کی یہ ہے کہ دادی بچے کی اصل ہے اسواسطے کہ وہ بچہ اسی دادی سے بواسطہ باپ کے پیدا ہوا ہے لہذا خالہ کے اوپر اوسکو تقدم ہوگا اور حدیث سے خالہ کی شفقت ظاہر ہوتی ہے اوسکا مقدم ہونا مراد نہیں ہے۔

(۸۶۲) ثم الاخت لابوين اي لاب وام لان ذات القرابتين يكون اشفق ثم للام اي الاخت لام ثم للاب اي الاخت ثم الخالات ثم العمات تقديما لقرابة الام على قرابة الاب ويتنزلن كذلك اي يترتبن كالاخوات فتقدم الخالة لاب وام على الخالة لام ثم هي على الخالة لاب وكذلك في العمات۔

(۸۶۲) دادی کے بعد حقیقی بہن کو حضانت کا حق ہے اسواسطے کہ اسکو اور بہنوں کے نسبت شفقت زیادہ ہوگی اور پھر اخیافی اور پھر علاتی بہن اور پھر خالائیں اور اونکے بعد پھوپیاں اس لحاظ سے کہ یہاں پر ماں کی قرابت کو باپ کے قرابت پر تقدم ہے اور خالہ اور پھوپیاں میں وہی ترتیب ہے کہ حقیقی خالہ اور حقیقی پھوپی کو اور نیز جو صرف ماں کے رشتہ سے خالہ یا پھوپی ہیں تقدم ہے اور اونکو اون پھوپی اور خالہ پر جو صرف باپ کے رشتہ سے ہیں۔

(۸۶۳) ويسقط حق الحضانة اذا تزوجت باجنبي لان الصبي يتضرر بالجفاء من زوج امه۔

(۸۶۳) اگر بچے کی ماں طلاق کے بعد اجنبی شخص سے نکاح کرلے تو اس بچے کا حق حضانت اوسکی ماں کو نہیں رہتا اسلئے کہ بچہ ماں کے دوسرے خاوند سے بچے کو تکلیف پہونچنے کا اندیشہ ہے۔

(٨٦٤) قيد بالاجنبي لانها لو تزوجت ذا رحم محرم منه لا تسقط لان لقربه شفقة۔

(٨٦٤) اجنبی کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر وہ اس لڑکے کے ذی رحم محرم سے کسی محرم کے ساتھ نکاح کر لیا تو حق حضانت باقی رہیگا اسواسطے کہ قریب کو اوسپر شفقت ہوگی۔

(٨٦٥) و يعود حق الحضانة بالطلاق

(٨٦٥) اگر وہ اجنبی طلاق دیدیگا تو وہ عورت کو پھر حق حضانت ہو جائیگا

(٨٦٦) واذا استغنى الغلام اى الصبي عن الخدمة اى خدمة من لها الحضانة بان يأكل ويشرب ويستنجي وحده قيل بسبع يعني استغناؤه مقدر بسبع سنين وعليه الفتوى او تسع اى تسع سنين اجبر الاب او الوصي او الولي على اخذه لانه اقدر على تأديبه وتعليمه۔

(٨٦٦) جب لڑکا دوسرے آدمی کا محتاج نہ رہے اور کہانے پینے لگے اور خود پیشاب پاخانہ اور استنجا کرنے لگے تو باپ یا وصی ہو یا ولی ہو تو قاضی اوسکو مجبور کریگا کہ اب وہ اس بچے کو لیلے اور اپنے پاس رکھے اسواسطے کہ وہی خوب طرح سے اوسکی تادیب اور تعلیم کر سکیگا۔ بعض نے اس مدت کا اندازہ کہ لڑکا اوسمین دوسرے کا محتاج نہ رہے سات سال سے کیا ہے اور اسی پر فتوی ہے اور بعض نو سال کہتے ہیں۔

(٨٦٧) وتمكث الجارية عند الام والجدة حتى تحيض لان الام اقدر على تاديبها باداب النساء وعند غيرهما اى غير الام والجدة حتى تشتهى والولد اى يمكث ولد المسلم عند الذمية حتى يخاف ان يألف الكفر اى اذا خيف عليه ان يعقل الاديان و يألف الكفر فالاخذ منها اولى نظرا له۔

(٨٦٧) اگر لڑکی ہے تو اوسوقت تک ان کے یا نانی کے پاس اوسکو رہنا ضروری ہے کہ حیض آوے اوسکو حیض آنے لگے اسواسطے کہ ماں اوسکو عورتوں کے آداب اور دستور خوب سکھلا سکتی ہیں اور اگر ماں یا نانی کے علاوہ کسی اور کے پاس رہی تو جبتک وہ جوان ہو او نوجوانوں کی اسکو خواہش ہونے لگی اوسوقت تک رہنا چاہیے۔ اور مسلمان کا بچہ ذمیہ عورت کے پاس اوسوقت تک رہنا چاہیے کہ اسکے بعد اسکے دین میں اندیشہ ہے کہ کفر کی باتین سمجھنے لگے اور دین کی باتیں معلوم ہونے لگین جب ایسا ڈر ہو تو فوراً اوس ذمیہ سے لیلینا چاہیے اسمین اوسکے لئے بھلائی ہے۔

(٨٦٨) ولا حق للامة وام الولد فيه اى في حق الحضانة قبل العتق لان الحضانة من الولاية ولیستا باهل لها واذا لم يكن له اى للصبي من اهله

(٨٦٨) باندی یا ام ولد کو حق حضانت نہیں ہوتا جب تک وہ آزاد نہو جاوین اسواسطے کہ حضانت ایک طرح کی ولایت ہے اور وہ ولایت کی اہل نہیں ہیں اگر بچے کی پرورش کیلئے اوسکی رشتہ کے کوئی عورت نہیں ہے اور مرد دوسرے

امرأة فاختصم فیه الرجال قدم اقربهم تعصیبا فیتقدم الاخ لاب و ام علی الاخ لاب و یتقدم ابنه علی ابن الاخ لاب و علی هذا۔

اوسمین جھگڑا کیا تو جو اونمین سے قریب کا عصبہ ہوگا اوسیکو تقدم ہوگا۔ پس حقیقی بھائی کو علاتے بھائی پر تقدم ہوگا اور اسیطرح حقیقی بھائی کے بیٹے کو علاتے بھائی کے بیٹے پر اور علی ہذا القیاس ـــ

(۸۶۹) وفی الکافی لا یوضع الانثی عند مولی العتاقة ولا عند عصبة غیر محرم و لو لم یکن العصبة المحرم امینا لفسقه یضعها الحاکم عند امرأة امینة و ان لم یکن له عصبة یدفع الی الاخ لام ثم الی ولده ثم الی العم ثم الی الخال لاب و ام ثم لاب ثم لام لان لهؤلاء ولایة عند ابی حنیفة فی النکاح۔

(۸۶۹) کافی مین مذکور ہے اگر لڑکی ہے تو اوسکو مولی عتاقہ کے پاس نہ رکھا جائیگا اور نہ عصبہ غیر محرم کے پاس رکھا جائیگا اور اگر عصبہ محرم ہے مگر قاضی کو بسبب اوسکے فاسق ہونیکے اوسپر اطمینان نہین ہے تو اوسکو چاہیے کہ ایک عورت کے پاس جو اطمینان کے قابل ہو اوسکو رکھی اور اگر کوئی عصبہ نہین ہو تو اخیافی بھائی کے پاس اور اوسکے بعد اوسکی اولاد کے پاس اور پھر چچا کے پاس اور پھر ماموں کے پاس جو حقیقی ہو اور پھر جو صرف باپ کے رشتہ سے ہو اور پھر جو ماں کے رشتہ سے ہو سیلیے کہ ان لوگوں کو امام صاحب رح کی نزدیک ولایت نکاح ہوتی ہے۔

(۸۷۰) و لا یخرج الاب بولده قبل الاستغناء ای استغناء ولده من الحضانة لئلا یبطل حق الام فی حضانته و لا الام ای لا یخرج الام من المصر بولده لئلا یتضرر الاب الا الی وطنها الذی تزوجها فیه۔

(۸۷۰) جبتک بچہ ہوشیار نہ ہو جائے یعنے خود پیشاب پاخانہ اور استنجا وغیرہ نہ کرنے لگے باپ اوسکو سفر مین اپنے ہمراہ ماں سے علیحدہ کر کے نہین لیجا سکتا اسواسطے کہ اسمین ماں کا حق حضانت تلف ہوتا ہے اور نہ ماں اوس بچے کو شہر سے باہر لیجا سکتی ہے تاکہ باپ کو تکلیف نہو مگر ماں کو یہہ استحقاق ہے کہ اپنی وطن کو جہاں خاوند نے اوس سے نکاح کیا ہے اس بچے کو لیجا سکتی ہے۔

(۸۷۱) المفهوم منه ان اخراجها بولده انما یجوز بامرین جمیعا کون المقصد وطنها و کون تزوجها فیه کما اذا تزوج امرأة بالشام فقدم بها الی الکوفة فولدت منه اولادا و وقع الفرقة بینهما

(۸۷۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دو باتین پائی جائین اوسوقت ماں اوس بچے کو باہر لیجا سکتی ہے ایک تو یہ کہ اپنے وطن کو لیجائے اور دوسرے وہ وطن بھی ایسا ہو کہ خاوند نے اوس مین اوس عورت سے نکاح کیا ہو مثلا ایک شخص نے شام مین ایک عورت سے نکاح کیا اور اوسکو کوفہ مین اپنے ساتھ لایا اور یہان اوسکی اولاد پیدا ہوئی اور پھر خاوند بیوی مین فرقت ہوگئی اور

وانقضت عدتها فلها ان تخرج
بولدها الى الشام من غير رضاء
الاب حتى لو كان وطنها بالشام
ولم يكن تزوجها فيه او كان تزوجها
فيه ولم يكن من اهل الشام ليس
لها ان تخرج الى الشام الا دار
الحرب اى ان كان وطنها فى دار
الحرب وقد تزوجها فيها وهى حربية
بعد ان كان مسلما او ذميا
لا تخرج الام بالولد اليه لئلا
يالف الولد الكفر ولو كانا حربيين
فلها ذلك

اوسکی عدت گذر گئی تو وہ عورت بدون خاوند کی رضامندی
کے اوس اولاد کو اپنی وطن یعنے شام مین لیجا سکتی ہو حتے کہ اگر
اوسکا وطن شام ہو مگر اوس سے وہان نکاح نہین کیا ہے
یا نکاح شام مین کیا ہے مگر شام اوسکا وطن نہین ہے تو
دونون تقدیر پر اولاد کو وہان نہین لیجا سکتی ہے مگر
جس صورت مین ایک عورت کا وطن دار الحرب
مین ہے اور خاوند نے مسلمان یا ذمی ہو جانیکے
بعد دار الحرب مین اوس سے نکاح کیا ہے تو وہ عورت
اوسکی اولاد کو دار الحرب مین نہین لیجا سکتی ہے
تا کہ کفر کے باتون سے اوس اولاد کو انس
پیدا نہو جاسکے اور اگر دونون حربی ہین
تو لیجا سکتی ہے۔

خاتمة الطبع